لو کان کفراً حب قدر محمد فلیشهد الثقلان انی کافر

تحذیر الناس ص 94

سلسلہ ایمانی خزائن میں شامل

تنویر النبراس

علیٰ

من انکر تحذیر الناس

تصنیف

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات

حضرت مولانا امام محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ

بانی دار العلوم دیوبند ۱۲۹۷ھ

ترتیب وتدوین

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

امیر عالمی اتحاد اہل السنت

کے شاگرد رشید

مولانا حافظ محمد اسحاق حفظہ اللہ

مدرس مرکز اہل السنت والجماعت سرگودھا

معہ

ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس

مؤلفہ حضرت مولانا محمد سیف الرحمٰن قاسم مدظلہ

فاضل جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَوْ کَانَ کُفْرًا حُبُّ قَدْرِ مُحَمَّدٍ   فَلْیَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ کَافِرٌ

"تحذیر الناس"

پر اعتراضات کے میں جواب خود صاحب تحذیر الناس مجدد عقیدۂ ختم نبوت سیدنا الامام الکبیر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ کی اپنی لکھی ہوئی کتاب

تنویر النبراس
علی من انکر تحذیر الناس

تحقیق حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب

مدرس مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

مع

"ختم نبوت اور تحذیر الناس"

پر ایک نظر

"ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس"

بقلم

بندہ محمد سیف الرحمٰن قاسم عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: تنویر النبراس علی من انکر تحذیر الناس

مصنف: سیدنا الامام الکبیر حجۃ الاسلام مجدد عقیدۂ ختم نبوت
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ

تحقیق: حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ
فاضل جامعہ محمودیہ جھنگ

مع: ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس
بقلم بندہ محمد سیف الرحمٰن قاسم عفی عنہ

طبع اول: ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ، اگست 2015ء

تعداد: پانچ سو

طبع ثانی: رجب ۱۴۳۷ھ، مئی ۲۰۱۶ء

ملنے کے پتے

مرکز اہل السنت والجماعت چک نمبر ۸۷ جنوبی لاہور روڈ سرگودھا 03003166018

دار النعیم لاہور اردو بازار عمر نادر حق سٹریٹ 03014441805

مولانا ابوایوب قادری صاحب جھنگ صدر 03017227373

مفتی نجیب اللہ عمر صاحب کراچی 03334725175

مکتبہ نفیس چوک اعظم ضلع لیہ 03006767661

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اسلامی تحریک کے احیاء وتجدید کے افق پر ابھرنے والی وہ چند شخصیات جنہوں نے دیارِ ہند میں سرمایہ ملت اسلامیہ کی نگہبانی کی اور عقیدے وعمل کی پاسبانی کا ناقابل فراموش اور تاریخ ساز کارنامہ سرانجام دیا اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی زہد وتقوی کے پیکر، علم وعمل کا مجسمہ، عمدۃ المحدثین، زبدۃ المفسرین، مجدد العصر حجۃ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم صدیقی چشتی نانوتوی نور اللہ مرقدہ بھی ہیں۔

حضرت الامام کی ذات گرامی سے علم کے جو دھارے بلکہ دریا جاری ہوئے ان کی وسعت وثروت اور ثمرات ومنافع کا جائزہ لینا اور اندازہ کرنا انتہائی مشکل ہے آج برصغیر پاک وہند بلکہ ساری دنیا ملکوں اور براعظموں کا کونسا خطہ ایسا ہے جہاں حضرت الامام کی ذات عالی سے جاری فیضان کے چشمے نہیں ابل رہے؟ پاک وہند ہی کو دیکھئے علوم دینیہ کی کونسی شاخ اور کونسا چمنستان وگلستان ایسا ہے جو فیضان قاسمی سے منور اور کسی نہ کسی راستہ اور واسطہ سے علوم قاسمی سے فیضیاب اور بہرہ ور نہیں ہے؟

حضرتؒ کے مآثر علمیہ جو اکثر رسائل اور مکتوبات کی شکل میں ہیں ضخامت میں مختصر ہونے کے باوجود "**الفاظہ قصیرۃ ومعانیہ کثیرۃ**" کا مصداق کامل ہیں کیونکہ ان میں تفسیر، تصوف، آداب، احکام اور عقائد سمیت تمام ضروریات دینیہ کو مختصر انداز میں عقلی ونقلی دلائل وبراہین کے ساتھ مزین ومبرہن کر کے پیش کیا گیا ہے۔

مکتوب "تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما" ہی کو دیکھئے اس میں صحابی رسول مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک ارشاد مبارک کی حکیمانہ انداز میں تشریح کرتے ہوئے مقام نبوت کو ایسے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا کہ دیدور عشاق جھوم اٹھتے ہیں چنانچہ امیر عزیمت مجدد دینی انقلاب، فدائے ناموس آل محمد ﷺ حضرت مولانا حق نواز شہید نور اللہ مرقدہ "تحذیر

الناس'' کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''جتنا مجھ سے ہوسکتا تھا، یا میں مطالعہ کرسکتا تھا یا جہاں تک میرا دماغ میری نظر میرا شعور ،میری عقل کام کرسکتی تھی یا جتنا از خود مطالعہ کرسکتا تھا یا کسی سے تحقیق کرسکتا تھا یا بڑے بڑے جید علماء کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے معلومات لے سکتا تھا یا اساتذہ سے پوچھ سکتا تھا یا تاریخ کا مطالعہ کرسکتا تھا یا جہاں تک مختلف فرقوں کے لٹریچر کا مطالعہ میرے بس میں تھا میں نے ایک طویل مدت سے اس کا مطالعہ کیا ہے طالب علمی کے زمانہ میں مطالعہ کیا (تعلیم سے) فارغ ہونے کے بعد آج تک پندرہ بیس سال کی طویل مدت مطالعہ میں گزری اور یہ مطالعہ مسلسل جاری ہے میرے اس مطالعہ اور تعلیمی استطاعت کے مطابق میرے سامنے کوئی ایسی مدلل کتاب اس سوال کے جواب میں سوائے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب کے اور کوئی نہیں آئی جو انہوں نے اس موضوع پر لکھی کہ آخر محمد رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت کا اختتام کیوں ہوا؟ کسی اور نبی پر اس کا خاتمہ کیوں نہیں ہوا؟ اور یہ کہ یہ سلسلہ ختم کیوں کیا؟ یہ سلسلہ برابر جاری کیوں نہ رہا؟ چنانچہ ذمہ داری کے ساتھ خانہ خدا میں کھڑے ہوکر عرض کررہا ہوں کہ کم از کم اس کتاب کو جو اردو زبان میں ہے میں نے آٹھ مرتبہ پڑھا ہے''۔

(سالنامہ سرخرو لاہور ص ۴۴۴۔ از مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی مدظلہ)

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک محب کی اپنے محبوب کے بارے میں یا ایک معتقد کی اپنے مقتدی کے بارے میں ذاتی رائے ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے یہ ایک مجدد دوسرے مجدد کا تجدیدی کارنامہ دنیا کو واضح کر کے بیان کررہا ہے۔

مولانا معین الدین اجمیریؒ کے شاگرد رشید خانقاہ سیال شریف کے سابق سجادہ نشین حضرت مولانا پیر قمر الدین سیالویؒ حضرت امام قاسمؒ اور آپ کی کتاب تحذیر الناس کے بارے میں اپنا اظہار مافی الضمیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''میں نے تحذیر الناس کو دیکھا میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے

ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی قضیہ فرضیہ کو قضیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے"۔(ڈھول کی آواز ص ۱۱۶)

بریلوی حضرات کے ضیاء الامت پیر کرم شاہ الازہری صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تحذیر الناس اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بارے میں مکتوب لکھا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے اس کا لفظ لفظ حضرت امام قاسمؒ کے عشق رسول (ﷺ) کے گن گا رہا ہے۔عکس ص ۲۳۷ میں ملاحظہ فرمائیں

تحذیر الناس طبع ہوئی تو بعض حضرات نے جلد بازی یا حقیقت ناشناسی کی وجہ سے کچھ اعتراضات کئے حضرت امام محمد قاسمؒ نے خود ان کے جوابات لکھے جن کو پڑھ کر حسد و کینہ سے خالی دلوں نے قبول کیا حضرت الامام کے وہ جوابات "مناظرہ عجیبہ" اور "**تنویر النبراس علی الکر تحذیر الناس**" کے نام سے دو مستقل کتابوں کی صورت میں مرتب ہوئے۔

کتاب "مناظرہ عجیبہ" تو عرصے سے طبع ہو چکی ہے لیکن کتاب "**تنویر النبراس**" اب تک گوشۂ خمول میں تھی۔رب کریم جزائے خیر عطا فرمائے یادگار اسلاف مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ کو جنہوں نے اس کتاب کے حضرت الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خود نوشت نسخے کا عکس اپنی بے مثال کتاب" قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ احوال وآثار و باقیات و متعلقات" میں شائع کیا اور اس کتاب کے باقی قلمی نسخوں کی نشاندہی کی۔بندہ راقم نے "**تنویر النبراس**" کے دو نسخوں :[حضرت مصنف کا خود نوشت نسخہ اور حضرت مصنف کا تصحیح کردہ نسخہ جو کتب انجمن ترقی اردو کراچی میں موجود ہے] کے عکس کو سامنے رکھ کر اپنے مشائخ حضرت الاساتذہ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ،[جن کی وساطت سے کراچی کے نسخہ کا عکس حاصل ہوا۔مولانا نے اس کیلئے یقیناً بہت محنت فرمائی جزاہ اللہ خیراً] پیر طریقت حضرت مولانا حافظ نثار احمد الحسینی مدظلہ [جنہوں نے بندے کو اس کام کی طرف راغب کیا] حضرت مولانا ابوایوب قادری حفظہ اللہ کی نگرانی اور سرپرستی میں کام شروع کیا ساتھ ساتھ حضرت پیر و مرشد شیخ الحدیث مولانا محمد نواز نقشبندی مدظلہ،حضرات الاستاذ شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم جھنگوی مدظلہ،حضرت الاستاذ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ کی دعائیں بھی شامل حال رہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے یہ کتاب چھپنے کے لائق ہوئی۔

الحمدثم الحمدللہ تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل کا لکھا ہوا گوشہ خمول میں پڑا ہو نوشتہ اب ایک خوبصورت کتاب کی شکل میں آپ حضرات کے سامنے ہے اب اس کو پڑھنا ،اس سے فائدہ اٹھانا اور اس کے ذریعہ باطل کے دانت کھٹے کرنا اب آپ کا کام ہے۔اس کتاب کی ترتیب وتزئین میں حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب نے مکمل معاونت فرمائی اور وقتاً فوقتاً اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

میں ان حضرات کا تہِ دل سے شکرگزار ہوں اور ان کیلئے دعا گو ہوں جنہوں نے مجھے حوصلہ دیا اور کسی بھی طرح اس کام میں میری معاونت فرمائی ،مولائے کریم بطفیل حضور نبی کریم ﷺ اس عاجز کے ساتھ ان حضرات کی محنت وکوشش کو قبول فرما کر ان کو اجر جزیل عطا فرمائے اور آقائے دو عالم رحمت کائنات حضرت نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے اور آئندہ کیلئے بھی مقبول خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

یہ بات بتانا ضروری ہے کہ کوشش کے باوجود کتابوں میں کمپوزنگ کی کچھ غلطیاں رہ جاتی ہیں اس کتاب میں بھی ایسا ہوسکتا ہے اس لئے قارئین سے بصد التماس درخواست ہے کہ کتاب میں اس قسم کی کوئی غلطی پائیں یا اصل مسودے سے کوئی لفظ چھوٹا ہوا پائیں تو بندہ کو اطلاع دے اس نیک کام میں شرکت کا ثواب پائیں اور بندہ کو شکریہ کا موقع دیں۔

فقط

حافظ محمد اسحاق

غفر الله ذنوبه وستر عيوبه

مدرس مرکز اہل السنّت والجماعت

چک ۸۷ جنوبی ۔لاہور روڈ سرگودھا

یکم ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

۱۷ اگست ۲۰۱۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَوْ کَانَ کُفْرًا حُبُّ قَدْرِ مُحَمَّدٍ فَلْیَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ کَافِرٌ

"تحذیر الناس"

پر اعتراضات کے میں جواب خود صاحب تحذیر الناس مجدد عقیدۂ ختم نبوت سیدنا الامام الکبیر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ کی اپنی لکھی ہوئی کتاب

تنویر النبراس
علی من انکر تحذیر الناس

تحقیق حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب

مدرس مرکز اہل السنت والجماعت سرگودھا

مع

"ختم نبوت اور تحذیر الناس"

پر ایک نظر

"ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس"

بقلم

بندہ محمد سیف الرحمٰن قاسم عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اسلامی تحریک کے احیاء وتجدید کے افق پر ابھرنے والی وہ چند شخصیات جنہوں نے دیارِ ہند میں سرمایہ ملت اسلامیہ کی نگہبانی کی اور عقیدے وعمل کی پاسبانی کا ناقابل فراموش اور تاریخ ساز کارنامہ سرانجام دیا اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی زہد وتقوی کے پیکر، علم وعمل کا مجسمہ، عمدۃ المحدثین، زبدۃ المفسرین، مجدد العصر حجۃ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم صدیقی چشتی نانوتوی نور اللہ مرقدہ بھی ہیں۔

حضرت الامام کی ذات گرامی سے علم کے جو دھارے بلکہ دریا جاری ہوئے ان کی وسعت وثروت اور ثمرات ومنافع کا جائزہ لینا اور اندازہ کرنا انتہائی مشکل ہے آج برصغیر پاک وہند بلکہ ساری دنیا ملکوں اور براعظموں کا کونسا خطہ ایسا ہے جہاں حضرت الامام کی ذات عالی سے جاری فیضان کے چشمے نہیں ابل رہے؟ پاک وہند ہی کو دیکھئے علوم دینیہ کی کونسی شاخ اور کونسا چمنستان وگلستان ایسا ہے جو فیضان قاسمی سے منور اور کسی نہ کسی راستہ اور واسطہ سے علوم قاسمی سے فیضیاب اور بہرہ ور نہیں ہے؟

حضرتؒ کے مآثر علمیہ جو اکثر رسائل اور مکتوبات کی شکل میں ہیں ضخامت میں مختصر ہونے کے باوجود ''الفاظه قصيرة ومعانيه كثيرة'' کا مصداقِ کامل ہیں کیونکہ ان میں تفسیر، تصوف، آداب، احکام اور عقائد سمیت تمام ضروریات دینیہ کو مختصر انداز میں عقلی ونقلی دلائل وبراہین کے ساتھ مزین ومبرہن کر کے پیش کیا گیا ہے۔

مکتوب ''تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما'' ہی کو دیکھئے اس میں صحابیٔ رسول مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک ارشاد مبارک کی حکیمانہ انداز میں تشریح کرتے ہوئے مقامِ نبوت کو ایسے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا کہ دیدور عشاق جھوم اٹھتے ہیں چنانچہ امیر عزیمت مجددِ سنی انقلاب، فدائے ناموس آل محمد ﷺ حضرت مولانا حق نواز شہید نور اللہ مرقدہ ''تحذیر

الناس'' کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''جتنا مجھ سے ہو سکتا تھا، یا میں مطالعہ کر سکتا تھا یا جہاں تک میرا دماغ میری نظر میرا شعور ،میری عقل کام کر سکتی تھی یا جتنا از خود مطالعہ کر سکتا تھا یا کسی سے تحقیق کر سکتا تھا یا بڑے بڑے جید علماء کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے معلومات لے سکتا تھا یا اساتذہ سے پوچھ سکتا تھا یا تاریخ کا مطالعہ کر سکتا تھا یا جہاں تک مختلف فرقوں کے لٹریچر کا مطالعہ میرے بس میں تھا میں نے ایک طویل مدت سے اس کا مطالعہ کیا ہے طالب علمی کے زمانہ میں مطالعہ کیا (تعلیم سے) فارغ ہونے کے بعد آج تک پندرہ بیس سال کی طویل مدت مطالعہ میں گزری اور یہ مطالعہ مسلسل جاری ہے میرے اس مطالعہ اور تعلیمی استطاعت کے مطابق میرے سامنے کوئی ایسی مدلل کتاب اس سوال کے جواب میں سوائے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب کے اور کوئی نہیں آئی جو انہوں نے اس موضوع پر لکھی کہ آخر محمد رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت کا اختتام کیوں ہوا؟ کسی اور نبی پر اس کا خاتمہ کیوں نہیں ہوا؟ اور یہ کہ یہ سلسلہ ختم کیوں کیا؟ یہ سلسلہ برابر جاری کیوں نہ رہا؟ چنانچہ ذمہ داری کے ساتھ خانہ خدا میں کھڑے ہو کر عرض کر رہا ہوں کہ کم از کم اس کتاب کو جو اردو زبان میں ہے میں نے آٹھ مرتبہ پڑھا ہے''۔

(سالنامہ سرخرو لاہور ص ۴۴۴۔ از مولانا ثناء اللہ سعد شجاعبادی مدظلہ)

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک محبؒ کی اپنے محبوب کے بارے میں یا ایک معتقد کی اپنے مقتدی کے بارے میں ذاتی رائے ہے لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہے یہ ایک مجدد دوسرے مجدد کا تجدیدی کارنامہ دنیا کو واضح کر کے بیان کر رہا ہے۔

مولانا معین الدین اجمیریؒ کے شاگرد رشید خانقاہ سیال شریف کے سابق سجادہ نشین حضرت مولانا پیر قمر الدین سیالویؒ حضرت امام قاسمؒ اور آپ کی کتاب تحذیر الناس کے بارے میں اپنا اظہار مافی الضمیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''میں نے تحذیر الناس کو دیکھا میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے

ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی قضیہ فرضیہ کو قضیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے''۔(ڈھول کی آواز ص ۱۱۶)

بریلوی حضرات کے ضیاء الامت پیر کرم شاہ الازہری صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تحذیر الناس اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بارے میں مکتوب لکھا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے اس کا لفظ لفظ حضرت امام قاسمؒ کے عشق رسول (ﷺ) کے گن گا رہا ہے۔عکس ص ۲۳۷ میں ملاحظہ فرمائیں

تحذیر الناس طبع ہوئی تو بعض حضرات نے جلد بازی یا حقیقت ناشناسی کی وجہ سے کچھ اعتراضات کئے حضرت امام محمد قاسمؒ نے خود ان کے جوابات لکھے جن کو پڑھ کر حسد و کینہ سے خالی دِلوں نے قبول کیا حضرت الامام کے وہ جوابات ''مناظرہ عجیبہ'' اور ''**تنویر النبراس علی انکر تحذیر الناس**'' کے نام سے دو مستقل کتابوں کی صورت میں مرتب ہوئے۔

کتاب ''مناظرہ عجیبہ'' تو عرصے سے طبع ہو چکی ہے لیکن کتاب ''**تنویر النبراس**'' اب تک گوشۂ خمول میں تھی۔رب کریم جزائے خیر عطا فرمائے یادگار اسلاف مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ کو جنہوں نے اس کتاب کے حضرت الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خودنوشت نسخے کا عکس اپنی بے مثال کتاب ''قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ احوال وآثار و باقیات و متعلقات'' میں شائع کیا اور اس کتاب کے باقی قلمی نسخوں کی نشاندہی کی۔بندہ راقم نے ''**تنویر النبراس**'' کے دو نسخوں:[حضرت مصنف کا خودنوشت نسخہ اور حضرت مصنفؒ کا تصحیح کردہ نسخہ جو کتب انجمن ترقی اردو کراچی میں موجود ہے] کے عکس کو سامنے رکھ کر اپنے مشائخ حضرت الاساتذہ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ،[جن کی وساطت سے کراچی کے نسخہ کا عکس حاصل ہوا۔مولانا نے اس کیلئے یقیناً بہت محنت فرمائی جزاہ اللہ خیراً] پیر طریقت حضرت مولانا حافظ نثار احمد الحسینی مدظلہ[جنہوں نے بندے کو اس کام کی طرف راغب کیا] حضرت مولانا ابوایوب قادری حفظہ اللہ کی نگرانی اور سرپرستی میں کام شروع کیا ساتھ ساتھ حضرت پیرومرشد شیخ الحدیث مولانا محمد نواز نقشبندی مدظلہ،حضرات الاستاذ شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم جھنگوی مدظلہ،حضرت الاستاذ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ کی دعائیں بھی شامل حال رہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے یہ کتاب چھپنے کے لائق ہوئی۔

الحمدثم الحمدللہ تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل کا لکھا ہوا گوشہ خمول میں پڑا ہو نوشتہ اب ایک خوبصورت کتاب کی شکل میں آپ حضرات کے سامنے ہے اب اس کو پڑھنا، اس سے فائدہ اٹھانا اور اس کے ذریعہ باطل کے دانت کھٹے کرنا اب آپ کا کام ہے۔ اس کتاب کی ترتیب وتزیین میں حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب نے مکمل معاونت فرمائی اور وقتاً فوقتاً اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

میں ان حضرات کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں اور ان کیلئے دعا گو ہوں جنہوں نے مجھے حوصلہ دیا اور کسی بھی طرح اس کام میں میری معاونت فرمائی، مولائے کریم بطفیل حضور نبی کریم ﷺ اس عاجز کے ساتھ ان حضرات کی محنت وکوشش کو قبول فرما کر ان کو اجرِ جزیل عطا فرمائے اور آقائے دو عالم رحمت کائنات حضرت نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے اور آئندہ کیلئے بھی مقبول خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہ بات بتانا ضروری ہے کہ کوشش کے باوجود کتابوں میں کمپوزنگ کی کچھ غلطیاں رہ جاتی ہیں اس کتاب میں بھی ایسا ہو سکتا ہے اس لئے قارئین سے بصد التماس درخواست ہے کہ کتاب میں اس قسم کی کوئی غلطی پائیں یا اصل مسودے سے کوئی لفظ چھوٹا ہوا پائیں تو بندہ کو اطلاع دے اس نیک کام میں شرکت کا ثواب پائیں اور بندہ کو شکریہ کا موقع دیں۔ فقط

حافظ محمد اسحاق

غفر الله ذنوبه وستر عيوبه

مدرس مرکز اہل السنّت والجماعت

چک ۸۷ جنوبی۔ لاہور روڈ سرگودھا

یکم ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

۱۷/اگست ۲۰۱۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات زندگی

حضرت مولانا امام محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی محمد ہاشم صدیقی آپ کا نسب مشہور مدنی فقیہ اور امام قاسم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہوا۔ خلیفۂ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

رمضان المبارک یا شوال المکرّم ۱۲۴۸ھ کو نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ بچپن ہی کے زمانہ سے بزرگی کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے اور یہ شعر آپ کے حق میں بالکل صادق آتا ہے ؎

بلائے سرش ز ہوش مندی

ے تافت ستارۂ بلندی

مشہور مؤرخ مولانا فقیر محمد جہلمی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"آپ علامۂ عصر، فہامۂ دہر، فاضل تبحر، مناظر، مباحث، ذہین، معقولات کے گویا پتلے تھے۔ آپ لڑکپن ہی سے ذہن، طباع، بلند ہمت، وسع مطالعہ، جفاکش اور جری تھے، مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا۔ خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔ نظم کا شوق اور حوصلہ تھا اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے" (حدائق الحنفیہ ص ۵۰۹)

حضرت امام محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبادئ نوشت و خواند اور ناظرہ قرآن پاک کے مراحل نانوتہ کے مکتب میں طے کئے پھر اس کے بعد علم و عمل کے جن سرچشموں سے سیراب ہوئے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا مہتاب علی دیوبندی متوفی ۱۲۹۳ھ، مولانا محمد نواز سہارنپوری، مولانا محمد مظہر نانوتوی متوفی ۱۳۰۲ھ، مولانا مملوک العلی نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ، مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی متوفی ۱۲۹۶ھ مولانا احمد علی سہارنپوری متوفی ۱۲۹۷ھ

بعض تذکرہ نگاروں نے مولانا مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی کا نام بھی آپ کے اساتذہ میں لیا ہے۔ یہ سب حضرات اپنے وقت میں علم وعمل کے آفتاب و ماہتاب تھے جن کی علمی روشنی سے اب تک اپنے پرائے سبھی نفع اٹھا رہے ہیں۔

اس زمانہ میں ہندوستان میں دو فتنے خوب عروج پر تھے پادریوں کا فتنہ اور آریہ سماج کا فتنہ۔ حضرت امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پادریوں کی سازشوں اور محاذ آرائیوں کا جم کر مقابلہ کیا اور ان سے مختلف مقامات پر مناظرے کئے اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں چاند پور ضلع شاہجہان پور کے جلسہ عام میں پادریوں کو ایسا لاجواب کیا کہ وہ عین جلسہ میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بدولت اسلام کو فتح ونصرت عطا فرمائی۔ ''مباحثہ شاہجہانپور'' اور ''میلہ خدا شناسی'' وغیرہ کتابیں ایسی یادداشتوں پر مشتمل ہیں اور پڑھنے والوں کیلئے حظ وافر رکھتی ہیں۔

اسی طرح آریہ سماج کی طرف سے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور کوششوں کو حضرت امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناکام بنایا اور ہندو پنڈت دیانند سرسوتی بزعم خویش بڑا منطقی اور فلسفی تھا مگر بفضلہ تعالیٰ حجۃ الاسلام امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمی طور پر اس کی ایسی سرکوبی کی کہ رہتی دنیا تک اس کی آریہ جماعت کو اپنے باطل نظریات علمی دنیا میں پیش کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔ ''انتصار الاسلام''، ''قبلہ نما'' اور ''جواب ترکی بہ ترکی'' وغیرہ کتابیں اسی سلسلہ کی یادگار ہیں۔

برطانوی فرعون انگریز کے خلاف عملی جہاد میں امام محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کیا حیثیت ہے؟ نامور مؤرخ مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

'' غدر یا اس کے الزام کے شبہ میں لاکھوں ہندوستانی موت کے گھات اتارے جا چکے ہیں، ظلم وستم اور وحشت و بربریت کی جتنی بھی صورتیں ہوسکتی ہیں ہندوستانیوں کو خوف زدہ کرنے کیلئے کام میں لائی جا چکی ہیں مگر جو قدرت فرعون کے گھر میں موسیٰ کی پرورش کیا کرتی ہے وہ عجیب وغریب انداز میں ان کی حفاظت کر رہی ہے جو فرعون برطانیہ کے سامنے موسیٰ بن کر آنے والے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بھی انہی منتخب افراد میں سے ہیں جن کو قدرت خداوندی برطانوی سامراج کے مقابلہ میں نہ صرف موسی بلکہ موسی گر بنا کر کھڑا کرنے والی تھی''۔

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ج ۴ ص ۲۹۶)

یہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ظالم انگریز کا جنگی، نظریاتی اور تعلیمی محاذوں پر خوب مقابلہ کیا اور مستقبل کیلئے ایک ایسی جماعت تیار کر گئے جس نے اس کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور اب بھی امام محمد قاسم نانوتویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام لیوا ہر فتنے کے خلاف برسر پیکار ہیں۔

حضرت امام محمد قاسم نانوتویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ تصوف کی لائن میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے چنانچہ سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

'' آپ نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زدِ اہل فضل وکمال تھے ان کو جناب مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت نے اتباع سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض صحبت نے ان کے دِل کو ایک نہایت ہی اعلیٰ رتبہ کا دِل بنا دیا تھا، خود بھی پابند شریعت اور سنت تھے اور لوگوں کو بھی پابند شریعت اور سنت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے''۔

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۴/اپریل ۱۸۸۰ء)

اتباع سنت اور اس کی تعلیم وتبلیغ ہی تصوف کا اولین مقصد ہے۔

حضرت امام محمد قاسم نانوتویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مریداور خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ارشادفرماتے ہیں:

''جو شخص مجھ سے عقیدت و محبت رکھے وہ مولوی رشید احمد سلمہ اور مولوی محمد قاسم سلمہ کو جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں، میری جگہ بلکہ مجھ سے بھی بلند درجہ سمجھے اگر چہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پراوروہ میری جگہ پر ہیں اوران کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان جیسے لوگ اس زمانے میں نہیں پائے جاتے اوران کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اورسلوک کے جوطریقے اس کتاب (ضیاءالقلوب) میں ہیں ان کے سامنے حاصل کرے اِن شاءاللہ بے بہرہ نہ رہے گا خداان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اوراپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلندرتبوں تک پہنچائے اوران کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اورحضورﷺ کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے''۔ (ضیاءالقلوب درکلیات امدادیہ ص۷۲،۷۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ کی اس دعا کوشرف قبولیت عطافرمایا ہے حضرات شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کا فیض پوری دنیا میں پھیل چکا ہے اپنے پرائے سبھی اس سے مستفید ہورہے ہیں۔

حضرت امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ باوجود حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہونے کے بہت کم لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ بندہ نے بڑی تلاش وجستجو سے بعض خوش نصیب حضرات کے نام جمع کیے ہیں جودرج ذیل ہیں:

مریدین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱) شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ (۲) مولانا سید احمد حسن امروہی رحمہ اللہ تعالیٰ
۳) مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ (۴) مولانا فخر الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
۵) حاجی محمد اسحاق صاحب خورجوی رحمہ اللہ تعالیٰ (۶) دیوان محمد یاسین دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

۷)منشی حمید الدین سنبھلی رحمہ اللہ تعالیٰ (۸)حافظ تجمل حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۹)خلیفہ بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۰)مولانا عبدالرب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۱)حکیم مشتاق احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۲)مولانا سید احمد دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۳)سید فضل حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۴)حضرت امیر شاہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۵)مولانا احمد حسن معقولی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۶)مولانا سید سلطان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۷)مولانا حافظ عبدالغنی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۸)مولانا محمد صدیق مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۹)مولانا روشن خان رحمہ اللہ تعالیٰ (۲۰)میاں محمد خلیل گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۱)سید ہدایت علی رحمہ اللہ تعالیٰ (۲۲)پیرجی عاشق علی دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۳)جناب احمد خان خورجھی رحمہ اللہ تعالیٰ (۲۴)راؤ امداد علی خان رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۵)جناب پیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (۲۶)قاضی محی الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۷)حافظ قادر بخش رحمہ اللہ تعالیٰ (۲۸)محمد یاسین دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۹)حضرت مولانا محمد مراد فاروقی پاک پتنی رحمہ اللہ تعالیٰ

یہ ہیں وہ خوش نصیب حضرات جو حضرت امام محمد قاسم نانوتویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہوئے آخر الذکر مولانا محمد مراد فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ سلسلہ چشتیہ کے مشہور امام حضرت بابا فرید گنج شکر آف پاک پتن نور اللہ مرقدہ کی اولاد سے ہیں اور اپنے وقت کے چشتی امام حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنے دادا کی میراث لینے دیوبند پہنچے اور بامراد ہوئے۔

حضرت امام محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ تین لڑکیاں عطا کیں اور تین لڑکے جن کے نام ہیں: محمد ہاشم، محمد، حافظ محمد احمد۔ اول الذکر دونوں بیٹے بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ چار جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ جمعرات کے دِن بعد از نماز ظہر اس دنیائے آب وگل سے رخصت ہو کر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں رحمتوں میں جا بسے۔ اور دارالعلوم دیوبند کے قریب ہی قبرستان میں مدفون ہوئے نور اللہ مرقدہ۔

آپ اپنی باقیات صالحات میں نیک اولاد ومخلص شاگرد ومریدین کے علاوہ بیش قیمت ۷۰ سے زائد علمی اور تحقیقی تحریروں کا ذخیرہ چھوڑ گئے چند ایک تحریروں کے نام درج ذیل ہیں:

آبِ حیات، ھدیۃ الشیعۃ، اجوبہ اربعین، تقریر دل پذیر، حجۃ الاسلام، انتصار الاسلام، قبلہ نما، اسرارِ قرآنی، مصابیح التراویح، الدلیل المحکم، تحفہ لحمیہ، توثیق الکلام، الحق الصریح، تصفیۃ العقائد، تحذیر الناس، لطائف قاسمیہ، فیوض قاسمیہ، جمال قاسمی، مناظرہ عجیبہ، جواب ترکی بہ ترکی، مباحثہ شاہجہانپور، شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ، میراث فدک وغیرہ۔ تفصیل مقالات حکیم الاسلام میں دیکھئے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی وفات حسرت آیات پر سرسید احمد خان نے جو کچھ تحریر کیا اس سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

''زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آئندہ بہتوں کو روئے گا لیکن ایسے شخص کے لئے رونا جس کے بعد اس کا کوئی جانشین نظر نہ آئے نہایت رنج اور غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے ایک زمانہ تھا کہ دِلی کے علماء میں سے بعض لوگ جیسے اپنے علم وفضل اور تقوی وورع میں معروف اور مشہور تھے ویسے ہی نیک مزاجی اور سادہ وضعی اور مسکینی میں بھی بے مثل تھے لوگوں کا خیال تھا کہ بعد جناب مولوی محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص ان تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں مگر مولوی محمد قاسم نانوتوی مرحوم نے اپنی کمال نیکی اور دینداری اور تقوی اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا کہ اس دِلی کی تعلیم وتربیت کی بدولت مولوی محمد اسحاق صاحب کی مثل اور شخص کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے بلکہ چند باتوں میں ان سے زیادہ۔ ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی تھیں۔ ہم اپنے دِل سے ان کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو بلاشبہ نہایت محبت کے لائق ہے ایسے شخص کے وجود سے زمانہ کا خالی ہو جانا ان لوگوں کے لئے جو ان کے بعد زندہ ہیں نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۲۴/اپریل ۱۸۸۰ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب

”تحذیر الناس
من انکار اثر ابن عباسؓ“

اور

کتاب

”تنویر النبراس
علی من انکر تحذیر الناس“

(ردِ قولِ فصیح)

کا تعارف اور پسِ منظر

☆☆☆☆☆

یہ مضمون مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کی کتاب

”قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ“

ص ۵۴۹ تا ص ۵۵۸ سے ماخوذ ہے

تحذیرالناس کا پس منظر اور وجہ تالیف:

تحذیرالناس حضرت مولانا نانوتویؒ کی باقاعدہ تالیف نہیں بلکہ یہ ایک ذاتی خط تھا جو اپنے قریبی عزیز،ہم وطن اور معاصر مولانا محمد احسن نانوتویؒ کے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا۔ چونکہ مولانا محمد احسنؒ جید عالم، مصنف اور معقولات وکلامیات کے بڑے ماہر تھے اس لئے خط میں ایسے مباحث آگئے جو مولانا محمد احسنؒ جیسے مخاطب کے شایاں تھے۔مولانا محمد احسنؒ نے اس خط کو اہم تحقیق اور بڑا علمی کام سمجھتے ہوئے ''تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباسؓ'' کے نام سے شائع کردیا، چھپنے کے بعد خبر ہوئی تو آپ نے اس کی اشاعت کو پسند نہیں کیا۔اور جب اس کی وجہ سے آپ کو بدنام کرنے کی کوشش ہوئی تو آپ کو اس کا بہت دکھ ہوا۔

تحذیر الناس کے بعض مضامین پر سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''میں نہ سمجھتا تھا کہ ان مضامین کو کوئی نہ سمجھے گا، بایں ہمہ چھپ کر شائع ہونے کی کس کو امید تھی، احباب کے خطوط کے جواب لکھ دینے کی عادت ہے، مولوی محمد احسن صاحب کے استفسار کے جواب میں بھی حسبِ عادتِ قدیم ایک خط لکھ بھیجا اور بعد میں کسی قدر ،اس کا تتمہ لکھ دیا، پر خدا جانے ان کو کیا سوجھی جو اس کو چھاپ ڈالا جو یہ باتیں سننی پڑیں''۔

کچھ علماء نے تحذیرالناس کے مضامین کی تحقیق کیلئے خود حضرتؒ سے رابطہ کیا حضرتؒ نے ان کو جوابات دیئے اور اپنی بات کی وضاحت فرمائی تو وہ اصحاب جن کا مقصد مسئلہ کی تحقیق تھی وہ آپؒ کی وضاحت سے مطمئن ہوگئے مگر ایک طبقہ جو مولوی عبدالقادر بدایونی کی سرکردگی میں کام کررہا تھا اس نے حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے خلاف تحریک میں اپنے پرانے معمول کے مطابق بھرپور حصہ لیا۔اور آپؒ کے رد میں کئی فتوے، کتابیں اور رسالے چھپوائے، ان میں جو رسالے اور فتوے مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی فرماتے ہیں راقم سطور کی نظر سے گذرے ہیں ان کے متعلق بلاتکلف کہا جاسکتا ہے کہ ان کا علم اور دیانت سے دور دور ہی کا تعلق ہے۔

قول فصیح:

اسی سلسلۂ تردید کی ایک تالیف ''قول فصیح'' بھی تھی جس میں تحذیر الناس کے مندرجات پر گفتگو کی گئی ہے، یہ کتاب مولوی فصیح الدین میرٹھی کے نام سے چھپی تھی لیکن حضرت مولانا نانوتویؒ کا خیال تھا کہ یہ دراصل مولوی عبدالقادر کی تالیف ہے کسی مصلحت سے بدایونی صاحب نے اس کو اپنے شاگرد (مولوی فصیح الدین) کے نام سے چھپوایا۔

''ردِ قول فصیح'' یا ''تنویر النبراس''

مولانا نانوتویؒ میرٹھ تشریف لائے تو کسی نے آپؒ کو یہ رسالہ دکھایا، آپؒ نے اسے پڑھا اور جس صفحہ سے تحذیر الناس کے حوالہ سے ختم نبوت کی بحث چھیڑی گئی تھی اسی صفحہ (۵۵) کے حاشیہ پر اس کا جواب لکھنا شروع کر دیا، اور اسی دن تمام شبہات واعتراضات کے جوابات مکمل فرما دیئے تھے۔

اس جوابی رسالہ کا نام صرف ''ردِ قول فصیح'' لکھا تھا مگر غالباً حضرتؒ نے بعد میں خود ہی یا حضرتؒ کے شاگردوں نے اس تالیف کو ''تَنْوِیْرُ النِّبْرَاسِ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ تَحْذِیْرَ النَّاسِ'' کے نام سے موسوم کر دیا تھا۔

حضرت مولانا کے لکھے اور تصحیح کئے ہوئے نسخوں پر صرف

''ردِ قول فصیح''

تحریر ہے مگر مولانا سید احمد حسن امروہی اور مولانا سید عبدالغنی پھلاوی نے اس کی جو نقلیں تیار کرائیں ان دونوں پر اس کا نام

''تَنْوِیْرُ النِّبْرَاسِ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ تَحْذِیْرَ النَّاسِ''

لکھا ہے اس طرح اس تالیف کے دو نام ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کے خیال میں قول فصیح چونکہ مولوی عبدالقادر بدایونی کی کتاب ہے اس لئے مولانا نے اس میں جا بجا انہی کو مخاطب کر کے جواب دیا ہے۔

﴾ ''تنویر النبراس'' کے نسخوں کے بارے میں ﴿

نسخۂ مؤلف کا تعارف:

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے قول فصیح کے حاشیہ پر جو اس کا جواب تحریر فرمایا تھا، وہ قولِ فصیح کے ص ۵۵ سے شروع ہوا ہے اور کتاب کے اختتام تک چاروں طرف سادہ حاشیہ پر اور کہیں کہیں اصل کتاب کے بین السطور میں بھی لکھا ہوا ہے، حضرت اسی طرح بے تکلف لکھتے چلے گئے، یہاں تک کہ اصل کتاب اور اس کے صفحات ختم ہو گئے (قول فصیح ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے) مگر آپؒ کے جواب مکمل نہیں ہوئے تھے اس لئے کتاب کے اختتام کے بعد تقریباً اسی پیمائش کے صفحات شامل کر کے ان پر جواب کا تکملہ فرمایا ہے جو کل سولہ صفحات ہیں یعنی ردِقول فصیح یا تنویر النبراس کا نسخۂ مصنف کل انچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا خط بہت باریک ہے۔ آخر میں حضرت نے اپنا نام یا تاریخ تالیف ذکر نہیں فرمائی۔

نسخۂ دوم تصحیح کردہ حضرت مؤلفؒ:

مذکورہ بالا نسخہ کی ایک نقل تیار کی گئی تھی جس کے لکھنے والے کا نام اور تاریخ تحریر وغیرہ درج نہیں اس نسخہ کا ناقل خوش تحریر نہیں ہے تاہم توجہ سے کتاب سمجھ میں آجاتی ہے اس نسخہ کی بڑی اہمیت یہ ہے کہ اس کی تصحیح خود حضرت مؤلفؒ نے فرمائی ہے۔ آخری صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ

''میں نے خود اس رسالہ کی تصحیح کی۔ العبد محمد قاسم''

یہ نسخہ ایک سو چھ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں فی صفحہ چودہ سطریں آئی ہیں۔ یہ قیمتی نسخہ انجمن ترقی اردو، پاکستان کے کتب خانہ خاص میں محفوظ ہے چونکہ کتاب پر کوئی نام نہیں لکھا تھا اس لئے انجمن کی کتابوں کے فہرست نگار نے اس کتاب کا ''حمایت تحذیر الناس'' کے نام سے ذکر کیا ہے۔

اِسی نسخہ کا ڈاکٹر ایوب قادری نے ''ردِقول فصیح'' کے نام سے ذکر کیا ہے اس نسخہ کا فوٹو سٹیٹ ہمارے ذخیرہ میں محفوظ ہے۔

بندہ محمد اسحاق کہتا ہے کہ ہمیں صرف یہی دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں پہلا نسخہ تو مولانا نور الحسن راشد دامت برکاتہم نے اپنی کتاب کے ص ۵۶۰ تا ۶۱۲ میں طبع کروایا۔ دوسرا نسخہ اس عاجز کی طلب پر استاذِ محترم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم نے بڑی محنت کے ساتھ کراچی سے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

تیسرا نسخہ، نسخہ امروہہ:

مولانا کاندھلوی فرماتے ہیں:

ردقول فصیح کا ایک نسخہ یا نقل اور ہے جو زرد کاغذ پر کی گئی ہے یہ نسخہ ایک سو اکتالیس صفحات پر مشتمل ہے اس میں فی صفحہ چودہ سطریں ہیں۔ اس نسخہ کی کتابت ۲۳ / جمادی الثانیہ ۱۳۰۹ھ (۲۴ / جنوری ۱۸۹۲ء) کو امروہہ اور سیوہارہ میں مکمل ہوئی، لکھنے والے کا نام وغیرہ کسی نے مٹا دیا ہے ممکن ہے کہ یہ نسخہ مولانا سید احمد حسنؒ کی فرمائش پر لکھا گیا ہو۔

چوتھا نسخہ، نسخہ پھلاوہ:

چوتھا اور آخری معلوم نسخہ مولانا سید عبد الغنی پھلاویؒ کی توجہ کا مرہونِ منت ہے۔ یہ نسخہ جو مولانا محمد ابراہیمؒ پھلاودہ (ضلع میرٹھ، یوپی) ۷ / شعبان ۱۳۴۳ھ، ۱۳ / مارچ ۱۹۲۵ء کو مکمل کیا۔ بہت خوبصورت نستعلیق میں لکھا ہوا ہے، اکثر حروف پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں تحریر جاذبِ نظر اور قابل دید ہے یہ نسخہ بڑے رجسٹر نما سائز (۲۰/۳۲ س م) کے ایک سو بیالیس صفحات پر مشتمل ہے فی صفحہ تیرہ سطریں ہیں۔

﴿ ''تنویر النبراس'' یا ''ردِقولِ فصیح'' کے چند مندرجات ﴾

مولانا کی اس اہم تالیف کے ذریعہ سے ان تمام اعتراضات کا صاف صاف اور بے غبار جواب مل جاتا ہے جو تحذیر الناس پر عموماً کئے گئے تھے...... حضرت مولانا نے تنویر النبراس اور متعلقہ خطوط کے جوابات میں تحذیر الناس کی ان عبارتوں کی وضاحت اور شرح کے علاوہ اپنے عقائد اور ختم نبوت کے ہر پہلو پر ہر طرح سے جامع واضح پختہ اور غیر متزلزل یقین کا ایسا صاف

اعلان فرمایا ہے اور اس کی ایسی غیر مبہم تحقیق وتصریح کی ہے کہ جس کے بعد وہ سب تحریریں اور اعتراضات بے حقیقت غلط اور بے معنی ہو جاتے ہیں جو تحذیر الناس پر کئے گئے تھے بلکہ اب تک کئے جاتے ہیں۔ حضرت سعدیؒ نے سچ کہا ہے:

اگر بہ روز نہ بیند شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

<u>حضرت نانوتویؒ کو منکر ختم نبوت کہنے والوں سے بھی پوچھ ہوگی:</u>

مرزا قادیانی کے ایک مرید سے کسی نے کہا کہ جس کی تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مرید نے اس کا انکار کیا اس پر مرزا قادیانی نے ایک رسالہ لکھا ''ایک غلطی کا ازالہ'' جو روحانی خزائن کی جلد ۱۸ میں موجود ہے مرزا اس میں کہتا ہے کہ

''ایسا جواب صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں (خزائن ج ۱۸ ص ۵۵۸)

دوسری طرف حضرت نانوتویؒ پر عقیدۂ ختم نبوت کے انکار کا الزام لگا آپؒ نے اس کو اپنے اوپر بہتان بتایا آپؒ کے پیروکار بھی ہمیشہ عقیدۂ ختم نبوت کا اعلان کرتے رہے اور اس الزام کو حضرت نانوتویؒ پر بہتان کہتے رہے۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ بعض مخالفین یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی اور قاسم نانوتوی ان کے ہاں ایک برابر ہیں۔ ایسے لوگوں کو شاید قادیانی کے کفریات کا پتہ نہیں کہ وہ صرف مدعی نبوت ہی نہ تھا انبیاء کا صریح گستاخ تھا، بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کا نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا منکر بھی تھا۔

جو لوگ کہتے ہیں نانوتوی اور قادیانی معاذ اللہ تعالیٰ ایک برابر ہیں کیا ان کو خدا کے حضور پیش نہیں ہونا؟ اگر ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور حساب کیلئے ایک دن خدا کے حضور پیش ہونا ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہاں ایسی باتوں کی بابت بھی پوچھ ہوگی: سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ (الزخرف: ۱۹) وہاں پوچھا جائے گا کہ بتاؤ قاسم نانوتوی نے دعوی نبوت کیا تھا؟ کیا یہ عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ صدیقہ کی گستاخیاں کرتا تھا۔ کیا یہ معجزات کا منکر تھا؟

تم نے مخالفت کرنی ہی ہے تو کسی حد میں رہ کر کرو۔ اتنی بات کہو جو قیامت کے دِن ثابت کر سکو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسروں پر الزام لگا کر قیامت کے دِن اپنی نیکیوں سے ہاتھ دھو بیٹھو۔

مولانا نانوتویؒ کی طرف سے انکارِ ختم نبوت سے بیزاری کا اعلان:

مولانا کاندھلوی فرماتے ہیں کہ مخالفین نے تحذیر الناس کی عبارتوں کے جو معنی بیان کئے ہیں مصنفؒ نے ان سے براءت کا صاف اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''مفتیان دِہلی وغیرہ جو کچھ میری نسبت بوجہ تحذیر الناس فرماتے ہیں تہمت ہی لگاتے ہیں۔ یہ شور عالمگیر جس میں بجز تکفیر و تضلیل قاسم گناہ گار اور کچھ نہیں فقط اس بنا پر ہے کہ مجھ کو مدعی و معتقد مساواۃِ شش امثال سمجھتے ہیں، سواس بات کو آپ کیا جو کچھ ہی فہم رکھتا ہو سب ہی جانتے ہیں کہ سراسر غلط ہے اور تہمت بے اصل بلکہ میرے کلام سے وہ اافضلیت نکلتی ہے کہ کسی مفسر نے نہ لکھی نہ کسی محدث نے [جو نہیں مانا تا وہ اس کا رد کرے۔ مگر دلیل سے۔ محمد اسحاق] موضوعِ رسالہ کہوں یا مقصودِ اعظم اس کا نام رکھوں بہر حال جو کچھ ہے وہ یہی بات ہے کہ کسی کا درجات میں مساوی ہونا تو درکنار سب آپ ﷺ سے مستفید ہیں اس لئے اپنے رسالہ کی تردید کا اتنا رنج نہیں جتنا اس بات کا افسوس ہے کہ دِہلی میں مکتوب: تحذیر الناس کا سمجھنے والا کوئی نہیں رہا مگر جتنا مفتیانِ زمانہ کے حال پر یہ افسوس ہے کہ ایسی موٹی بات کو نہیں سمجھتے اتنا ہی آپ سے یہ تعجب ہے کہ آپ نے فکر دفع تہمت کیا ہے تو یہ کیا ہے کہ مجھ سے ایسی باتوں کا استفسار کیا ہے کہ جن کو اس قضیہ سے علاقہ ہی نہیں۔

مولانا اس موضوع کو چھیڑنا نہیں چاہتے تھے:

حضرت مولانا نے صاف صاف لکھا ہے کہ میرا اس موضوع کو چھیڑنے کا بالکل ارادہ نہیں تھا اپنے ایک دوست کے خط کے جواب میں ایک خط لکھ دیا تھا جس کو انہوں نے میری اجازت اور اطلاع کے بغیر شائع کر دیا جس کی اشاعت کا مجھے افسوس ہے۔ آپ کے الفاظ ہیں:

اندیشہ فساد و تزاید اختلاف، اول تو باعث خاموشی تھا یہی وجہ ہے کہ نہ کبھی فتووں کا جواب لکھا نہ کبھی مہر و دستخط کئے۔ دہلی میرٹھ وغیرہ میں وعظ کا نام نہیں لیا اپنے گھر کے کونے سے سر باہر نہ نکالا کسی نے کچھ ایسی ویسی سنائی ہیں تو یونہی ہمیشہ اوپرا اوپر ٹالا۔ غرض بندہ اختلاف اہل اسلام سے ہمیشہ گھبراتا پھرا۔ سواس قصبہ میں بھی اپنی زبان اپنے منہ میں لئے بیٹھا رہا بلکہ الٹا یوں نادم ہوا یہ کیا کیا۔ الٰہی وہ کونسا وقت تھا جو میں نے اس تحریر کیلئے قلم اٹھایا تھا۔ مولانا آپ سے امید تصدیق تھی میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ ان مضامین کو کوئی نہ سمجھے گا۔ بایں ہمہ چھپ کر شائع ہونے کی کس کو امید تھی احباب کے خطوط کے جواب لکھ دینے کی عادت ہے مولوی محمد احسن صاحب کے استفسار (کے) جواب میں بھی حسبِ عادت قدیم ایک خط لکھ بھیجا اور بعد میں کسی قدر اس کا تتمہ لکھ دیا پر خدا جانے ان کو کیا سوجھی جو اس کو چھاپ ڈالا جو یہ باتیں سننی پڑیں۔ جی میں کہتا ہوں کیا ہوا؟ کیوں لکھا تھا؟ اور لکھنا ہی تھا تو عربی میں لکھنا تھا بلکہ ترکی یا پشتو میں لکھوا دینا تھا نہ ہندوستان کے عالم اس کو دیکھتے نہ دِلی کے گلی کوچوں میں یہ شور ہوتا۔

مولانا پر عقیدہ کے متعلق طرح طرح کے الزامات لگائے گئے تھے ایک موقع پر حضرت مولانا نے اس کا بھی صراحت سے ذکر کیا ہے اور تمام غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کا پردہ چاک کر دیا ہے ارشاد ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ سمجھتا ہوں نہ اس کی ذات میں کوئی شریک نہ اس کی صفات میں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوری:۱۱) وہ ایک قدیم ہے سوائے اس کی ذات وصفات کے سب حادث ہیں كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَیْءٌ قَبْلَهٗ . ساری خوبیاں اس میں موجود ہیں اور عیب ونقصان ایک نہیں۔ نہ وہ مرکب ہے نہ حادث نہ اس کی ذات وصفات میں تغیر آئے نہ تبدل راہ پائے۔ اَلْآنَ كَمَا كَانَ. ملائکہ اور کتبِ منزلہ اور رسل مرسلہ پر ایمان رکھتا ہوں زمین وزمان، کون ومکان میں عرش سے لے کر فرش تک اور تحت الثریٰ سے لے کر فوق السموات تک کسی کو رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں سمجھتا نہ پہلے کوئی ہو نہ بعد میں ایسا کوئی

ہوگا۔ بلکہ سلسلہ نبوت آپ ﷺ کے زمانے پر ختم ہوگیا جو بعد آپ ﷺ کے کوئی شخص کسی کی نسبت نبوت کا خیال کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔

حضرت مولانا نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ان کو (خدانخواستہ) منکر ختم نبوت کہنا حقیقت سے بالکل آنکھیں بند کرلینا ہے یہ غلط بات کہنے والے یا تو تحذیر الناس کی عبارتوں کا مطلب نہیں سمجھے یا کسی ذاتی وجہ سے مؤلف سے پرکاش رکھتے ہیں آپ کے الفاظ یوں ہیں:

صاحبِ تحذیر کو منکر ختم نبوت کہنا ایسا ہے جیسا آفتاب کو بے نور کہنا سوائے نابینا اور کسی سے کا ہے کو ہوسکتا ہے؟ البتہ آپ (بدایونی) کو اگر منکرِ ختمِ نبوت کہیں تو بجا ہے آپ اگر ختمِ زمانی کو مانتے ہیں تو کیا ہوا ختمِ مرتبی اور ختمِ مکانی کو تو نہیں مانتے جن میں سے انکار ختمِ مرتبی بدلائل تحقیقی جو بمقابلہ بعض علماءِ وقت صاحبِ تحذیر نے ارقام فرمائے ہیں لاریب موجبِ انکارِ افضلیت ہے جس سے بالآخر بدلالتِ دلائل صادقہ انکارِ ختمِ مکانی بھی عائد ہوتا ہے۔ کیا صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی وہ تصریحات آپ کی نظر نہیں پڑیں جن سے منکرِ ختمِ زمانی کا کافر ہونا ظاہر ہے اور کیا اُن کی وہ تقریر نہیں دیکھی جس سے آپ ﷺ کا بہ نسبت انبیاءِ ماتحت بھی خاتمِ زمانی ہونا ثابت ہوتا ہے ہم نے پہلے بتصریح یہ مضمون لکھ دیا ہے اس لئے اس مقام میں (دوبارہ لکھنے سے) معذور ہیں مگر ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ یا تو تحذیر کے مطلب کو بوجہِ ناآشنائی مضامین دقیقہ نہ سمجھے، یا بوجہِ تعصب وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں اور میں جانتا ہوں یہ دونوں باتیں ہیں (نہ سمجھنا بھی اور تعصب بھی) (دیکھئے تنویر النبراس ص)

سچی بات یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ اس عقیدہ کے بہت بڑے مبلغ بلکہ مجدد تھے ان کی خدمات کے تعارف کیلئے دیکھئے کتاب ''حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت''۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی کتابوں سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

متن کتاب

’’تنویر النبراس
علی من انکر تحذیر الناس‘‘

یعنی

(ردِقولِ فصیح)

حجۃ الاسلام استاذ الاساتذہ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

تحقیق حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب مدظلہ

مدرس مرکز اہل السنّت والجماعت سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تنویر النبراس علی من انکر تحذیر الناس﴾

شمع باید نہاد پیش بصیر　　در بدایوں کہ برد ایں تحریر

شپرانرا بآفتاب چہ کار　　پیش کوراں چہ خندہ گلزار

مردو باغ وکرم زخم خلاب　　نتواند شہد و عطر و گلاب

اس زمانہ کے بدایوں والوں کی عقل وفراست کے افسانے سنا کرتے تھے اب ان کی خوش فہمی آنکھوں سے دیکھ لی اس کی شکایت تو کیا کیجئے کہ وہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی نسبت کلماتِ سخت سے [۲] پیش آتے ہیں اور یہ نہ کرتے تو اور کیا کرتے مضامین دلچسپ کا لکھنا تو معلوم، تصنیف میں یہ بھی نہ ہو تو تسویدِ اوراق کاہے کو کیجئے۔

---

[۱] ''شمع باید'' سے لے کر ''تسوید اوراق کاہے کو کیجئے'' تک کی عبارت نسخہ کراچی میں ہے اور اسی طرح درج ذیل حاشیہ نسخہ کراچی میں موجود ہے۔

[۳] شیوۂ لعن وطعن بشہادت جملہ یکثرون اللعن جو بعض احادیث میں عورتوں کے ساتھ مخصوص تھا یا رافضیوں کا طریقہ تھا معلوم نہیں ہمارے مولوی صاحب نے کسی زنانہ مکتب میں تعلیم پائی تھی جو یہ عادت اڑائی یا کسی رافضی سے قرابت ہے جو یوں تبرا ہے۔ مگر اہل عقل یوں کہہ سکتے ہیں کہ مولانا فصیح الدین صاحب کو جو بپاس حمیتِ مشرب مجبور تھے معذور سمجھنا چاہئے پھر ہم کو اس پر یہ کہنا پڑا کہ فائدہ ان کے دشنام کلام سراسر دشنام سے یہ ہوا کہ ان کی ذات وصفات کے دریافت کرنے میں ہمیں چنداں دِقت نہ ہوئی اگر ان کی تعریف بالکنہ میں یوں کہا جائے کہ حضرت ہی فوارۂ الحاد وکفر وزندقہ ولعنت ہیں تو تصدیق کیلئے یہی حضرت کے دشنام کافی ہیں اور کیوں نہ ہوں اللسان مرآۃ الجنان (باقی آگے)

آمدم برسر مطلب:

بعد حمد وصلوۃ کے گذارش ہے کہ اہل کمال کا کمال اور اہل فتنہ کی فتنہ گری چھپی نہیں رہتی ہر چند کہ یہ عرضداشت نام سے تو مولوی فصیح الدین کی طرف سے معلوم ہوتی ہے پر آج تک اس نام کا مولوی اس زمانہ میں کسی نے نہ سنا ہوگا۔

بدایونی صاحب نے خود لکھ کر تحریر دوسرے کے نام پر شائع کی:

ہاں بہت دِنوں سے یہ چرچا تھا کہ جناب مولوی عبدالقادر بدایونی صاحب بتقاضائے میراث پدری [۱] تحذیرالناس کی مقبولیت سے رنج کھا کر حق کو باطل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پھر اس کے بعد کا مضمون اہل فہم خود سمجھ گئے ہوں گے ہمارے بتلانے کی کیا حاجت؟ اور اس کیلئے شکایت کی کیا ضرورت؟ ہاں ہم کو یہ لازم ہے کہ ان کی مسلمان ہی کہتے جائیں وہ کتنی ہی گالیاں دیتے جائیں ہم تسلیمات ہی بجالاتے جائیں۔

خداوند کریم خود فرماتا ہے کہ **واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما** [الفرقان:۶۳] اگر وہ ہمارے خیال کے مطابق مسلمان ہیں تو کیا کہئے؟

مصرعہ: اگر مردے اَحْسِنُ اِلٰی مَنْ اَسَآءَ

اس جگہ اول قطعہ لکھتا ہوں قطعہ

کنی تکفیر اہل حق بباطل — چراغ دوغ رانبود فروغے
مسلمانت بگویم در جوابش — دہم شہرت چراغِ ترش دوغے
اگر خود مومنی فبہا وگرنہ — دروغے راجزا باشد دروغے منہ۱۲

ترجمہ ۱۔ تو اہل حق کو کافر کہتے جھوٹے الزامات کے ساتھ حالانکہ جھوٹ کو فروغ نہیں ہوتا

۲۔ تیرے جواب میں میں تجھے مسلمان کہتا ہوں ترش لسی کے بدلے میٹھا دودھ پیش کرتا ہوں

۳۔ اگر تو مومن ہے تو بہت اچھا ورنہ جھوٹ کے بدلے جھوٹ ہے۔

[۱] ان کے باپ فضل رسول بدایونی کے بارے میں مشہور ہے کہ اکثر علماء سے (باقی آگے)

ہونہ ہو یہ انہی کے افادات ہیں حق کا ابطال اور اہل حق کا اضلال انہیں کا کام ہے اور مولوی فصیح الدین کا نام ہے بقول میر:

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں

ہے کوئی اور ہی اس پردۂ زنگاری میں

مولوی صاحب پردہ میں کیوں رہیں کھل کے کھیلے ہوتے اس سے زیادہ اور کیا تیر ماریں جو مہم اخیر کیلئے آپ کر رہے ہیں آپ کا ذخیرہ یہی طعنے ہیں سو یہ تو پہلے ہی وار میں ختم ہو چکے اگر مضامین حضور کو نہ ملتے تھے تو ایسے مہملات کے لکھنے سے کونسا فرض ادا ہو گیا اور ایسی بے نقط سنانے سے آپ کونسی تعریف کے مستحق ہو گئے؟

<u>کل تین اعتراض کیئے:</u>

اس قول میں آپ کو تین اعتراض سوجھے مگر افسوس کہ مطلب کی بات ایک بھی نہ سوجھی حضرت سلامت! مطلبِ تحذیر سمجھا ہوتا پھر اعتراض کیا ہوتا (تو اچھا بھی لگتا آپ نے بے سوچے سمجھے اعتراض کیئے) ایسا معترض آپ کے سوا عالم (جہان) میں کوئی نہ ہوگا کہ مطلب سے اعراض کریں ذِہن اسے کہتے ہیں اور ذکاوت اسی کا نام ہے۔

<u>پہلا اعتراض:</u>

اول اعتراض تو یہ ہے کہ آخریتِ زمانی کو موافقِ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) معنی خاتم النبیین کہنا قولِ عوام ہے حالانکہ یہی معنی تمام مفسرین لکھتے ہیں اور کتبِ احادیث سے بھی یہی معنی نکلتے ہیں اس صورت میں یہ گستاخی دور تک پہنچے گی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جھگڑا کرتے رہتے تھے بدعت کو رواج دینے والے تھے اہل حق کی تضلیل وتکفیر میں کوشاں رہتے تھے دنیا سے محبت رکھتے تھے اس لئے امراء کے ہاں کثرت سے آمد ورفت تھی (نزھۃ الخواطر ج ۷ ص ۵۵۲،۵۵۳)

دوسرا اعتراض:

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مصنف تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) آخریتِ زمانی کو فضائل میں نہیں سمجھتے حالانکہ آخریتِ زمانی بڑی فضیلت ہے۔

تیسرا اعتراض:

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جملہ خاتم النبیین سے تاخرِ زمانی مراد لینے والوں کو دائرۂ اسلام سے صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) خارج سمجھتے ہیں۔ [یاد رہے کہ جملہ خاتم النبیین سے مراد مرکب اضافی نہیں بلکہ (سورۃ الاحزاب آیت ۴۰: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ہے]

اجمالی جواب:

اہلِ فہم کے نزدیک تو عبارتِ تحذیر پر ان اعتراضوں میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا ہاں عاقلانِ بدایوں ان اعتراضوں کو اعتراض سمجھیں تو بجا ہے۔

پہلے اعتراض کا تفصیلی جواب:

صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا یہ مطلب نہیں کہ خاتمیتِ زمانی پر جملہ خاتم النبیین کسی طرح دلالت نہیں کرتا، لفظ خاتم النبیین سے خاتمیتِ زمانی مراد نہیں ہوسکتی (کیونکہ) وہ خود (صاحبِ تحذیر رحمۃ اللہ علیہ) خاتمیتِ زمانی کے مراد و مدلول ہونے کی دو تقریریں رقم فرما چکے ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۵۶ طبع ادارۃ العزیز گوجرانوالہ)

پہلی تقریر:

اول تو وہ تقریر جس میں خاتمیتِ مرتبی کو مدلولِ مطابقی ٹھہرایا اور خاتمیتِ زمانی کو مدلول التزامی رکھا۔

دوسری تقریر:

اور دوسری وہ تقریر جس میں خاتم کا مدلولِ مطابقی عام رکھا اور خاتمیتِ مرتبی اور

خاتمیتِ زمانی اور خاتمیتِ مکانی کو اس کے تلے (تحت) داخل کیا مگر دیکھنے والوں کو فہم نہ ہو تو صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کیا کریں؟

پہلی تقریر کا حاصل:

مطلب صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) یہ ہے کہ خاتمیتِ زمانی جو ایک مفہوم مرکب ہے مدلولِ مطابقی و معنیٔ حقیقیٔ لفظِ خاتم نہیں وہ مفرد ہے بلکہ لفظِ خاتم فقط مفہومِ خاتمیت پر دلالت کرتا ہے قیدِ زمانی سے اس کو کچھ علاقہ نہیں وہ مفہوم زائد ہے۔

عوام باعتقادِ شہرت و ارادۂ خاتمیتِ زمانی، خاتمیتِ مقیدہ بالزمان کو معنی حقیقی اور مدلولِ مطابقی سمجھ جاتے ہیں۔

پہلے تو اہل فہم کو شاید اس میں شبہ ہی ہو پر اس دفتر بے معنی [مراد قولِ فصیح] کو دیکھنے کے بعد ہر کسی کو یقین ہو گیا کہ عالم خالی نہیں ایسے ایسے بھی عالی فہم ہیں جو خاتمیتِ زمانی کو معنی حقیقی اور مدلولِ مطابقی سمجھتے ہیں۔

اب کوئی صاحب فرمائیں کہ ایسے فہم والوں کو عوام نہ سمجھیں تو کیا خواص میں سے سمجھیں اگر صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ) پر اسی لئے یہ غیظ و غضب ہے تو اس کا جواب ہم سے سنئے۔

مصرعہ : آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ

[ترجمہ: تمنا کر مگر ایک مقدار اور اندازے سے]

لفظ معنی جب مطلق بولا جائے تو اس سے معنیٔ حقیقی مراد ہوتا ہے:

حضرت عاقل بدایونی اتنا تو سمجھتے ہی نہیں کہ لفظِ معنی کو جب مطلق بولتے ہیں تو معنی حقیقی اور مدلولِ مطابق مراد لیا کرتے ہیں خاص کر جب کہ معنی التزامی اور تضمنی اور مجازی سے کوئی قرینہ بھی صارف موجود ہو۔

معنی التزامی مراد نہ ہونے کی وجہ:

معنی التزامی کے مراد نہ ہونے کا تو یہ قرینہ ہے کہ تحذیر میں خود صاحب تحذیر (رحمہ اللہ

تعالیٰ) ہی اس کے مدلولِ التزامی نہ ہونے کے درپے ہیں (اعتبار نہ ہوتو دیکھ لیجئے تحذیر مع مقدمہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب ص۵۶) مگر ہاں یوں کہئے کہ عاقل بدایونی، صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ) کو بھی اپنی طرح مختلط الحواس سمجھتے ہوں جس سے ان کی نسبت تعارضِ ماقبل ومابعد کا یقین ہو۔

معنی تضمنی مراد نہ ہونے کی وجہ:

اور معنی تضمنی مراد نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ (لفظِ) خاتم کے معنی میں ان (یعنی صاحبِ تحذیرؒ) کے نزدیک یہ ترکیب نہیں وہ (صاحب تحذیرؒ لفظِ) خاتم کو قیدِ زمانی اور قیدِ مکانی سے مبرا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس مفہوم کو جنس کہنا اور خاتمیتِ زمانی اور خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیتِ مکانی کو اس کی انواع قرار دینا اس پر شاہد ہے۔

علاوہ بریں معنی تضمنی ہونے کا اگر احتمال تھا تو بہ نسبت خاتمیتِ مطلقہ تھا۔عوام کے نزدیک مدلولِ مطابقیٔ خاتم، خاتمیتِ زمانی ہے۔ فقط خاتمیتِ مطلقہ نہیں اگر ہوتا تو معنی تضمنیٔ خاتم خاتمیتِ مطلقہ ہوتا نہ خاتمیتِ زمانی۔ مطلق مقید کا جز ہوا کرتا ہے پر خود مقید اپنا جز نہیں ہوا کرتا۔

الغرض قطع نظر اس کے کہ مدلولِ مطابقی کے مراد ہونے کیلئے کسی قرینہ کی ضرورت نہیں یہاں قرائن بھی موجود ہیں۔ رہا معنی حقیقی کا مجازی سے مقدم ہونا تو وہ بھی اہل فہم کے نزدیک مسلم ہے۔ سب کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ معنی حقیقی کیلئے قرائن کی ضرورت نہیں ہاں معانی مجازیہ کو البتہ قرائن کی حاجت ہے۔ جب تک قرائنِ صارفہ عن الحقیقۃ نہ پائے جائیں تب تک ارادۂ معنی مجازی درست نہیں پھر جب ارادۂ معنی حقیقی کیلئے قرائن بھی موجود ہوں تو ارادۂ معنی حقیقی ہی واجب ہوگا یہاں دیکھا تو یہی دیکھا کہ معنی حقیقی مراد ہونے کیلئے قرائن موجود ہیں۔

آیت خاتم النبیین سے خاتم مرتبی مراد لینے کی عقلی وجہ:

تصحیح جہتِ تاخر کیلئے خاتمیتِ مرتبی کے بیان میں یہ کہنا کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر اختتام پاتا ہے (دیکھئے تحذیر الناس ص۴ طبع قدیم) خود اس بات پر شاہد ہے کہ خاتم سے معنی حقیقی مراد ہیں یہ نہیں کہ مجازاً افضل واشرف یا اشفق مراد ہے۔

الغرض صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا یہ مطلب ہے کہ عوام تو مدلولِ مطابقی وموضوع لہ حقیقیٔ خاتم، آخرِ زمانی کو سمجھتے ہیں اور اس لئے اور معانی کا لینا جائز نہیں سمجھتے اور واقع میں یوں ہے کہ خاتم بمعنی آخر ہے زمانی ہو یا مکانی یا مرتبی۔ مرتبۂ ذات میں یہ مفہوم عام ہے ان خصوصیات کو ان میں دخل نہیں۔

پر بایں وجہ کہ لفظِ خاتم، النبیین کی طرف مضاف ہے اور نبوت منجملہ مراتب ایک مرتبہ ہے اس جگہ خاتم سے خاتمِ مرتبیٔ اول مراد ہوگا۔

اور یہ ایسا قضیہ ہے جیسا ''زَیْدٌ حَیَوَانٌ'' میں حیوان سے خاص انسان مراد ہوتا ہے بوجہ قرینہ زَیْد اور کسی نوع کے سمجھنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

مگر بعد ارادۂ خاتمیتِ مرتبی پھر ارادۂ خاتمیتِ زمانی کی گنجائش ہے، اس لئے کہ خاتمیتِ زمانی خاتمیتِ مرتبی کے حق میں لازمِ وجود ہے۔

مثال سے وضاحت:

تو جیسے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ [آل عمران:۳۲] سے یہ سمجھتے ہیں کہ کفار کو عذاب ہوگا اس لئے کہ جب محبت نہیں ہے تو ہر خطا پر سزا لازم ہے حالانکہ عذاب کا ہونا معنی مطابقی اور موضوع لہ حقیقی لَا یُحِبُّ کا نہیں۔

ایسے ہی خاتم النبیین سے وقتِ ارادۂ خاتمیتِ مرتبی خاتمیتِ زمانی سمجھ لو تو خاتمیتِ زمانی اس وقت میں مدلولِ مطابقیٔ خاتم النبیین نہ ہوگا یہ تقریر تو خلاصۂ تقریر اول صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) ہے۔

تقریرِ ثانی کا حاصل:

اور تقریرِ ثانی کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم فی حد ذاتہٖ ایک مفہوم عام ہے۔ جیسے حیوان کے تلے (تحت) انواعِ مختلفہ داخل ہیں ایسے ہی اس مفہوم کے تلے انواعِ ثلاثہ مذکورہ داخل ہیں اور جملہ خاتم النبیین میں وہ تینوں کی تینوں مراد ہیں۔

تقریرِ ثانی کی مثالوں سے وضاحت:

اور حاصل مطلب یہ ہے کہ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ مَرْتَبَۃً وَّزَمَانًا وَّمَکَانًا ۔اور یہ بات ایسی بات ہے جیسے صاحب جلالین آیۃ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (لقمان:۲۶) کی تفسیر میں لکھا کرتے ہیں خَلْقًا وَمُلْکًا وَعَبِیْدًا (دوسری مثال) یا یوں کہئے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہیں اور مِنْ کُلِّ شَیْءٍ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ مراد لیتے ہیں (تیسری مثال) غرض جیسے کلمۂ رِجْس واقعہ آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ (المائدۃ:۹۰) کو عام رکھتے ہیں اور پھر ہر ایک موقع میں اس کے مناسب رجسیت مراد لیتے ہیں خمر میں نجاستِ ظاہری اور انصاب میں رجسیتِ باطنی، ایسے ہی خاتم کو عام رکھئے اور پھر مراتب میں خاتمیتِ مرتبی اور زمان میں خاتمیتِ زمانی اور مکان میں خاتمیتِ مکانی مراد لیجئے۔

حاصل امثلہ مذکورہ:

الحاصل جیسے رِجْس فی حد ذاتہٖ ایک امر واحد ہے پر اپنے مضاف الیہ کے تعدد اور اختلاف کے باعث اس میں تعدد اور اختلاف آ گیا ہے ایسے ہی خاتم میں خیال فرمالیجئے۔اتنا فرق ہے کہ رِجْس خمر وغیرہ پر محمول ہے اور خَاتم ،مراتب اور زمین اور مکان پر بظاہر محمول نہیں پر اہل فہم جانتے ہوں گے کہ یہاں بھی حقیقت میں موضوع کچھ اور ہے گو بظاہر نام پاک محمد ﷺ موضوع معلوم ہوتا ہے اگر خاتمیتِ زمانی مراد لیجئے تو یہ معنی ہیں زَمَانُ مُحَمَّدٍ ﷺ خَاتَمُ زَمَانِ النَّبِیّٖنَ اور (اگر) خاتمیتِ مرتبی مراد لیجئے تو یہ مطلب ہے مَرْتَبَۃُ مُحَمَّدٍ ﷺ خَاتَمُ الْمَرَاتِبِ اور خاتمیتِ مکانی مراد لیجئے تو پھر مطلب ہے کہ مَکَانُ مُحَمَّدٍ ﷺ خَاتَمُ مَکَانِ النَّبِیّٖنَ ہے [1]

---

[1] یہ عبارت پڑھتے ہوئے مجھے پیر قمر الدین سیالویؒ کے وہ الفاظ یاد آئے (باقی اگلے صفحہ پر)

اس لئے کہ بے لحاظ مضاف محذوف ذات محمدی ﷺ ان اوصاف سے منزہ ہے۔ اہل فہم کو اتنا ہی بہت ہے اور حضرت بدایونی کے سامنے تحقیقاتِ شیخ محی الدین (ابن) عربی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہوں تو خرافات ہیں قابل التفات نہیں۔

(جیسے) کسی مفلس کو مربہ سیب کھا کر اناس کا مزہ آ گیا تھا اگر علامہ بدایونی کو تحقیقاتِ اہل حق خرافات نظر آئیں اور یوں فرمائیں کہ قابل التفات نہیں چنانچہ ''تحذیر'' کی نسبت فرما بھی چکے ہیں تو کیا بے جا ہے؟ آخر حضرت ایسے مضامین سے نا آشنا ہیں جیسا وہ مفلس مربہ سیب کے ذائقہ سے نا آشنا تھا۔

اور اگر مثالِ مذکور بوجہِ اتہامِ سوءِ ادبی کسی صاحب کو ذریعۂ زبان درازی ہو تو ہر چند یہ تہمت انہیں لوگوں کے کچھ خیال میں آ سکتی ہے جو آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ سے بقرینۂ خطاب مماثلتِ کفار و نبی ﷺ سمجھتے ہوں اور اس وجہ سے خدا کے ذمہ تہمت تحقیر نبی ﷺ لگائیں۔ مگر ہمارے لئے آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الاحزاب:۵۶) یا آیت كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (النور:۴۱) یا آیت اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ الخ (الحج:۱۸) کافی ہے کیونکہ ان آیات میں بہرطور ایک مفہومِ عام مراد لیا جائے گا وہ معنی حقیقی صلوۃ و تسبیح و سجدہ ہو یا معنی مجازی۔

اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مفہوم ہر ایک موقع میں جدا طرح ظہور کرے مثلاً صلاۃِ ملائکہ استغفار ہے اور صلوۃِ بنی آدم دعا ہے اور صلوۃُ اللہ وہ اور ہی کچھ ہے اس کو رحمت کہو یا یوں تعبیر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو ان سے مولانا کامل الدین نے کتاب ''ڈھول کی آواز'' صفحہ ۱۱۲ میں نقل کئے کہ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا نانوتویؒ کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی قضیہ فرضیہ کو واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے۔

کرو کہ محبت خداوندی بہ نسبت ذاتِ محمدی ﷺ جس مقام سے ناشی ہے وہ مقام مرتبہً فَعَّالٌ لِمَا یُرِیْدُ سے افاضہ برکات حسبِ دِل خواہ کرتا ہے یہ خلاصہ ہے تقریر ثانی صاحبِ تحذیر کا۔

<u>خاتمیت مرتبی کو خاتمیت زمانی لازم ہے:</u>

مگر ان دونوں تقریروں کے دیکھنے والوں کو یہ بات عیاں ہوگئی ہوگی کہ جس جس کی نسبت خاتمیتِ مرتبی میں ثابت ہوگئی ان سب کی نسبت خاتمیتِ زمانی ثابت کرنا لازم ہوگا۔

پہلی تقریر پر تو اس لئے کہ خاتمیتِ مرتبی کو خاتمیت زمانی لازم ہے اور دوسری تقریر پر اس لئے کہ مضاف الیہ لفظی سب کا ایک لفظ النبیین (ہے) جب لفظِ خاتم سے تینوں نوعیں مراد ہیں تو تینوں کا مضاف الیہ متحد ہوگا۔

<u>ہمارے آقا مدنی ﷺ تمام زمینوں کے انبیاء کے خاتم زمانی ہیں</u>

<u>اسی بات کو ثابت کرنے کیلئے تحذیر کو لکھا</u>

مگر صاحبِ تحذیر نے خاتمیتِ مرتبی کو بہ نسبتِ انبیاءِ زمین ھذا ہی مخصوص نہیں رکھا در صورۃ فرضِ صدقِ اثرِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انبیاءِ ماتحت کی نسبت بھی آپ ﷺ کو خاتم مرتبی قرار دیا ہے بلکہ یوں کہو کہ اسی غرض سے رسالہ تحذیر لکھا ہے اس صورت میں خاتمیتِ زمانی ٔ محمدی ﷺ بطورِ صاحبِ تحذیر انہیں انبیاء علیہم السلام کی نسبت خاص نہ ہوگی انبیاءِ ماتحت کے بھی آپ ﷺ خاتمِ زمانی ہوں گے جس سے اوروں کا تقدم زمانی لازم آئے گا۔ اس تقریر سے تو بحمد اللہ فراغت پائی۔

<u>معترضین نے بغیر سمجھے ہماری عبارات پر اعتراضات کئے ہیں:</u>

گذارش مطلبِ ضروری بھی چاہیئے۔ بدایونی صاحب اردو عبارت کا مطلب تو سمجھتے ہی نہیں مطلبِ احادیث و قرآن کیا سمجھیں گے جو قرآن و حدیث کے حوالے دیتے چلے جاتے ہیں (آگے اپنی تحقیقات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ) یہ باتیں سینہ بہ سینہ چلتی ہیں ہر کسی کو نہیں ملتیں۔

ہم پر اعتراض کرنے والے خودرو عالم تھے:

بدایوں والوں میں کوئی یہ تو بتلائے کون سے مفسر و محدث سے یہ فیض پہنچا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے تو بجا پوچھئے دشمن جان، جس کے جواب میں سوا اس کے اور کیا کہئے مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ سوا ان کے (حضرت شاہ ولی اللہؒ کے) خاندان کے ہندوستان میں علم دین کا کوئی خاندان ہی نہیں۔

معترض کی علمی حالت:

عرب میں جا کر ایک دو حدیث سنا کر یا دس پانچ ورق تلاوت فرما کر سند اس کی لے آتے ہیں[1] اگر ہو گی تو بطور مناولہ روایتِ الفاظ احادیث وقرآن جائز ہو گی استنباطِ معانی اور استدلالِ مطالب اتنی بات سے حاصل نہیں ہو سکتے تس پر اِس (علمی استعداد پر) ذہن کی ذکاوت اسی تحریر (قول فصیح) سے ظاہر ہے۔ اس خوبی پر (تحذیر کے) اِن مضامینِ علمیہ میں دخل دینے کا حضرت کو کس نے کہا تھا؟ صیانۂ عوام کا فکر ہے اور اپنی خبر نہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ میں نہیں سمجھتا عبارتِ تحذیر کا مطلب تو جیسا سمجھے وہ سبھی کو معلوم ہو گیا اب ان روایات اور عبارات کے سمجھنے کی

---

[1] الامام الکبیر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ اور دیگر اکابر پر طنز وطعن کرنے والے اور اعتراضات کرنے والے خواہ عبدالقادر و فضل رسول بدایونی ہوں یا احمد رضا خان صاحب سب خودرو عالم ہیں ان کی کل تعلیم عورتوں کی طرح گھر پر ہوئی ہاں برکت کیلئے عرب جا کر ایک دو حدیثیں سنا کر سند لے آتے ہیں احمد رضا خان اس سے بھی محروم ہیں کیونکہ کہتے ہیں میرا کوئی استاذ نہیں ہے۔

قاضی کوٹ گوجرانولہ کا رہنے والا قاضی ضیاء الدین مرزائی بھی اپنے مطالعہ پر اعتماد کرنے سے گمراہ ہوا اس کے ماننے والوں نے لکھا ہے کہ قاضی صاحب کو عربی اور علوم دینیہ میں کافی مہارت تھی اور انہوں نے زیادہ تر علم اپنے گھر میں رہ کر اور مطالعہ کے ذریعے حاصل کیا ہوا تھا (دیکھئے مرزائیوں کی کتاب ''اصحاب احمد'' ج ٦ ص ٢٢)

کیفیت ہی دیکھئے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ بدایونی اپنا مطلب ہی نہیں سمجھتے ایسے خوش فہم اور نہ ہوں گے جو اپنا مطلب ہی نہ سمجھیں تفصیل وار لکھتا ہوں دیکھتے جایئے۔

پہلی حدیث سے استدلال کا جواب:

حدیثِ اول میں فقط اتنی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا سو یہ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے پر یہ کہنا کہ فقط خاتمیتِ زمانی لفظ خاتم کے معنی مطابقی ہیں اس بات کا اس میں اشارہ ہے نہ کنایہ ، چہ جائیکہ تصریح ہو۔

رہی یہ بات کہ امام بخاریؒ نے باب میں آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ کو لیا ہے اس سے بجز اس کے اور کیا نکلا کہ حدیث بوجہِ دلالت مذکورہ خاتمیتِ زمانی کو مناسب ہے مگر خاتمیتِ زمانی پر اکتفا کرنا اور خاتمیتِ مرتبی کا مراد نہ لینا ممکن نہیں کیونکہ زمانہ میں (بالذات) کچھ فضیلت نہیں جو اس کی وجہ سے زمانیات میں فضیلت آئے اور اگر کچھ فضیلت ہے بھی تو اول تو وہ فضیلت عرضی ہے ذاتی نہیں۔ اور صاحبِ تحذیر یہی کہتے ہیں کہ بالذات تاخر زمانی میں فضیلت نہیں۔

اگر زمانہ میں ذاتی فضیلت مانی جائے تو اس میں نبی کریم ﷺ کی مدح ثابت نہیں ہوتی:

دوسرے اِس صورت میں یہ کہنا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی فضیلت میں زمانہ کے محتاج ہیں مولوی صاحب فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ کا احتیاج اور وہ بھی افضلیت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اس صورت میں قصہ منقلب ہوجائے گا۔

اب اور سنئے کہ ان تقریروں کے دیکھنے سے مثلِ آفتابِ نیمروز روشن ہے کہ خاتم النبیین سے خاتمیتِ زمانی سمجھنے والوں کو نہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) عوام سمجھتے ہیں اور نہ ان کو دائرۂ اسلام سے خارج کہتے ہیں وہ (خود) خاتمیتِ زمانی اسی لفظ خاتم النبیین سے ثابت کرتے ہیں پھر کیونکر کہئے ہیں کہ وہ اکابر کی شان میں گستاخ ہیں ان کو عوام سمجھتے ہیں یا دائرۂ اسلام سے خارج کہتے ہیں۔

ان کا مطلب اتنا ہے کہ خاتمیتِ زمانی بقیدِ زمانہ مفہومِ مطابقی اور موضوع لہ حقیقی لفظ

خاتم نہیں ہے باقی خارج از دائرہ اسلام کسی کو نہیں کہتے یہ کام بدایون والوں ہی کو مبارک ہو۔[1]

وصفِ خاتم النبیین مقام مدح میں واقع ہوا ہے:

وہ (امام نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ) فقط اتنا کہتے ہیں کہ وصفِ خاتم وصفِ مدح ہے کیونکہ یہ مقامِ مدح ہے۔ اہلِ اسلام یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ مقامِ مدح نہیں ہے اور جب یہ مقامِ مدح ہے تو پھر خاتمیتِ زمانی کو معنی مطابقی ٔ خاتم نہیں کہہ سکتے تو یہ آیت، مذکورہ معنی کی مؤید ہے۔

علیٰ ھذا القیاس امام قسطلانیؒ کا ارشاد اتنی ہی بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ میں یہ وصف ہے یہ بات حضرت بدایونی نے کہاں سے نکالی ہے کہ خاتم کے معنی مطابقی خاتم زمانی ہے اگر کسی استاد کے شاگرد ہوتے تو کیوں ایسے بہکتے ؟

دوسری حدیث سے استدلال کا جواب:

حدیثِ ثانی:

اس میں کہیں اس بات کی طرف اشارہ نہیں کہ خاتمیتِ زمانی معنی مطابقی خاتم النبیین ہے بلکہ اس میں اگر دلالت ہے تو خاتمیتِ مرتبی کی طرف ہے کیونکہ ایک اینٹ کا کم ہونا ایک مرتبہ کے رہ جانے پر دلالت کرتا ہے اور اس صورت میں امام بخاریؒ کا اس حدیث کو باب خاتم النبیین میں لانا اہلِ فہم کے نزدیک اس جانب مشیر ہوگا کہ ان کے نزدیک لفظ خاتم النبیین خاتمیتِ مرتبی پر دلالت کرتا ہے یہی صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتے ہیں ایسے وقت میں یہ

شعر: ''عدو شود سببِ خیر اگر خدا خواہد'' مناسبِ وقت ہے۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی وضاحت:

رہا صاحبِ ارشاد الساری کا یہ قول اَیُ آخِرُھُمُ الَّذِیُ خَتَمَھُمُ ترجمہ ٔخاتم ہے جیسے

---

[1] کیونکہ اس دور میں تکفیر المسلمین میں اہل بدایوں معروف تھے بعد میں یہ منصب ان سے فاضل بریلوی نے لے کر مجدد برائے تکفیر و تذلیل مسلمان کا لقب پایا۔ اسحاق عفی عنہ

لفظِ خاتم میں اختتام مراتب مراد لے سکتے ہیں ایسے ہی لفظِ آخر سے انتہاءِ مراتب مراد لے سکتے ہیں آخریتِ زمانی ہی کی کیا تخصیص ہے؟ اور اگر آخریتِ زمانی ہی مراد ہے تو ہم کب کہتے ہیں کہ آخریتِ زمانی (لفظِ) خاتم سے مراد نہیں لے سکتے بلکہ ہم آخریتِ زمانی کو مدلل کر کے کہتے ہیں کیونکہ خاتمیتِ مرتبی اس کو مستلزم ہے چنانچہ تحذیر میں موجود ہے۔

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم

علاوہ بریں خَاتَم بفتح التاء کی تفسیر میں جو کچھ ارشادالساری میں ارشاد ہے اس کے مصداق صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) ہی کے طور پر رسول اللہ ﷺ خوب ہو سکتے ہیں چنانچہ تقریرِ تحذیر سے عیاں ہے۔

<u>تیسری اور چوتھی حدیث سے استدلال کا جواب:</u>

حدیثِ سوم حضرت بدایونی بغرض تکثیر مواد امام مسلمؒ کے نام سے حدیثِ ثانی کو مکرر لائے ہیں اور پھر یہ بہانہ تکررِ سند و تغیر بعض الفاظ نمبر چہارم میں بھی اسے ہی ذکر کرتے ہیں شاید یہ کہیں سے سن رکھا ہوگا کہ محدثین کے نزدیک تعددِ حدیث کیلئے تعددِ سند اور تغیر الفاظ کافی ہیں یہ نہ سمجھا کہ مدعا کے حساب سے یہ فرق تعداد اور تکرر کیلئے کافی نہیں۔

<u>پانچویں حدیث کا جواب:</u>

حدیثِ پنجم پر پھر وہی حدیثِ اول ہے جو بروایتِ امام بخاریؒ اول پیش کر چکے ہیں اتنا فرق ہے کہ یہاں بروایتِ امام مسلمؒ ہے سو اس سے بجز تکثیر سواد کچھ حاصل نہیں۔ حدیث والے (اعتراضات) ختم ہو چکے ہیں اب اقوال اکابر اور حوالہ تفاسیر کا نمبر ہے۔

<u>امام فاسیؒ کے قول کا جواب:</u>

اول علامہ فاسیؒ (صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات) کا قول ہے۔ خاتمیت میں تو انہوں نے اتنا ہی فرمایا ہے کہ اسم خاتم الانبیاء کا ماخذ آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی وغیرہ ہے جس کو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے چونکہ مستندِ علامہ اس

بات میں وہی احادیثِ مذکورہ ہیں اگرچہ بعض اور طرف بھی اشارہ ہے تو یہ حوالہ بھی تقریر لا طائل ہے ہاں تکثیرِ سوادِ مشارالیہ البتہ ضرور ہے۔

البتہ خاتمیتِ زمانی کے منجملہ مدائح ہونے کیلئے ان (علامہ فاسیؒ) کا قول علامہ بدایونی کو کسی قدر کارآمد ہے۔ علامہ فاسیؒ فرماتے ہیں کہ خاتمیتِ زمانی میں دوامِ شرع اور دوامِ عمل ہے اور اس میں بہت بڑی تعظیم ہے مگر کوئی علامہ بدایونی سے یہ پوچھے کہ صاحبِ تحذیر کو اس سے کیا نقصان؟ عالمِ شہادت میں خاتمیتِ زمانی کو وہ بھی لازمِ خاتمیتِ مرتبی سمجھتے ہیں اور لازم بھی مساوی۔ چنانچہ ناظرینِ تحذیر کو بشرطِ فہم معلوم ہو گیا ہوگا اور ظاہر بھی ہے کہ لازم اپنے مدلول پر دلالت کیا کرتا ہے مگر دلالت سے دال از قسمِ مدلول نہیں ہو جاتا دھواں آگ پر اور دھوپ آفتاب پر دلالت کرتی ہے مگر کوئی شخص اس علاقہ سے یہ نہیں سمجھتا کہ دال عین مدلول یا از قسمِ مدلول ہے۔

غرض خاتمیتِ زمانی کا بوجہِ دلالت علی الخاتمیۃ المرتبیہ دال علی الفضیلۃ ہونا مسلم، پر اس سے خود منجملہ فضائل ہونا کیونکر نکل آیا؟

سوال: رہی یہ بات کہ خاتمیتِ مرتبی اور چیز ہے اور دوامِ شرع اور دوامِ عمل اور چیز ہے۔

جواب: سو اس کا جواب یہ ہے کہ خاتمیتِ زمانی جب خاتمیتِ مرتبی پر موقوف ہوئی تو دوامِ شرع اور دوامِ عمل بھی اس پر موقوف نکلا اور اس وجہ سے دوامِ شرع و عمل بھی اسی خاتمیتِ مرتبی پر دلالت کرے گا اور اس وجہ سے منجملہ فضائل سمجھا جائے گا۔

ورنہ در صورتِ فرضِ عدمِ خاتمیتِ مرتبی جس کو خاتم المراتب کہیں گے وہی رسول اللہ ﷺ سے افضل ہوگا خدا کو خاتم الانبیاء بمعنی خاتم المراتب کہہ بھی نہیں سکتے ورنہ خدا کا نبی ہونا لازم آئے گا۔ جس سے اسماءِ الٰہی کا توقیفی ہونا باطل ہو جائے گا، اور اس کے ساتھ موصوف بالاوصاف الحادثہ ہونا بھی لازم آئے گا۔ ہو نہ ہو کوئی مخلوق ہی ہوگا اس صورت میں یہ خاتمیتِ زمانی اس کی خاتمیتِ مرتبی کے مقابلہ میں ایسی ہو جائے گی جیسے کسی نوجوان باکمال کے مقابلہ میں کسی کم رتبہ

بوڑھے کا بڑھاپا۔ اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ مثل مشہور بزرگی بفعل است نہ بہ سال صادق آئے گی۔

سوایسی بات جس پر یہ خرابی لازم آئے اور رسول اللہ ﷺ کی بزرگی ہاتھ سے جائے بجز حضرت بدایونی خدا کسی کو نصیب نہ کرے۔

ہاں اگر اس دوامِ شرع کو خاتمیتِ مرتبی پر موقوف سمجھیں اور اس لئے اس پر دال قرار دیں تو البتہ خاتمیتِ زمانی کا فضیلت ہونا ثابت ہوسکتا ہے لیکن اس صورت میں وہی مطلب صاحبِ تحذیر آجاتا ہے جس سے اتنا احتراز ہے۔

غرض دوامِ شرع کو من حیث ھو دیکھئے تو اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ اس دین کی عمر زیادہ ہوجائے اور بوجہ اشارہ خاتمیتِ مرتبی دیکھئے تو پھر تحذیر صحیح ہوجاتی ہے۔

امام بیضاویؒ کے قول کا جواب:

اس کے بعد تفسیر بیضاوی کا حوالہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کی آخریت بطورِ ارشاد الساری ثابت ہوتی ہے اس کے متعلق جو کچھ اوپر معروض ہو چکا (ہے) یہاں کیلئے وہی کافی ہے۔ غرض نہ خاتمیتِ زمانی سے صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو انکار ہے نہ قولِ بیضاویؒ ان (صاحبِ تحذیر رحمہ اللہ تعالیٰ) کے مخالف۔ اول تو خاتمیت کی طرح آخریت کو عام کرسکتے ہیں اور انتہائے زمانۂ نبوت اور انتہائے مراتبِ نبوت مراد لے سکتے ہیں بایں ہمہ معنی مطابقی ہونا خاتمیت زمانی بیضاویؒ کے قول سے کیونکر لازم آیا تفسیر باللازم سب مفسر کرتے چلے آئے ہیں لَایُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ کے متعلق گفتگو معروض ہو چکی ہے۔

علاوہ بریں کلام اللہ میں عقائد اور احکامِ طریقت و شریعت سب کچھ مذکور ہے مگر کتبِ عقائد میں مسائلِ فقہیہ اور کتبِ فقہیہ میں عقائدِ دینیہ مذکور نہیں ہوتے اور اس مذکور نہ ہونے سے کوئی دیوانہ بھی انکارِ مسائل و عقائد، اہلِ عقائد و اہلِ فقہ کی نسبت نہیں سمجھتا اس صورت میں اگر بیضاویؒ میں جو تفسیر ظہرِ قرآن ہے خاتمیتِ مرتبی کا مذکور نہ ہو جو بطنِ آیت ہے تو امام بیضاویؒ کو منکرِ

بطنِ آیت کہنا اپنی خوش فہمی ہے۔ موافق حدیث اِنَّ لِکُلِّ آیَۃٍ ظَھْرٌ وَبَطْنًا[1] اگر کوئی شخص ظاہرِ قرآن کیلئے بطن بتلا دے تو اس کا انکار کیوں کیجئے؟

﴿حضور اقدس ﷺ امت کے حق میں باپ ہیں اور صاحبِ تحذیر اس کے مثبت اور مدلل ہیں﴾

دوسری بات بیضاویؒ کے متعلق استدراک مذکور ہوئی ہے یعنی اَبَا اَحَدٍ سے جو استدراک بلفظِ رَسُوْلُ اللّٰہِ کیا تو اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہر رسول بوجہ شفقت و نصیحت امت کے حق میں باپ ہوتا ہے یہ بات بھی مسلم۔ صاحبِ تحذیر اس کے منکر نہیں بلکہ اس کے مثبت ہیں جو خاتمیتِ مرتبی کے وسیلہ سے ابوۃِ روحانی ثابت کر کے شفقت کو مدلل کر رہا ہے دلیل کا بیان کرنے والا منکرِ مدلول نہیں ہوا کرتا بلکہ مثبتِ مدلول ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شفقت و محبت بے وجہ نہیں ہوتی بے سبب ان کا وجود عاقل کے نزدیک متصور نہیں وہ سبب قرابت ہو یا جمال ہو یا کمال یا کچھ اور۔ سو اگر علامہ بدایونی اس ابوۃِ روحانی کو نہ مانیں تو اور وجہِ وجیہ بیان تو فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اور اس کا جواب:

اس کے بعد بحوالہ معالم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مرقوم ہے کہ بوجہ خاتمیت زمانی رسول اللہ ﷺ کو فرزند عنایت نہ ہوئے۔

جواب: مگر حضرت عاقل بدایونی سے کوئی پوچھے کہ یہ بات صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو کیا مضر ہے؟ اور ان کو کیا مفید؟ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) خود اس کے مقر ہیں ہاں آپ خاتمیتِ زمانی کو بمعنی حقیقی مطابقی خاتم النبیین کہتے ہیں وہ کیونکر لازم آیا؟

بعد اس کے وہ وہی حدیثِ قَصْر و لَبِنَۃ ہے جس سے خاتمیتِ مرتبی اول ثابت ہوتی ہے اور خاتمیتِ زمانی بعد میں۔

---

[1] صحیح ابن حبان طبع بیروت کتاب العلم ص ۱۳۴ رقم الحدیث ۷۵، اور مشکوۃ شریف پر اس سے ملتی جلتی حدیث موجود ہے۔ اسحاق

اس کے بعد تفسیر   کا حوالہ ہے جس سے وہی فرزند کا عطا نہ ہونا بوجہِ خاتمیت زمانی نکلتا ہے سو صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) اس کو تسلیم کرتے ہیں اور بدلیلِ خاتمیتِ مرتبی خاتمیتِ زمانی ثابت کرتے ہیں۔

اس کے بعد تفسیر نیشاپوری اور تفسیر کبیر کے حوالہ سے توجیہِ استدراک بوجہِ شفقت بیان کی جاتی ہے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ یہاں علتِ شفقت کیا ہے؟ کوئی ہوتو حضرت کو سمجھائے کہ علتِ شفقت وہی ابوۃِ روحانی ہے جس کو خاتمیتِ مرتبی لازم ہے اور اس کو خاتمیتِ زمانی لازم۔ یہ سب حوالے صاحبِ تحذیر کے موافق ہیں مخالف ایک (بھی) نہیں مگر ہاں دیکھنے کو چشمِ بینا چاہئے۔

اس کے بعد مقاصد اور شرحِ مقاصد اور کتاب تمہید اور شرحِ عقائدِ نسفی کے حوالے ہیں جن سے اس سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا کہ لفظِ خاتم النبیین خاتمیتِ زمانی پر دلالت کرتا ہے سو یہ وہ بات ہے جس کو صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) خود تحذیر میں لکھ چکے ہیں ان کا قصور نہیں۔

ے   چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

<u>ہمارے نزدیک خاتمیتِ زمانی عینِ ایمان ہے:</u>

اس کے بعد علامہ قسطلانیؒ اور علامہ زرقانیؒ کے حوالے ہیں ان سے بھی یہی نکلتا ہے کہ آپ خاتمِ زمانی ہیں یا یہ کہ خاتمیتِ زمانی پر لفظِ خاتم النبیین دلالت کرتا ہے یہ دونوں باتیں صاحبِ تحذیر کے نزدیک عینِ ایمان ہیں تحذیر الناس اس پر شاہد ہے مگر کہا کرتے ہیں ع

دیوانہ راموئے بس است

علامہ بدایونی کو بھی بہانہ چاہئے: شعر

روکنے کو بلائیں اب تو خیر ہے صاحب

لگایا ہاتھ کس نے آپ کے زلفِ پریشان کو

عربی میں تو عاقل بدایونی نے اپنی لیاقت کو ظاہر کر لیا اب سلیقہ فارسی دانی کا بھی اظہار کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارات سے استدلال:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدارج کی عبارت اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ کی عبارت نقل فرماتے ہیں جن سے بوسیلہ آیت خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ کا خاتم زمانی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جواب: مگر اہل فہم کو معلوم ہو چکا کہ صاحب تحذیر خود اس آیت سے آپ ﷺ کی خاتمیتِ زمانی ثابت کر چکے ہیں پھر کس لئے عاقل بدایونی نے اوراق سیاہ کرنے پر کمر باندھی ہے اگر ردِ مضمونِ تحذیر منظور تھا تو کسی دلیل سے خاتمیتِ زمانی کا مفہومِ مطابقی ہونا اور معنی حقیقی ہونا بہ نسبت لفظِ خاتم النبیین ثابت کرنا تھا مگر یہاں تو الٹی صاحب تحذیر کی تائید نکلتی ہے اب مزہ کریں

چیلنج

﴿خاتم النبیین کا خاتمیتِ زمانی پر معنی مطابقی سے بطورِ حقیقت دلالت کرنا بالکل ثابت ہی نہیں﴾

اس کے بعد گذارش ہے کہ خاتم النبیین کا خاتمیتِ زمانی پر بالمطابقۃ دلالت کرنا وہ بھی بطورِ حقیقت کوئی بیوقوف ہی سمجھے تو سمجھے عقلاء سے تو یہ امید بے جا ہے خاص کر محققین زمانۂ سابق کے کلام سے یہ امید مثل امیدِ محالات ہے کیونکہ لفظِ خاتم کا مطلق ہونا اور انواع خاتمیت کا اس کے ماتحت داخل ہونا خود ان الفاظ سے ہی ظاہر ہے۔

ہاں ایک بات متصور ہے کہ علامہ بدایونی صاحب تحذیر کی ضد میں رسول اللہ ﷺ کی افضلیت کا در پردہ انکار نہ کریں علی الاعلان انکار کریں تا کہ خاتمیتِ مرتبی کا انکار موجّہ ہوجائے اور آیت: اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (الطلاق:۱۲) اور احادیث مشعرہ تعددِ اراضی کے منکر ہو جائیں تا کہ خاتمیتِ مکانی کے انکار کی گنجائش نکلے اس کے بعد ایک خاتمیتِ زمانی ہی رہ جائے گی مگر یہ تھا (یعنی جس طرح) انواعِ حیوانی میں سے اگر سوائے انسان اور نوع باقی نہ رہے تب بھی مفہومِ حیوان جنس ہی رہے گا مفہومِ مطابقی انسان نہ ہو جائے گا ایسے ہی یہاں خیال فرمایئے۔

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا جواب:

اس کے بعد علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ذکر فرماتے ہیں جس سے وہی خاتمیتِ زمانی نبوی ﷺ بوسیلہ آیتِ خاتم النبیین نکلتی ہے جو محل نزاع ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اس جملہ سے اسی مضمون کو ثابت کیا ہے اور اس کے منکر کو کافر کہا ہے بوجہ دقتِ مضامینِ تحذیر عاقل بدایونی نہ سمجھیں تو وہ کیا کریں۔ ع

ے چشمہ آفتاب را چہ گناہ

ہاں اس عبارت میں ایک عبارت ایسی بھی ہے جس سے بظاہر کم فہموں کو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ اب اور نبی کا پیدا کرنا خدا کی قدرت سے خارج ہے نعوذ باللہ اس لئے اس (عبارت) کو نقل کر کے اس وہم کی مدافعت کئے دیتا ہوں عبارت یہ ہے:

وہماں جہتہا کہ از طریق تواتر رسالت او پیش از ماہداں درست شدہ است ایں نیز درست شد کہ وی باز پسیں پیغمبراں است در زمانِ او وتا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد وہر کہ دریں بشک است وآں کس کہ گوید بعد ازیں نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود، وآں کس کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافر است ا ھ انتہی (**المتعمد فی المعتقد لابی** عبداللہ فضل اللہ التورپشتی ص ۱۰۶)

ایسی ہی عبارت سے شاید مولوی فضل رسول کی امت کو دھوکہ ہوا ہے کہ اب کسی نبی کا ہونا قدرتِ خداوندی سے خارج ہے نعوذ باللہ۔

امام تورپشتیؒ کی مذکورہ عبارت کا جواب:

مسئلہ امکان: امکان کے تین معانی ہیں

اہل فہم سے یہ گذارش ہے کہ محاورہ میں ممکن نہ ہونے کے تین معنی ہوتے ہیں:

پہلا معنی: ایک تو یہ کہ چیز محال ذاتی اور ممتنع بالذات ہے یعنی خدا کی قدرت سے خارج ہے۔

دوسرا معنی: دوسرا یہ کہ بذات خود تو کوئی چیز ممکن ہو مگر کسی امر خارجی کے باعث اس کا ہونا ممکن نہیں۔

تیسرا معنی: تیسرا یہ کہ عالم میں اس کے نہ ہونے کا یقین ہو،

علامہ کے کلام میں تیسرا یا دوسرا معنی مراد ہوسکتا ہے پہلا ہرگز نہیں:

سو علامہ تورپشتیؒ کے کلام میں جملہ "آنکس کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافراست" میں معنی اخیر مراد ہے چنانچہ قرینہ شک جس کا ذکر اوپر ہے اس پر شاہد ہے۔ مطلبِ علامہ یہ ہے کہ ایمان کی شرط یہ ہے کہ آگے کو انبیاء علیہم السلام کے نہ ہونے کا یقین ہو۔ اگر اس میں تردد ہوگا تو خاتمیتِ زمانی پر ایمان نہ ہوگا، اور آیت خاتم النبیین سے انکار لازم آئے گا۔

اور اگر معنی ثانی مراد لیجئے تب بھی گنجائش ہے مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ بعد رسول اللہ ﷺ انبیاء کا پیدا کرنا خدا کی قدرت میں داخل ہے پر بوجہِ وعدہ مندرجہ جملہ خاتم النبیین یہ امر محال ہوگیا ہے۔

معنی اول مراد نہیں ہوسکتا، اس کی عقلی دلیل:

لیکن معنی اول کو مراد لینے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ قائلِ امکان کو علامہ کا کافر کہنا جملہ خاتم النبیین کے باعث ہے سو اس جملہ کو خبرِ آئندہ کہئے یا وعدہ کہئے بہرحال عدمِ وقوع ہی پر دلالت کرے گا عدمِ امکانِ ذاتی پر دلالت نہ کرے گا بلکہ امکانِ ذاتی پر دلالت کرے گا کیونکہ وعدہ ایسی چیز کا کیا کرتے ہیں جس کا کرنا نہ کرنا دونوں اختیار میں ہوں قدرت سے خارج نہ ہوں

رہی خبر اس کی بنا تقدیر پر ہوگی یعنی نقشۂ عالم میں جو ازل سے تیار کر رکھا ہے بعد رسول اللہ ﷺ اور نبی کا پتہ نہیں مگر تقدیر کی بنا ارادۂ ازلی کے نقشہ کشی پر ہے اور ظاہر ہے کہ ارادہ جس چیز کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اس کی دونوں جانبیں وجودی اور عدمی ارادہ کو برابر ہوتی ہیں۔

اور اگر تقدیر پر اس قصہ کو مبنی نہ رکھئے تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا تقدیر سے خارج ہوگا نعوذ باللہ۔ اور اگر یوں کہئے کہ علم کو ارادہ کیا ضروری ہے؟ تو اس کا یہ جواب ہے کہ علم انفعالی کو

ارادہ ضروری نہیں اگر معلوم سامنے آجائے تو بے ارادہ بھی علم ہو جاتا ہے۔ پر علم فعلی کو لازم ہے وہ ہے خدا کا علم فعلی۔ ورنہ خدا کے افعال کا اضطراری ہونا لازم آئے گا اور سب اہل ایمان جانتے ہیں کہ خدا کا علم فعلی ہے یعنی جیسے مکان کا نقشہ ارادہ سے بناتے ہیں ایسے ہی خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ سے نقشۂ عالم بنالیا ہے وہ نقشہ ہی خدا تعالیٰ کی معلومات ہیں علم انفعالی نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ معلومات پہلے سے موجود تھیں خدا تعالیٰ کے سامنے آگئیں اس لئے ان کا علم ہو گیا کیونکہ اس صورت میں وہ معلومات یا تو بذاتِ خود موجود ہوں گی جس سے ان کی خدائی لازم آئے گی یا کسی اور خدا کی مخلوق ہوں گی نعوذ باللہ اور علم فعلی کہیئے تو کوئی خرابی نہیں۔ ارادہ ازل میں موجود تھا پھر کیا خرابی ہے؟ حدوث کا لزوم جب متصور تھا کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ قدیم نہ ہوتا۔

القصہ! امکان کے اس مقام پر معنی ثانی مراد ہیں یا معنی ثالث۔ پر معنی اول ہرگز مراد نہیں ہو سکتے اور کیونکر (مراد) ہوں مفاد خاتم النبیین **عدم الوقوع فی الزمان المستقبل** ہے جس کا خلاصہ دوامِ سلب ہے اور ظاہر ہے کہ نقیض دوام، فعلیۃ ہوتی ہے اس لئے دوامِ عدمِ وقوع کی نقیض وقوع ہوگا نہ امکان جو اس عدمِ وقوع سے عدم امکان اور امتناع سمجھ لیجئے۔

<u>بدایونی صاحب کا ارشاد:</u>

اب گذارش یہ ہے کہ بعد نقل احادیثِ مشار الیہا اور اقوالِ مذکورہ کے عاقل بدایونی بطورِ نتیجہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بموجب ان عبارات کے آپ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ سب انبیاء علیہم السلام کے زمانہ کے بعد ہے اور باوجود ہونے مقام مدح کے خاتمیت باعتبارِ تاخرِ زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔

جواب: مگر اہل فہم پر بخوبی روشن ہو چکا کہ خاتم زمانی کا مفہوم مطابقی ہونا ایک عبارت سے بھی ثابت نہ ہوا۔ ثابت ہوا تو یہ ہوا کہ یہ عبارات خاتم زمانی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ سو صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) یہ بات خود لکھ چکے ہیں ان عبارات سے ان کا کیا نقصان ہوا بلکہ اور تائید ہو گئی۔

رہی مدح کی بات اگر بایں وجہ ہے کہ خاتمِ زمانی ہونا اس پر دلالت کرتا ہے تو اس میں صاحب تحذیر پر کیا اعتراض ہوا جو حضرت عاقل بدایونی اتنے خوش ہیں وہ (صاحب تحذیر رحمہ اللہ تعالیٰ) خود کہتے ہیں کہ خاتمیتِ زمانی خاتمیتِ مرتبی کو لازم ہے اور پھر لازم بھی مساوی چنانچہ ظاہر ہے۔ شبہ ہو تو تقریر تحذیر کو دیکھ لیجئے اور سب جانتے ہیں کہ لازمِ مساوی اپنے ملزوم پر قطعی دلالت کیا کرتا ہے دھواں دیکھ کر آگ کے وجود میں اور دھوپ دیکھ کر طلوعِ آفتاب میں کسی کو شک نہیں رہتا اگر رہتا ہو تو شاید بدایوں میں رہتا ہوگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خاتمیتِ مرتبی بالذات فضیلت ہے۔ وہ (خاتمیت مرتبی) بھی ایسی کہ کوئی فضیلت اُس کے برابر نہیں ہوسکتی۔

<u>خاتمیتِ زمانی کو بالذات افضل ماننے کا انجام اچھا نہیں ہے:</u>

اور اگر بایں غرض ہے کہ خاتمیتِ زمانی بالذات فضیلت ہے تو اول تو اس بات کا انجام یہ نکلے گا کہ زمانۂ آخر بالذات افضل ہے رسول اللہ ﷺ اس زمانہ کی وجہ سے افضل ہو گئے ہیں مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو بالذات افضل نہیں سمجھتا (بلکہ آپ ﷺ کو) فضیلت میں زمانہ کا محتاج سمجھتا ہے۔ ایسا اعتقاد (ہمیں تو بالکل قابل قبول نہیں ہاں) بدایوں والوں کو ہی مبارک رہے۔

<u>ہمارا عقیدہ:</u>

ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کون و مکان، و زمین و زمان کو آپ ﷺ سے شرف ہے آپ ﷺ کو ان سے (بالکل) شرف نہیں۔

دوسرے یہ بات تو عباراتِ مرقومہ سے بھی ثابت نہ ہوئی اگر ثابت ہوئی تو یہ ہوئی کہ اس صورت میں دوامِ شرع ہوگا مگر ہم کہتے ہیں کہ دوامِ شرع کی علت وہی خاتمیتِ مرتبی ہے ورنہ لازم تھا کہ جو خاتم المراتب ہو اسی کو خاتمِ زمانی رکھتے تا کہ اعلیٰ کا ادنیٰ سے نسخ لازم نہ آئے دوسرا اس صورت میں افضلیتِ نبوی ﷺ باطل ہو جائے گی چنانچہ اوپر مرقوم ہو چکا ہے۔

القصہ! دوامِ شرع کا مآل بھی خاتمیتِ مرتبی ہی کی طرف ہے جیسا کہ خاتمیتِ زمانی کا

مآل خاتمیتِ مرتبی کی طرف تھا یعنی جیسے علتِ خاتمیتِ زمانی خاتمیتِ مرتبی تھی ایسے ہی دوام ِ شرع کی علت بھی وہی ہے ورنہ فقط دوامِ شرع بجز طولِ عمر اور کیا فضیلت ہوگی؟

مثال: عاقلوں کے نزدیک یہ ایسا قصہ ہے جیسے حکامِ ماتحت کے احکام وقتِ مرافعہ حکامِ بالادست کے احکام سے منسوخ ہوجاتے ہیں اور اس وجہ سے حاکمِ بالا دست کے احکام دائم قائم رہتے ہیں۔ مگر ہر شخص اس بات سے یہی سمجھتا ہے کہ مرافعہ والے حاکم حکامِ ماتحت کی بہ نسبت حاکمِ بالا دست ہیں اِن کی حکومت کا سلسلہ اُن پر ختم ہوتا ہے اور اس وجہ سے اُن کو اِن سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں ایسے ہی اس دوامِ شرع سے جو بعد نسخِ شرائعِ سابقہ پیش آیا ہے یوں سمجھئے کہ رسول اللہ ﷺ خاتم المراتب ہیں آپ ﷺ احکامِ نبوت میں بمنزلۂ حاکم مرافعہ ہیں کہ سب کے بعد اُس (حاکمِ مرافعہ) کی نوبت آتی ہے اور سب کے احکام پر اُس (حاکم مرافعہ) کے احکام غالب رہتے ہیں پھر کبھی منسوخ نہیں ہوتے ہیں ہمیشہ رہتے ہیں۔

غرض یہ دوامِ شرع کا قصہ بالبداہت خاتمیتِ مرتبی کی جانب مشیر ہے اور اس وجہ سے منجملہ فضائل سمجھا جاتا ہے بذاتِ خود کوئی فضیلت نہیں علامہ فاسیؒ نے بوجہ بداہت تفصیل نہ کی۔

<u>علامہ بدایونی سے سوال:</u>

عاقل بدایونی دوام شرع کو بالذات فضیلت سمجھ گئے کوئی ان سے پوچھے کہ جو احکامِ سابقہ منسوخ نہیں ہوئے کیا ان کی وجہ سے انبیاءِ (زمانہ) سابق کو افضل کہہ سکتے ہیں اگر یہ امر (دوامِ شرع) موجبِ فضیلت بالذات ہو تو لازم آتا ہے کہ انبیاء گذشتہ علیہم السلام رسول اللہ ﷺ سے افضل ہوں کیونکہ ان کے احکام کا دوام رسول پاک ﷺ کے احکام کے دوام سے زیادہ ہے۔

الغرض دوام اگر فضیلت پر دلالت کرتا ہے تو بوجہِ نسخ دلالت کرتا ہے اور نسخ اگر دلالت کرتا ہے تو اس وجہ سے دلالت کرتا ہے کہ وہ حکومت بالادستی یعنی خاتمیتِ مرتبی پر دلالت کرتا ہے اور اگر یہ نہ ہو اور اس کا لحاظ نہ کیا جائے تو پھر آخریتِ زمانی لاریب نہ منجملہ فضائل ہے نہ اس مقام پر (یعنی آیت خاتم النبیین میں) چسپاں کہ ابوۃ سے استدراک ہو اور آخریت زمانی کا مذکور ہو۔

شفقت کا حال سنئے اگر ابوۃِ معنوی جس کو صاحبِ تحذیر نے بکمالِ متانت ثابت کیا ہے اس مقام پر تسلیم نہ کی جائے تو پھر شفقت کی کیا وجہ؟ اگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ ابوۃ نہ مانئے تو باہم مومنین میں اخوۃِ ایمانی کی بھی کوئی صورت نہیں کیونکہ اخوت بے ابوۃ متصور نہیں (اور) خدا کو والد اور اب کہہ نہیں سکتے انبیاء علیہم السلام کو نہ کہئے تو کس کو لائیے؟

غرض ابوۃِ مذکورۃ موجبِ محبت وشفقت ہے ورنہ امتیوں سے اور کوئی رشتہ ضرور نہیں اگر ہے تو وہ بنی نوع ہونے کا ہے اس میں سب برابر ہیں انبیاء علیہم السلام ہی کو کیا زیادہ قرابت ہے جو اتنی زیادہ بے قراری ہے اس وجہ سے محبت وشفقت ہو تو اتنی ہی ہو جتنی اوروں کو ہوا کرتی ہے سوا اس کے (امتیوں میں) جمال نہیں کمال نہیں احسان نہیں۔

غرض وجوہِ محبت میں سے امت میں ایک بھی نہیں جس کی طرف اس شفقت کو منسوب کر دیجئے بے اس کے کہ خاتمیتِ مرتبی جس کو ابوۃِ روحانی اور ابوۃِ ایمانی لازم ہے تجویز نہ کیجئے تو کوئی مدح نکل سکتی ہے اور نہ استدراک صحیح ہو سکتا ہے اور ظاہر بھی ہے کہ اس صورت میں خاتمیت زمانی کا ذکر محض لغو اور از قسم زیادہ گوئی ہوگا جس کی طرف صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اشارہ فرمایا ہے۔

اس کے بعد جو عاقل بدایونی نے بذریعہ شفقت استدراک کو درست کہا اور رسول اللہ ﷺ کو بمنزلہ اس اب کے رکھ کر جو جانتا ہو کہ اس کی اولاد کے حق میں دوسرا قائم مقام اس کا نہیں خاتمیتِ زمانی کو فضائل میں سے رکھا اور بزعم خود صاحب تحذیر پر اعتراض کیا تو ہم نہیں جانتے کیوں کیا اور کیا سمجھے؟ خود اپنی زبان سے باتیں کرتے ہیں جن سے خاتمیتِ زمانی کا بالنظر الی الذات فضیلت ہونا باطل ہوتا ہے اور صاحبِ تحذیر کو ملحد و بے دین کہتے ہیں۔

<u>عاقل بدایونی کا ایک اور اعتراض:</u>

اس کے بعد عاقل بدایونی ایک اور اعتراض کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) خاتمیتِ زمانی کو کمالات میں سے نہیں سمجھتے حالانکہ احادیثِ صحیحہ سے یوں

معلوم ہوتا ہے کہ خاتمیتِ زمانی منجملہ کمالات وفضائل ہے اس لئے کہ مقامِ اختصاص وامتنان میں اس کو بیان فرماتے ہیں۔

جواب: ہر چند یہ اعتراض وہی ایک بات ہے جس کو عاقل بدایونی برابر گائے چلے آتے ہیں اور اس لئے جواب کی حاجت تو نہیں کیونکہ اس کا جواب بھی پہلے مرقوم ہو چکا مگر ہم بھی ان کے طریقہ پر چلتے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ میں یا تو یہی لفظ ''خَاتَمُ النَّبِیّیْنَ'' ہے یا ''خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ'' وغیرہ ہیں یا اس کے ساتھ ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' وغیرہ الفاظ بھی ہیں جس سے آپ ﷺ کے زمانہ کے بعد انبیاء کا نہ ہونا بتصریح نکلتا ہے۔

پہلے الفاظ تو مثل آیۃ خاتم النبیین متنازع فیہ ہیں صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) وہاں بھی وہی کہتے ہیں جو آیت میں کہتے ہیں اور جہاں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وغیرہ الفاظ ہیں تو وہاں الفاظ مشعرہ خاتمیتِ زمانی بنے، پر اس کو ایسا سمجھئے جیسا کہا کرتے ہیں ''فلاں بادشاہ ہے'' اس کے یہاں مرافعہ ہوتا ہے اور یہ کچھ حکم لگا دے تو پھر اس کے بعد اور کوئی اس کے حکم کو توڑ نہیں سکتا۔

ظاہر ہے کہ بعد اس کے حکم کی آخریتِ زمانی اس بات کا نتیجہ ہے کہ وہ بادشاہ ہے اور بادشاہ اس کو کہتے ہیں جو خاتمِ مراتبِ احکام ہو اور دوامِ حکم اس کو لازم ہو اور لازم بھی کیسا؟ بَیِّـن۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ بادشاہت بمعنی دوام حکم نہیں۔

الغرض احادیث میں خاتمیتِ مرتبی کا مراد لینا زیادہ تر ضرور ہے کیونکہ وہاں مقام مدح کا ہونا زیادہ واضح ہے شاید صاحبِ تحذیر بھی وہیں سے یہ بات سمجھے ہوں گے مگر علامہ بدایونی نہ سمجھے اور کیونکر سمجھیں کسی استاد سے پڑھا ہو تو سمجھیں۔

<u>بدایونی نقش پائے آباء پر:</u>

اس کے بعد عاقل بدایونی نے سنتِ آبائی کو کام فرمایا۔ دشنامِ چند، نامۂ اعمال میں لکھے اس کے جواب میں حسبِ ہدایتِ آیت: وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا[الفرقان :۶۳] بندہ ان کی طرف تسلیمات عرض کرتا ہے مگر ہاں جو کچھ پیرایہ اعتراض میں لکھا ہے اس کا

جواب عرض کرتا ہوں۔

صاحبِ تحذیر نے لکھا تھا کہ فقط خاتمیتِ زمانی مراد لیجئے تو کلامِ خداوندی بے ربط ہوجائے گی (تحذیر ص۴۲) اس پر عاقل بدایونی اعتراض کرتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ خدا کے کلام کو نہ رسول اللہ ﷺ کچھ سمجھے، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم، نہ کوئی مفسر سمجھا، نہ کوئی محدث۔

جواب: اور یہ حضرت بدایونی کا اعتراض ان احادیث واقوال پر بھی ہے جو اوپر مرقوم کر چکے ہیں اور بندۂ درگاہ (صاحبِ تحذیر رحمہ اللہ تعالیٰ) ان کی رو سے اسی خاتمیتِ مرتبی کو ثابت کر چکا ہے اس لئے اس اعتراض کا جواب بھی یہ ہے کہ سب سمجھیں پر ایک آپ (علامہ بدایونی) ہی اپنی شامتِ تقدیر سے نہ سمجھیں۔

حضرت نانوتویؒ کی تفسیر مولانا رومؒ، شیخ ابن عربیؒ اور حضرت مجددؒ کی تفسیر کے موافق ہے:

اس وقت مناسب یوں ہے کہ ہم اولیاءِ کرام کی تفاسیر سے بھی یہ متنبہ کردیں اگرچہ اس مقام میں نقل عبارات کی گنجائش نہیں حضرت محی الدین ابن عربی اور مولانا روم، اور مولانا بحر العلوم اور حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارھم اور حضرت شیخ عضدالدین امروہی قدس اللہ سرہ وغیرہ سب کے سب خاتم النبیین کی وہی تفسیر کرتے ہیں جو صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے کی ہے۔

قاضی بیضاویؒ وغیرہ اگر مفسر کلام اللہ ہیں تو یہ (مذکورہ بالا اولیاء اللہ) مفسر بطن کلام اللہ ہیں۔ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے دونوں کو اس آیت (کی تفسیر) میں جمع کر دیا ہے پر حضرتِ عاقل بدایونی نہ اولیاء اللہ کی سنیں نہ علماء کی اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں

﴿امام نانوتویؒ اور ان کے متبعین سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اللہ کے عقیدت مند ہیں﴾

حاصلِ تقریر (علامہ بدایونی) یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم المراتب مت کہو ان کا رتبہ اتنا (بلند) نہیں۔ انصاف سے دیکھئے کہ یہ اس تہمت کا جواب ہے جو متبعانِ سنت کے ذمہ (بدایونی، رضاخانی گروہ) لگاتے تھے خدا تعالیٰ نے حق کو حق کر دکھلایا سب کو معلوم ہوگیا کہ رسول

اللہ ﷺ کا کون زیادہ معتقد ہے اور اولیاء کی کون مانتا ہے؟

<u>بدایونی اعتراض:</u>

اس کے بعد عاقل بدایونی پھر سنتِ آبائی کو کام فرماتے ہیں اور ایک صفحہ گالیوں سے بھر کر اعتراض کرتے ہیں تو اتنا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو متاخر المراتب نہیں کہہ سکتے اس کے سوا جو کچھ ہے یا وہ دشنام ہے یا وہی پرانی بات ہے۔

جواب: اس کے جواب میں بجز اس کے اور کیا کہئے کہ واقعی حضرت بدایون میں رہتے ہیں۔ اجی حضرت! نہ تو ہر جا تقدم موجبِ شرف ہے نہ ہر جگہ تاخر موجبِ فضل۔ اگر ادنی سے اعلیٰ کی طرف جائیں اور کمتر سے افضل کی طرف حرکت ہو تو آخر اشرف ہوگا اور اگر اعلیٰ سے اَدْوَن کی طرف آئیں اور اوپر سے نیچے کی طرف حرکت ہو تو اول اشرف ہوگا۔ افادہ کے لحاظ سے تو اول اشرف ہوگا کیونکہ یہاں علت سے معلولات کی طرف جاتے ہیں اور علت معلولات سے اشرف ہوتی ہے اسی بنا پر خدا کو اول کہتے ہیں اور کلام اللہ میں ہے ''هُوَ الْاَوَّلُ'' اور رسول اللہ ﷺ اپنی نسبت اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ [1] فرماتے ہیں۔

---

[1] نبی پاک ﷺ کے نور کی طرف اولیت کی نسبت اضافی ہے کیونکہ صحیح حدیث سے قلم تقدیر کیلئے اولیت حقیقی ثابت ہے چنانچہ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ الحدیث (ابوداود ج۲ص۲۹۰، ترمذی ج۲ص۱۶۷، طیالسی ص۱۷) کتبِ حدیث وتاریخ میں قلم کے علاوہ عرش اور عقل کی طرف بھی اول المخلوقات ہونے کی نسبت کی گئی ہے امام ملاعلی قاریؒ نے مرقات ج۱ص۱۴۶ اور جمع الوسائل میں اول المخلوقات میں آپ ﷺ کے نور کا بھی ذکر کیا ہے لیکن خود ان کی کتب میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ نور سے مراد روح ہے کیونکہ جس طرح حدیث میں آپ کے نور کی اولیت کا ذکر ہے اسی طرح روح مبارک کی اولیت کا بھی ذکر ہے امام ملاعلی قاریؒ دونوں روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں کا معنی ایک ہی ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

اور استفادہ کے لحاظ سے اول ادون ہوگا اور آخر اشرف ہوگا کیونکہ یہاں مستفید کو اول کہیں گے اور مستفید اور مفاد جو معروض اور معلول ہوتے ہیں مفید سے جو علت ہوتا ہے کمتر ہوتا ہے۔

اگر وقت شب چاندنی زمین پر دیکھ کر اس کا تجسس کریں کہ یہ نور زمین میں کہاں سے آتا ہے تو زمین کے بعد چاند آئے گا پھر اس کے نور کا تجسس کریں گے کہ کہاں سے آیا تو آفتاب پر پہنچیں گے اور ظاہر ہے کہ چاند نور میں زمین سے افضل ہے اور آفتاب چاند سے اشرف اور اسی بنا پر خدا تعالیٰ کو آخر کہتے ہیں اور کوئی کیا کہے وہ خود فرماتا ہے: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ [الحدید:۳] اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بمعنی خاتم المراتب کہہ سکتے ہیں اور اسی تقدم و تاخر کو حدیث نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ میں لحاظ کر سکتے ہیں بلکہ لحاظِ آخریت اور سابقیتِ زمانی سے یہ لحاظ اولیٰ ہے۔ کیونکہ آخریت و اولیتِ خداوندی سے یہی مناسب ہے اور محبوبِ خدا ﷺ کیلئے وہ وصف جو شان خدا کے مناسب ہو تجویز کرنا زیادہ تر مناسب ہے تاکہ بحکمِ مناسب محبوبیت موجہ اور مدلل ہو جائے۔

یہ تو ہو چکا ہے اب یہ گذارش ہے کہ خدا کے اول و آخر ہونے سے اہل بدایوں بھی انکار نہیں کر سکتے کیونکہ کلام اللہ میں موجود ہے اور یہ بھی ہم توقع رکھتے ہیں کہ تمام اہلِ اسلام اگرچہ بدایوں والے بھی کیوں نہ ہوں خدا تعالیٰ کو مکان و زمان سے منزہ ہی سمجھتے ہوں گے اس صورت میں اولیت و آخریتِ مکانی و زمانی تو ہو ہی نہیں سکتی اولیت و آخریت مرتبی ہی سمجھنے پڑے گی۔ اب عاقل بدایونی فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ میں تو تاخر مرتبی کی گنجائش نہ تھی خدا تعالیٰ میں کیونکر نکل آئی اگر عوام تاخرِ مرتبی کو بلحاظ افادہ ہی استعمال کرتے ہیں اور اسی لئے آپ کو یہ اعتراض ہے تو اول تو عوام کے ساتھ ہو کر عوام ہی میں داخل ہونا پڑتا ہے، دوسرے خدا تعالیٰ کی آخریت کا نعوذ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کیونکہ روح نورانی چیز ہے تو مطلب یہ ہوا کہ سب ارواح سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا کیا [مرقات ج ۱ ص ۱۶۷ طبع ملتان] محمد اسحاق

باللہ انکار لازم آتا ہے۔

تیسرے اس کا کیا جواب ہے کہ اگر یہی اتباعِ عوام ہے تو عوام تو لفظِ ذکر، انثیٰ قبل، دبر، فرج وغیرہا کو بھی معانی معلومہ میں منحصر سمجھتے ہیں کلام اللہ وحدیث میں جو اور معانی میں یہ الفاظ مستعمل ہیں تو کیا عاقل بدایونی عوام ہی کے معانی وہاں بھی مراد لیں گے۔

بایں ہمہ اگر تاخرِ مرتبی آپ کے نزدیک موہم توہین بنا تو خاتمیتِ مرتبی تو محاورہ میں بھی تعظیم ہی پر دلالت کرتی ہے اگر کرنا تھا تو آخریتِ مرتبی کو اس پر محمول کرنا تھا خاتمیتِ مرتبی کو آخریتِ مرتبی پر محمول کیوں کیا؟

<u>علامہ بدایونی کا ایک اور شبہہ:</u>

اس کے بعد عاقل بدایونی کچھ اور بولتے ہیں، فرماتے ہیں کہ صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتے ہیں کہ اگر اختتام بایں معنی تجویز جائے جو میں نے عرض کیا ہے تو پھر آپ ﷺ کا خاتم ہونا انبیاءِ گذشتہؑ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا باقی رہتا ہے (تحذیر ص ۶۵ طبع گوجرانوالہ) مگر یہ بات اول تو الحاد، غیر منقول، سلف صالح کے مخالف ہے دوسرے یہ خیال الفاظِ قرآنی سے مستنبط نہیں ہوسکتا، تیسرے اس سے تجویزِ بعثتِ انبیاءِ دیگر آپ کے زمانہ میں نکلتی ہے اور یہ کفر محض ہے۔ یہ ہے حضور کی تقریر کا خلاصہ۔

<u>جواب شبہ:</u>

اب ہماری بھی گذارش سنئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا کہ یُرْفَعُ الْعِلْمُ یعنی علم اٹھ جائے گا افسوس! عاقل بدایونی اتنا نہ سمجھے کہ مخالفت اور چیز ہے اور منقول نہ ہونا اور چیز ہے۔ علتِ معلول کا بیان کرنے والا مخالفِ مدعیٰ وجود نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی شخص دعوی وجود نہار کرے اور دوسرا طلوعِ آفتاب کی خبر دے تو اس خبر کو کوئی عاقل مخالفِ خبر اول نہیں کہہ سکتا ہر کوئی اس خبر کو مؤید خبر اول سمجھے گا۔

رہا الحاد کا قصہ اول تو اس کو الحاد کہنا عاقل بدایونی کی خوش فہمی ہے الحاد تو جب کہئے جبکہ الفاظ سے چسپاں نہ ہو، صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے معنی مطابقیٔ خاتم کو نہیں بدلا، اور انہیں کے معنوں میں کچھ تصرف نہیں کیا دونوں لفظوں کو اپنے معنی حقیقی پر رکھا ہے پھر اس کو الحاد کہئے تو یہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک سب نے کیا ہے۔

تقدم وتاخر کی کئی قسمیں ہیں:

تقدم وتاخر کو سب جانتے ہیں کہ کئی قسموں پر منقسم ہے [۱] تقدم تاخر ذاتی [۲] تقدم تاخر مرتبی [۳] تقدم تاخر بالشرف [۴] تقدم تاخر مکانی [۵] تقدم تاخر زمانی۔ اور ظاہر ہے کہ خاتم بالکسر بمعنی آخر اور خاتم بالفتح اگرچہ بمعنی آخر نہ ہو مگر یہ آخریت پر بالالتزام دلالت کرتا ہے چنانچہ ان شاء اللہ ناظرین تفاسیر ومطالعہ کنانِ تحذیر کو معلوم ہی ہوگیا ہوگا۔

بہرحال آخریت پر لفظِ خاتم کا دلالت کرنا مسلم۔ اوروں نے بے وجہ (یعنی وجہ ذکر کئے بغیر) تاخرِ زمانی مراد لیا اس کو تو آپ (بدایونی صاحب) نے الحاد نہ فرمایا صاحب تحذیر نے بقرینہ اضافۃ الی النبیین یوں سمجھ کر کہ نبوت منجملہ مراتب ہے خاتمیتِ مرتبی مراد لی جس کا حاصل آخریتِ مرتبی بلحاظ استفادہ ہے اس کی تحقیق سے فارغ ہو چکا ہوں تو عاقل بدایونی اس کو الحاد فرماتے ہیں عقل ہوتی تو یوں نہ کہتے اور اگر کہتے تو خاتمیتِ زمانی میں منحصر کرنے کو الحاد فرماتے کیونکہ آیت کا حاصل اس صورت میں **خَاتَمُ النَّبِيِّينَ زَمَانًا** ہوگا جس کی شرح کیجئے تو انجام یوں ہوجاتا ہے: **زَمَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَاتَمُ زَمانِ النَّبِيِّيْنَ** یہ کوئی صاحب فرمائیں کہ الحاد کہنا اس کو مناسب تھا یا قول صاحبِ تحذیر کو اور تفسیر بالرائے اِس کو کہتے ہیں یا اُس کو (۱)

---

۱) کیونکہ پھر ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ کو زمانے سے فضیلت ملی کہ آپ آخر میں تشریف لائے، آخری زمانہ کی فضیلت سے آپ کو فضیلت ملی جبکہ سب مسلمان کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے آئے مگر سب سے افضل نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب خلفاء کے بعد آئے (باقی آگے)

وہاں (صاحب تحذیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول میں) تو بظاہر کسی حذف کی ضرورت نہیں کیونکہ لفظ النبیین بوجہ اشتمال مادۂ نبوۃ خود مراتب کے تحقق پر اس طرح دلالت کرتا ہے جیسے قسم اپنے مقسم پر دلالت کرتی ہے اور اگر ضرورت ہو بھی تو بغرض توضیح دافع وہم تجوز ہوگا جو درصورتِ حذفِ لفظِ زمان ضروری ہے۔

بالجملہ یہ اعتراض اِسی بنا پر ہے کہ حضرت عاقل بدایونی خاتمیتِ زمانی جو ایک مفہوم مرکب ہے مدلولِ مطابقی لفظ خاتم کا سمجھے ہوئے ہیں جو بالیقین لفظِ مفرد ہے چنانچہ اوپر معروض ہو چکا مگر اہلِ فہم جن کو اقسامِ تقدم وتاخر پر نظر ہے خود سمجھتے ہوں گے کہ یہ سمجھنا ایسا ہے جیسا کوئی حیوانِ ناطق کو مدلولِ مطابقی لفظ حیوان کا سمجھے۔ اس تقریر سے سب کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کون سے معنی الفاظِ قرآنی سے مستنبط ہیں؟ علاوہ بریں تقریرِ تحذیر کو جس نے دیکھا ہوگا خود خاتمیت مرتبی کے لطف کو سمجھا ہوگا۔

اب اعتراض تجوزِ بعثت کا باقی رہا اس کا جواب یہ عرض کر دیجئے اہلِ فہم کو معلوم ہوگا کہ فرضِ محال سے اعتقادِ محال لازم نہیں آتا کاش علامہ بدایونی کسی استاد سے کچھ پڑھ لیتے۔ علاوہ بریں اگر یہ بھی تجوز ہے تو میں جانتا ہوں کہ حضور کا یہ اعتراض خدا تعالیٰ کو چھوڑے اور نہ رسول اللہ ﷺ کو۔ خداوند کریم فرماتے ہیں: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ [الزخرف:۸۱] خدا تعالیٰ کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے کہلاتے ہیں صاحبِ تحذیر نے ''اگر'' کے ساتھ ''بالفرض'' تو کہا تھا خدا تعالیٰ نے تو ''اِنْ'' کے ساتھ ''بالفرض'' بھی نہیں کہا اور ظاہر ہے کہ ''بالفرض'' کا لفظ بیشتر امورِ غیر واقعہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور تعلیقات کو بیشتر امورِ غیر واقعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر سب سے افضل نہیں۔ زمانے میں بالذات فضیلت نہیں کہ جو بھی اول یا آخر آئے وہ افضل ہو۔ ہاں آنحضرت ﷺ کا آخر میں تشریف لانے کی علت وہی ہے جو حضرت نانوتویؒ بیان فرما رہے ہیں یعنی خاتمیت مرتبی۔

میں استعمال کرتے ہیں۔

بدایونی صاحب کا ایک اور شبہہ:

اس کے بعد سراپا عقل عاقل بدایونی اور مضمون پر اعتراض کرتے ہیں وہ مضمون اول عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے۔صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) لکھتے ہیں:

جیسے اطلاق خاتم النبیین اس بات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ کیجئے اور علی العموم تمام انبیاء علیہم السلام کا خاتم کہئے اسی طرح اطلاق لفظ مِثْلَهُنَّ جو آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ [الطلاق:۱۲] میں واقع ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ سوائے تباین ذاتی ارض وسماء کے جو لفظِ سموات اور لفظِ ارض سے مفہوم ہے اور ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بمنزلہ استثناء ہے اور نیز علاوہ اس تباین کے جو بوجہِ اختلافِ لوازمِ ذاتی یا اختلاف مناسباتِ ذاتی خواہ منجملہ لوازمِ وجود ہوں یا مفارق بین السماء والارض متصور ہے اور بالالتزام مستثنیٰ ہے، بجمیع الوجوہ، بین السماء والارض مماثلت ہونی چاہئے (تحذیر الناس طبع گوجرانوالہ ص ۶۵)

مذکورہ عبارت پر عاقل بدایونی کے دو اعتراض:

اس پر عاقل بدایونی دو اعتراض کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض:

ایک تو یہ ہے کہ لفظِ مِثْلَهُنَّ کو خاتم النبیین کے ساتھ عموم میں تشبیہ دینی غلط ہے کیونکہ خاتم النبیین میں تو جمع محلی باللام عموم پر دلالت کرتی ہے مِثْلَهُنَّ میں ایسا کوئی لفظ نہیں۔

دوسرا اعتراض:

دوسرا یہ اعتراض ہے کہ لفظِ مِثْل مماثلت کلی پر دلالت نہیں کرتا اور وجہ اس کی یہ رقم فرماتے ہیں کہ ائمہ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تشبیہ وتمثیل کیلئے مشارکت ومماثلت بعض احوال ووجوہ میں کافی ہے جمیع صفات وامور میں ضروری نہیں اس کے بعد عاقل بدایونی نے دو نظیریں

پیش کی ہیں جن میں بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ مماثلت کلی نہیں ایک تو آیت: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ [الانعام:۳۸] دوسری حدیث: سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ اوکما قال علیہ السلام۔

آیت میں تو بجمیع الوجوہ مماثلت نہ ہونے کی یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ اگر مماثلت کلی مانی جائے تو اقرار بالتناسخ لازم آئے گا چنانچہ قائلان تناسخ نے اسی آیت سے الزام دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مماثلتِ کلی بے اس کے متصور نہیں کہ ارواحِ حیواناتِ دیگر شریکِ نوعِ ارواحِ انسانی ہوں اور یہ بات بے تناسخ متصور نہیں۔

اور نیز اسی آیت کے بھروسے بقرینہ آیت: وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ [فاطر:۲۴] بعض اشخاص اس جانب گئے ہیں کہ جب امت ہونا اور حیوانات کا آیت : وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ [الانعام:۳۸] سے ثابت ہو گیا تو اب آیت: وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ [فاطر:۲۴] سے ان میں رسول کا ہونا بھی ثابت ہوگا۔

غرض یہ ہے کہ اگر مماثلت کلی مانی جائے تو یہ دونوں باتیں بھی [۱] یعنی تناسخ کا ہونا اور [۲] ہر امت میں رسول کا ہونا ماننا پڑے گا مگر ائمۂ دین نے ان دونوں باتوں کو نہیں مانا، خلافِ اعتقادِ اہل السنۃ سمجھ کر ان مذاہب کو باطل کہا ہے، اور اس کے ابطال میں تفسیر کبیر کی ایک عبارت غلط صحیح نقل کر دی ہے جس کا حاصل فقط اتنا ہے کہ آیت میں مماثلت کلی پر دلالت نہیں ورنہ شکل وصورۃ خلقت میں بھی مماثلت ہوتی۔

اور حدیث میں بجمیع الوجوہ مماثت کا مراد نہ ہونا اس بنا پر رقم فرماتے ہیں کہ قمر کی رؤیت میں جہت اور مقابلہ ہوتا ہے اور اہل السنۃ اس کو تسلیم نہیں کرتے اور قائلانِ جہت ومقابلہ کو جو حدیثِ مذکور سے خدا کیلئے ثابت کرتے ہیں یہی جواب دیتے ہیں کہ تشبیہ فی الجملہ مراد ہے بجمیع الوجوہ مشابہت مراد نہیں لیتے۔ انتھی تقریر الاعتراض۔

﴿جوابات﴾

اب بندۂ درگاہ کی گذارش بھی کان لگا کر سنئے

پہلے اعتراض کا جواب:

اعتراضِ اول کا جواب تو یہ ہے کہ صاحبِ تحذیر جب اطلاقِ خاتم کے قائل ہوئے تو دو باتیں ضرور ہوئیں ایک تو یہ کہ خاتم میں کچھ تاویل نہ کیجیے نہ اس خاتمیت کو زمانہ کی طرف کیجیے اور خاتمیتِ زمانی ہی میں آپ ﷺ کی خاتمیت کو منحصر کر دیجیے کیونکہ یہ بات اطلاق کے منافی ہے۔

دوسری یہ کہ النبیین کو عام رکھیے نہ ملکِ عرب کے انبیاء کے ساتھ خاص کیجیے جیسے بعض ملاحدہ نے کیا ہے اور نہ اِسی طبقہ کے انبیاء کے ساتھ مخصوص کیجیے جیسا بدایوں والے کرتے ہیں کیونکہ انبیاء کا خاص کر لینا اطلاقِ خاتم کے مخالف ہے۔

تخصیصِ مضاف الیہ بے شک موجبِ تقییدِ مضاف ہوتی ہے مگر یہ اطلاقِ خاتم و تعمیم النبیین چونکہ بوجہ پابندیٔ نظم قرآنی ہے تو لازم یوں ہے کہ ہر مطلق کو ایسا ہی سمجھیں۔ چونکہ لفظِ مِثْلَهُنَّ بھی مطلق ہے تو لازم ہے کہ یہ بھی اپنے اطلاق پر رہے یعنی مضاف الیہ کی جانب سے جو تقیید حاصل ہوئی ہے اس سے زیادہ تو باعتبارِ اضافت تقیید نہ ہو۔ سو یہاں عموم النبیین کے مقابلہ میں وہ وسعت واشتمال ہے جو عددِ سبع سے حاصل ہوا ہے جیسے وہاں تخصیص سے وہ تعمیم باطل ہوتی ہے یہاں سبع کی جا ست یا خمس کر لینے میں وہ وسعت کم ہو جائے گی۔ غرض اس طرف سے تشبیہ کا مفاد یہ ہے۔

خدا جانے عاقل بدایونی تشبیہ فی عموم المضاف الیہ کہاں سے سمجھ گئے الفاظِ تحذیر خود انہی کی کتاب سے نقل کرتا ہوں: اور مِثْلَهُنَّ سے کسی عاقل کو اس سے زیادہ سمجھ میں نہیں آیا جو میں نے عرض کیا۔

مگر ہاں عاقل بدایونی اپنی خوش فہمی سے مجبور ہیں مضاف الیہ کی جانب سے تو مشابہت اس طور پر مراد نہیں اور خود مضاف کی جانب کی تشبیہ کی یہ صورت ہے کہ جیسے خاتم باعتبار انواعِ

ثلاثہ مذکورہ یعنی خاتمیتِ مرتبی و خاتمیتِ زمانی و خاتمیتِ مکانی مطلق ہے اور اس لئے زمانی میں خاص کرنا مناسب نہیں ایسے ہی مماثلت باعتبارِ وجوہِ شبہ مطلق ہے فقط عدد ہی میں مقید کرنا مناسب نہیں۔ اعتراض اول کا مرجع تو تشبیہ فی العموم بنی اور اعتراض ثانی کا مرجع اطلاق مماثلت ہے جس سے عمومِ وجوہِ تشبیہ لازم آتا ہے اور حاصل اعتراض یہ ہے کہ تشبیہ فی الجملۃ کافی ہے اعتراض اول کا جواب تو ہو چکا۔

اعتراض ثانی کا جواب:

اعتراضِ ثانی کا جواب سنئے۔ جیسے ضمائر اور موصولات کا کوئی مصداق معین نہیں قرینہ مقام معین کر دیتا ہے ایسے ہی مثل اور مساوی اور غیر وغیرہ مفہوماتِ مبہمہ کا مصداق بھی معین نہیں ہوتا قرینہ مقام معین کر دیتا ہے چنانچہ ظاہر ہے اور یہی وجہ ہے کہ تشبیہ فی الجملہ کافی ہوسکتی ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ مطلق بولو اور مقید مراد لے لو اگر چہ کسی بڑے نے یہ معنی نہ سمجھے ہوں اگر یہ ہو تو مطابقت الفاظ و معانی کچھ ضرورتر ہے؟ (یعنی اس کی پھر کیا ضرورت؟) عام سے خاص اور خاص سے عام، مطلق سے مقید اور مقید سے مطلق مراد لے لیا کریں زید سے عمرو، اور عمرو سے زید مراد لے سکیں۔

بلکہ یہ مطلب ہے کہ وجہِ شبہ جتنی چاہو مقرر کر لو مثل کو جنس شے کی طرف مضاف کرو چاہو اس کے بعض اوصاف کو وجہِ شبہ قرار دو، چاہو تو سب کو وجہِ شبہ قرار دو مگر جو کچھ مقرر کر لو اور قرینہ حالی یا مقالی اس پر شاہد ہو جائے تو پھر اس کو چھوڑ کر وجوہِ شبہ میں کمی بیشی مناسب نہیں ورنہ پھر وہی عدم مطابقت لازم آئے گی اس سے زیادہ آخر کتاب میں عرض کیا جائے گا ان شاء اللہ۔

جب یہ بات مقرر ہو گئی تو پھر یہ گذارش ہے کہ حدیث میں تو لفظ کاف جو قائم مقام مثل مشار الیہ ہے رؤیت پر داخل ہوا ہے اور اس دخول سے یہ بات بیقین معلوم ہو گئی کہ وجہِ شبہ رؤیت ہے وجہِ شبہ جہت و مقابلہ نہیں جو مثبتانِ جہت و مقابلہ اس کو لے دوڑیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ میں رؤیت کو رؤیت کے

ساتھ تشبیہ دی ہے مرئی کو مرئی کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جو خواص مرئی مشبہ بہ مرئی مشبہ میں تسلیم کرنے لازم ہوں۔ ہاں تشبیہ رؤیت البتہ مطلق ہے اس لئے تمام مقتضیات رؤیت مثل یقین وعدم مزاحمت وغیرہا لازم آئیں گے چنانچہ احادیث میں خود بھی مصرح ہیں۔

اب آپ تشبیہ اور اس کی حقیقت سنئے۔ اول تو وجہِ شبہ آیت میں وہ مضمون ہے جس پر لفظِ امم دلالت کرتا ہے یعنی امت ہونا جس سے خود یہ بات مصرح ہوگئی کہ لفظِ اَمۡثَالُکُمۡ اس آیت میں مثل لفظِ مِثْل جو آیت اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ میں واقع ہے مطلق نہیں کیونکہ یہاں تو لفظِ اَمۡثَال ضمیر کی طرف مضاف ہے اور باوجودیکہ اس کی وجہِ شبہ جدا مذکور ہے اس لئے اس کے ساتھ مقید کرنا لازم ہوگا۔ اور آیت وَمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ میں (ضمیر کی طرف) مضاف تو کیا، پر وجہِ شبہ کچھ بیان نہیں کی اس لئے یہاں باتباعِ خدوندی مطلق سمجھنا چاہئے۔ رہی تناسخ کی بات وہ اس صورت میں لازم ہی نہ رہے گی جو جواب کی ضرورت ہو۔ وہ تو جبھی لازم آنی تھی کہ مماثلت فی الصفات الانسانیہ یعنی فصل اور خواص انسانی میں ہوتی۔ باقی امت ہونے کے اس وقت کیا معنی ہوں گے ہمیں اس کی تحقیق سے کیا مطلب؟ اگر اس میں اطلاق کی گنجائش ہوتی تو خبر میں رکھتے مگر سب جانتے ہیں کہ یہ اسم ہے اور اسماء من حیث انہا اسماء مطلق نہیں ہوتے مطلق مقید ہونا اوصاف کے خواص میں سے ہے۔

اور اگر یوں کہئے کہ تشبیہ من حیث انہ تشبیہ اوصاف میں ہوتی ہے سو اس کو وجہ کہئے تو معنی وصفت کی ضرورت ہوگی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسماء کو بتاویل اوصاف کر لیا کرتے ہیں جیسے زید کے ساتھ ''ی'' نسبت کی لگا کر زیدیۃ کا مفہوم انتزاع کر لیا کرتے ہیں یہاں بھی امت ہونے کا مضمون انتزاع کر لیجئے اور اس میں تشبیہ سمجھئے باقی خود مفہومِ امت اگرچہ مصدر ہے پر استعمال میں مثل قوم کے کہ وہ بھی اصل میں مصدر تھا اسم بن گیا ہے اس لئے فی حد ذاتہٖ اطلاق کے قابل نہیں جو تمام احتمالاتِ امت کا لینا ضرور ہو۔

بالجملہ امت کے معنی کا ابہام واجمال موجب ابہام واجمال تشبیہ ہے یہ نہیں کہ خود لفظِ مثل مبہم ومجمل ہے اور اس کا اجمال وابہام ذاتی اس بات کو مقتضی ہے کہ تشبیہ فی الجملۃ کافی ہے بلکہ لفظِ امثال تو بالیقین اس صورت میں مقید ہوگا پر قید کا مبہم ہونا اس جواب کا مصحح ہوسکتا ہے جو امام رازیؒ نے دیا ہے ورنہ اس جواب کو ان معنی پر محمول کیجئے جو عاقل بدایونی نے سمجھے ہیں تو فقط امام رازیؒ پر ہی حرف نہیں آتا کہ کیا جواب پوچ دیا خدا تعالیٰ کے کلامِ پاک پر حرف آتا ہے ملحدوں کو کہنے کی گنجائش ہوگی اَلْمَعْنٰی فِی بَطْنِ الشَّاعِرِ بولیں مطلق مراد لیں مقید۔

ہاں بندۂ درگاہ نے جو کچھ عرض کیا ہے اگر غور سے دیکھئے تو البتہ امامؒ کے جواب کو بنا دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام پر اعتراض نہیں آنے دیتا اس وقت میں اگر امت کو یوں کہئے کہ بلحاظ رجوع الجمع الی الواحد جو مفہومِ امامت ہے ایک گروہ کو کہتے ہیں تو کوئی دِقت نہ ہوگی اول تو نوع انسانی کی مانند کہ سب کے سب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد ہیں تمام حیوانات کا ایک جان سے پیدا ہونا مسلم جس سے وہی رجوع الی الواحد ظاہر ہوجاتا ہے۔

دوسرا افرادِ کثیرہ کا اِلَی الْکُلِّیِّ الْوَاحِدِ، یا صنف واحد کا اِلَی الْخُلُقِ الْوَاحِدِ راجع ہونا جیسے انسان میں بدیہی ہے کہ اس کے سب افراد تو انسانیت میں متحد اور بحکم اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ الخ اصناف انسانی باعتبار اخلاق کے ایک ایک خُلُق کی جانب راجع ہیں ایسے ہی اور حیوانات میں بدیہی ہے۔

اس تقریر پر حیوانات میں بحکم : وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ اول تو رسولوں کا ہونا لازم نہ آئے گا کیونکہ اس آیت میں امت کو امت باعتبار رجوع طالبی النجات الی العلم کہنا ہوگا جس سے اور حیوانات کا خروج اس کلیہ سے آپ لازم آجائے گا۔

اور اگر فرض کیجئے اور حیوانات بھی اس میں داخل ہیں تب بھی انہیں میں سے رسولوں کا ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ رسول کو نذیر باعتبار انذار کہتے ہیں انذار کچھ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص نہیں اولیاء، علماء، صلحاء وغیرہم سے بھی متصور ہے اور اگر نذیر سے رسول ہی مراد لیجئے تب

بھی کچھ دقت نہیں آیت سے اتنا ہی نکلتا ہے کہ ان کیلئے کوئی نبی اور رسول ہوتا ہے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ بھی حیوانات ہی کا شریک نوع ہوتا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ سوائے بنی آدم جنات کے بھی رسول تھے (اور ہیں) ایسے ہی حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات کے بھی ہوں تو کیا نقصان ہے؟ ہاں اگر خَلَا مِنْهَا نَذِيْرٌ فرماتے تو البتہ ان رسولوں کا انہی سے ہونا ضرور تھا بالجملہ اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کی اور سوا ان کے اور انبیاء علیہم السلام کی شان بڑھ گئی کوئی قاعدہ شرعیہ یا عقیدہ مسلمہ (بھی) باطل نہ ہو جائے گا۔

علاوہ بریں صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے جیسے موافق اپنے قاعدہ کے ذات ولوازمِ ذات اور مناسباتِ ذاتِ سموات کو خارج کر کے امور باقیہ میں تشبیہ کو رکھا ہے ایسے ہی یہاں بھی ان کے قاعدہ کے موافق ذاتِ انسانی ولوازم ذاتِ انسانی اور مناسباتِ ذاتِ انسانی کو خارج کر کے تشبیہ مراد لیجئے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں تشبیہِ امثالکم اگر مطلق بھی رکھیں تب بھی تناسخ لازم نہیں آتا کیونکہ تناسخ کی بنا تشبیہ فی الخواص الانسانی پر ہے علیٰ ھذا القیاس حدیث رویت میں خیال فرمالیجئے۔

<u>بدایونی صاحب کا اعتراض:</u>

اس کے بعد اور سنئے عاقل بدایونی یہ بھی فرماتے ہیں کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو اتنا بھی خیال نہیں کہ میرا مدعا کیا ہے اور دلیل کیا ہے؟ اگر سَبْعِ اَرَضِیْن کو سَبْعِ سَمٰوٰات سے مماثلت ثابت ہی ہو تو امثالِ آنحضرت ﷺ کا طبقات سافلہ میں ہونا ثابت نہیں ہوتا زمینوں میں مماثلت ہوتی تو ہوتا۔

<u>پہلا جواب:</u>

لیکن یہ اعتراض اول تو بڑے بڑے مفسروں پر ہے کیونکہ آیتِ مذکورہ یعنی آیت ’’اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ‘‘ (الطلاق:۱۲) کی تفسیر میں اثرِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہیں اگر اس آیت سے زمینوں کا باہم مماثل ہونا ثابت نہیں ہوتا تو اثرِ

مذکور کو تفسیر آیتِ مذکورہ میں لانے کے کیا معنی؟

﴿دوسرا جواب﴾

دوسرے ناظرین تحذیر کو معلوم ہے کہ اگر ہفت آسمان باہم اس بات میں مماثل ہوں کہ ہر ایک کی آبادی بھی دوسرے کی آبادی کے مماثل ہو تو بے شک ارض وسماء کا تماثل مطلبِ صاحبِ تحذیر کو مستلزم ہوگا غرض یہ اعتراض پوچ بھی اگر کرنا تھا تو یہ کرنا تھا کہ تشبیہ امورِ متبائنہ میں نہیں ہوتی اوصاف میں ہوا کرتی ہے مگر اس کا جواب اہلِ علم کو بتاتا ہوں علامہ بدایونی تو کاہے کو سمجھیں گے۔

اوصاف کی دو قسمیں ہیں:

اہلِ علم کو معلوم ہے کہ اوصاف دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو انضمامی دوسرے انتزاعی عوام تو انضمامیات ہی کو اوصاف سمجھتے ہیں اور انہی میں تشبیہ دیتے ہیں بوجہ قصورِ فہم انتزاعیات کا سمجھنا ہی دشوار ہوتا ہے چہ جائیکہ ان میں تشبیہ دیں اور اہلِ علم بوجہ کمالِ فہم دونوں کو وصف سمجھتے ہیں اور کیوں نہ سمجھیں توصیف وتعریف دونوں طرح ہوتی ہے بلکہ بیش تر انتزاعیات ہی کے وسیلہ سے ہوتی ہے اس لئے کہ احساسِ موصوف وہ احساسِ اوصافِ انضامیہ ہی ہوتا ہے جسم کو اگر دیکھئے تو اس کا رنگ ومقدار ہی نظر آتا ہے اور کیا نظر آتا ہے؟ اور جب ان اوصاف کا ادراک اور ان کے موضوعات کا ادراک دو نہ ہوئے تو یہ تعریف وتوصیف جو بیش تر بغرض توضیح وتمییز ہوتی ہے ایسی حالت میں کمتر میسر آئے گی۔

کیونکہ تمیز بعد علم اجمالی مطلوب ہوتی ہے اور انضمامیات کے علم سے پہلے موصوفات کا علم اجمالی کم تر میسر آتا ہے اور کبھی ہوتا ہے تو وہ ایسا ہوتا ہے جیسے شے کہہ دیا مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے علم سے جہل کم نہیں ہوتا اور یہ بھی سہی اس میں تو کچھ شک نہیں کہ جو تمییز اور تعیین انضمامیات سے نہیں ہوسکتی انتزاعیات کے وسیلہ سے حاصل کرلیتے ہیں کیونکہ ان کا وجود بعدِ انضمامیات ہوتا ہے۔

اگر ہر قسم کی تمیز انضمامیات سے ہوجایا کرتی تو پھر انتزاعیات بے کار تھے لیکن سب جانتے ہیں کہ انتزاعیات وہ اضافیات ہوتے ہیں اور اضافیات مرتبہ ذاتِ مضاف سے کہ وہی ان کا موصوف ہوتا ہے خارج ہوتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اضافیات کا تعقل فقط مضاف کے تعقل سے متصور نہیں مضاف الیہ کا تعقل بھی اس کیلئے ضرور ہے اس لئے ضرور ہے کہ اگر کسی اضافت میں تشبیہ دی جائے تو اس اضافت کے مضاف الیہ کے مشابہ دوسرا مضاف الیہ مشبہ میں تجویز کیا جائے کیونکہ اضافت کی تشبیہ کو مضاف کے مشابہ مضاف کے ساتھ اور مضاف الیہ کے مشابہ مضاف الیہ کے ساتھ لازم ہے چنانچہ تشبیاتِ قرآنی مثل مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا الخ اور اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الخ میں امور متعددہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

تو اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ تشبیہات اضافیات میں ہیں اگر چہ عاقل بدایونی سے باوجود لفظ مثل وکاف بایں وجہ کہ امورِ مندرجہ آیات منجملہ متباینات ہیں اوصاف نہیں انکارِ تشبیہ کی امید ہے لیکن اگر یہ ہے تو اعتراض خدا پر ہوگا ہم پر نہ ہوگا۔ ہمارے دعویٰ کیلئے تو یہی کافی ہے کہ کلام اللہ میں ایسی تشبیہات موجود ہیں۔

<u>ہر آسمان میں آبادی اور سلسلہ نبوت ہے:</u>

اس تقریر کے بعد مجھ کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ لفظِ مِثْلَهُنَّ کیونکر اس بات کو مقتضی ہے کہ طبقاتِ سافلہ میں سلسلۂ نبوت کا ہونا لازم آتا ہے ہاں اتنا اشارہ کئے جاتا ہوں کہ بحوالہ احادیثِ صحاح صاحبِ تحذیر نے سموات میں سلسلۂ حکومت ثابت کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ آسمان سب آباد ہیں اور اوپر والے نیچے والوں پر حاکم ہیں اور اس جہت سے اوپر والے نیچے والوں سے افضل ہیں اور ظاہر ہے کہ اتنی بات سے ایک صفت انتزاعی سموات کو اس قسم کی حاصل ہوگئی جیسی مصباح کو بشہادت آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ....الخ امورِ خارجیہ کے ذریعہ سے ایک صفت انتزاعی حاصل ہوجاتی ہے پھر جیسے وہاں وہ صفت وجہِ شبہ ہوئی اور ادھر

نُور اللّٰہ کو جو بتوسطِ سموات وارض کو ایک صفت انتزاعی حاصل تھی۔

اس وجہِ شبہ کے باعث مصباح مذکور سے تشبیہ دی گئی ایسے ہی صفت انتزاعی مذکور کو وجہِ شبہ بنا کر سبع ارضین کو سبع سموات سے تشبیہ دے سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مفسر اثرِ مذکور کو آیت اَللّٰہُ الَّذِیْ کی تفسیر میں ذکر فرماتے ہیں اگر یہ اعتراض کہ ''آسمانوں اور زمینوں کا تماثل مطلبِ صاحبِ تحذیر پر دلالت نہیں کرتا اور اراضی کا تماثل ہوتا تو مضائقہ نہ تھا'' صاحب ِتحذیر پر وارد ہوگا تو مفسرانِ مذکور پر پہلے ہوگا باقی رہی مماثلت کے بات اگر اس سے مساوات مشبہ ومشبہ بہ سمجھے تو سمجھنے والوں کی فہم کی خوبی ہے مماثلت فی الانتزاعیات جو مشابہت فی النسبۃ ہوتی ہے موجبِ مساواتِ طرفین نہیں ہوتی ورنہ نُورُ اللّٰہ اور مصباح مذکور دونوں برابر ہوجاتے بلکہ مساوات فی النسبۃ کو یہ تشبیہ مستلزم ہوتی ہے چنانچہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے یہ بات بوجہِ اتم واضح کر دی (ہے) پھر بھی عاقل بدایونی نہ دیکھیں تو بجز اس کے اور کیا کہئے کہ آنکھیں بنوانے کی ضرورت ہے۔

<u>گذشتہ تقریر کا خلاصہ:</u>

صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بمنزلہ بادشاہِ ہفت اقلیم ہیں اور خواتم طبقاتِ سافلہ مثل بادشاہانِ اقالیم آپ ﷺ کے تابع۔ ہر طبقہ کے خاتم کے احکام کا زمانہ یعنی اُس کی نبوت کا وقت اُس طبقہ کے اور انبیاء کے احکام یعنی نبوت کے وقت سے اسی طرح بعد ہے جیسے حاکم بالا دست کے حکم کا زمانہ جو بعد مرافعہ صادر ہوتا ہے بعد ہوتا ہے پر رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ان کے زمانہ کے بھی بعد، کیونکہ آپ ﷺ ان کی نسبت بھی حاکمِ مرافعہ اور حاکم بالا دست ہیں گو بوجہِ توافق احکام جو بسا اوقات حاکم بالا دست اور حاکمِ ماتحت میں پیش آتا ہے نسخ احکام کی نوبت نہ آئی اور اس بات میں انبیاء ماتحت کے احکام ایسے ہوں جیسے بوجہِ توافق سابق انبیاء کے اکثر احکام ہنوز بدستور باقی ہیں اب کوئی صاحب فرمائیں اِس (صاحب تحذیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر) میں کیا نقصان ہے جو عاقل بدایونی کو یہ ہذیان ہے۔

بدایونی صاحب کا ایک اور اعتراض:

اس کے بعد عاقل بدایونی صاحب تحذیر کی نسبت فوارۂ تبرا بن کر صاحبِ تحذیر کے اس قول پر کہ بعدِ منہائے تباین مذکور کے سب باتوں میں بشہادتِ اطلاق وعموم کلامِ ربانی مماثلت مراد ہے (تحذیر ص۱۹طبع دارالاشاعت کراچی) یہ اعتراض فرماتے ہیں کہ اگر عام کے معنی جانتے ہوتے تو کبھی لفظِ مِثْلَهُنَّ میں عموم کا خیال نہ کرتے۔

جواب: اس وقت مجھ کو ایک شعر یاد آیا ہے اول اس کو سناتا ہوں پھر جوابِ اعتراض عرض کروں گا:

ظہورِ حسن نہ ہو کیونکر گلچڑی گنجی حضور بلبل ستاں کرے نوا سنجی

والعاقل تکفیه الاشارة

اب سنئے اگر عاقل بدایونی مطلق وعام کی حقیقت سے خبردار ہوتے تو ہرگز یہ بات زبان پر نہ لاتے اطلاق [جو ہے وہ] کلیات کیلئے ایک صفت ذاتی ہے اور کلیت اور عموم ایک صفتِ اضافی۔ پر منشا اس صفت اضافی کا وہی اطلاق ہے اگر اطلاق نہ ہوتا بلکہ اس اطلاق کے مقابل کی تقیید ہوتی تو کلیت بھی نہ ہوتی کیونکہ کسی کے اطلاق کے مقابل میں اگر تقیید ہے تو وہی ہے جو بوجہِ تنزل افراد سے پیدا ہوتی ہے، وہ تقیید نہیں جو بعض کلیات کو نسبۃً اپنے مافوق کے لازم ہوتی ہے یعنی نوع کو جنس کی نسبت اور جنس سافل کو جنس متوسط کی نسبت اور جنس متوسط کو جنس عالی کی نسبت اور جب یہ ہے کہ کلیت ہو تو اطلاق بھی ہو تو درصورت وجودِ مقیدات وجزئیات اطلاق ہوگا تو کلیت ہی ہوگی اگر فرق ہوگا تو اعتباری ہوگا مگر ہر چہ بادا باد ایک ہی مفہوم ایک اعتبار سے مطلق ہوگا، اور ایک اعتبار سے عام اور کلی۔ اس وقت مماثلتِ مطلقہ جو لفظ مِثْلَهُنَّ سے ثابت ہے باعتبارِ تنوع وتعددِ وجوہِ شبہ مقید ہو کر افرادِ مماثلت کو پیدا کرے گی اور خود ان کے مقابلہ میں عام اور کلی ہو جائے گی باقی [رہی] اطلاقِ مماثلت کی بات [سو] اوپر بقدرِ ضرورت عرض کر چکا ہوں اس لئے آگے چلتا ہوں۔

بدایونی صاحب کا اعتراض:

عاقل بدایونی صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے اس قول پر کہ ''لفظِ مِثْلَهُنَّ بھی اس کلام اللہ میں ہے جس میں خاتم النبیین ہے'' (تحذیر الناس ص۱۲/۱۹ طبع دارالاشاعت)، بعد تبرا معاً دیوں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تو جب لکھنا تھا کہ ہم معتقدینِ ختمِ نبوت نے احتمالِ تحریف وافترا لکھا ہوتا۔

جواب: تبرا تو آپ کا یہ ہے کہ صاحبِ تحذیر کو آپ مخبط و مجنون کہتے ہیں اس کا جواب فقط اتنا ہی مناسب ہے کہ بدایون میں تو آپ رہیں اور مخبط و مجنون صاحبِ تحذیر ہو جائیں؟ باقی بحکم اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا [الفرقان: ۶۳] تسلیمات عرض کرتا ہوں اور احتمالِ افترا کی بات کا جواب دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ احتمال پیش نہیں تو کیا۔ پر تعجب ہے کہ کیوں نہیں کیا؟ جہاں بوجہِ تعصب خود اس لفظ میں تحریفِ معنوی کرتے ہیں مطلق کو مقید بنا دیتے ہیں اگر احتمالِ تحریفِ لفظی پیش کر دیتے تو کیا بے جا تھا؟

اللہ تعالیٰ غلطی سے پاک ہے ہاں ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں:

باقی میری یہ گذارش فقط آپ ہی کی خدمت میں ہے کسی بڑے کی نسبت اس گذارش کو بوجہِ تہمت نہ چپکا دیجئے گا غلطی سب سے ہو جاتی ہے بڑے ہوں یا چھوٹے۔ سوائے خدا تعالیٰ کے غلطی سے کوئی مبرا نہیں البتہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ فہمِ معانیٔ خداوندی اور تبلیغ احکام میں بمددِ خداوندی معصوم ہیں سو اگر (علماءِ تفسیر میں سے) کسی بڑے نے بوجہِ قلت تدبر و بوجہِ شبہ لفظ مِثْلَهُنَّ مفہومِ عددی سبع کر رکھا ہے اول تو احتمال ہے کہ بطورِ تمثیل ہو بطورِ انحصار نہ ہو اور اگر بطور انحصار ہی کہئے تو کیا ہوا بیش بریں نیست ان سے غلطی ہوئی۔

شیعوں کے امام تو نہیں کہ غلطی سے معصوم ہوتے (یعنی جس طرح شیعہ اپنے ائمہ کو معصوم کہتے ہیں ہم تو اپنے علماء کو اس طرح معصوم نہیں مانتے) وہ صاحب اگر زندہ ہوتے تو ان شاء اللہ صاحبِ تحذیر کے اس قول کو پسند ہی کرتے اور کیوں نہ کرتے اہلِ علم و عقل، علم و عقل کی بات کو

پسند کیا ہی کرتے ہیں گو کم فہموں کو پسند نہ آئے۔

﴿بدایونی اعتراض﴾

باقی یہ آپ کا ارشاد کہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں مماثلت من جمیع الوجوہ کا خیال کرنا صریح کفر کا التزام ہے۔

جواب: اپنی کم فہمی کی وجہ سے ہے یہاں مِثْلُکُمْ کو بَشَرٌ کے ساتھ مقید کیا ہے مِثْلَھُنَّ میں سَبْع کے ساتھ مقید نہیں کیا بلکہ جیسے یہاں مِثْلُکُمْ میں مخاطبین کی طرف مِثْل کو مضاف کیا ہے (ایسے ہی) آیت سَبْعَ سَمٰوَاتٍ میں بقرینہ ضمیر سَبْعَ سَمٰوَاتٍ کی طرف مضاف کیا ہے۔

آپ ﷺ میں لوازمِ بشریت موجود تھے:

سو جیسے یہاں ذاتِ مخاطبین کے سوا وجہِ شبہ بشریت ہے یہاں بھی بحکمِ عبارت وجہِ شبہ کچھ اور ہی ہونی چاہئے کیونکہ یہ سات ہونا بھی اس مفہوم عام مقدر میں، جو بوجہِ اطلاق وجہِ شبہ کے ماننا پڑے گا، آجائے بہر حال یہاں وجہِ شبہ بشریت ہے اس لئے بشریت اور لوازمِ ذاتِ بشریت سب رسول اللہ ﷺ میں ہونے چاہئے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر نہیں عین ایمان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو لوازمِ بشریت سے مثل اکل وشرب منزہ نہیں کہہ سکتے اور ظاہر ہے کہ کفر واسلام بزرگی وتقوی ورسالۃ ونبوت وولایت وفسق وفجور وغیرہ اوصاف لوازمِ بشریت میں سے نہیں ورنہ سب میں برابر ہوا کرتے غرض قاعدۂ صاحبِ تحذیر جو دربارۂ تشبیہ لکھا ہے سراسر صحیح ہے ہرگز غلط نہیں آپ کی غلط فہمی ہے جو غلط سمجھتے ہو۔

بدایونی صاحب کا اعتراض:

اس کے بعد جناب عاقل بدایونی صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی اس بات پر کہ مقابل کعبہ اوپر کہیں تک جاؤ اور نیچے تحت الثری تک تو کعبہ ہی ہے (تحذیر ص۱۹) یہ اعتراض فرماتے ہیں کہ اوپر کہیں تک جاؤ اور نیچے کہیں تک جاؤ قبلہ ہے کعبہ نہیں کیونکہ کعبہ تو اس گھر کا نام

ہے جس کو بیت اللہ کہتے ہیں اس کی دیواریں بنی بنائی ہیں ہاں قبلہ جہتِ استقبال کو کہتے ہیں وہ البتہ اوپر کہیں تک جاؤ اور نیچے کہیں تک جاؤ برابر موجود۔

﴿جوابات﴾

اس اعتراض کو اگر مایۂ افتخارِ حضرت بدایونی کہئے تو بجا ہے ساری کتاب میں اگر ٹھکانے کی بات ہے تو یہ ہے (اب اس کے جوابات ملاحظہ فرمائیں)

جوابِ اول: مگر کوئی پوچھے کعبہ کا اوپر نیچے تک ہونا غلط ہے تو ہوا کرے جو مطلب کعبہ کی اس وسعتِ طولی سے نکلتا ہے وہ قبلہ کے اس اتساع اور ارتفاع اور انخفاض سے نکل آئے گا سوائے قبلہ! آپ بجائے کعبہ لفظ قبلہ بنا کر جواب عطا فرمائیں۔

جواب دوم: دوسرے، یہ بات ہے کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے عوام کے محاورہ کے موافق لکھی تھی اور آپ کو بھی منجملہ عوام ہی سمجھتے تھے پر معلوم نہیں کہ غلط سمجھے جو آپ کو ایسا نپٹ عامی سمجھا۔ آپ باوجود عامی ہونے کے کسی خاص سے سن بھاگے ہیں اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ علم وتہذیب دونوں آپ کو بعنایتِ الٰہی ایسے ہی نصیب ہوئے ہیں کہ جس سے خاصوں میں آپ کو سمجھنا بجز عوام اور کسی کا کام نہیں۔

تیسرا جواب: تیسرے حالّ کا مَحَلّ پر اور مَحَلّ کا حالّ پر اطلاق بطورِ مجاز سارے جہان میں مستعمل اور ساری کتابوں میں جو اس فن کی ہوتی ہیں مندرج (ہے) کعبہ کو حال اور قبلہ کو محل سمجھ کر اگر صاحبِ تحذیر نے مجازاً ایک کو دوسرے کی جا بول دیا ہے تو اس پر انکار کرنا انہی عامیوں کا کام ہے جو حقیقت ومجاز سے آگاہ نہ ہوں مگر اتنی بات کی آگاہی کیلئے تو عامی ہونا بھی کچھ مضر نہیں آسمان وسقف کو فوق اور زمین وفرش کو تحت باعتبارِ محل کہتے ہیں اور یہ بات ایسی نہیں کہ جو سوا آپ کے اور کوئی نہ جانتا ہو سب جانتے ہیں کہ اگر سقف کو اس حیز سے گرادیں تو پھر اس کو ''فوق'' نہیں کہتے۔

چوتھا جواب: چوتھے کعبہ کو کعبہ باعتبارِ ارتفاع کہتے ہیں یا بایں لحاظ کہ وہ بشکل مکعب

ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بات اس بُعد اور حیز میں اول ہے جس میں خانہ کعبہ واقع ہے بلکہ کاملانِ علم ہیئت و ہندسہ کو معلوم ہوگا کہ کرہ، مکعب ہونا یا دائرہ، مربع ہونا اصل میں صفتِ بعد و سطوحِ بعد ہے اشراقیوں کے طور پر اور صفتِ جسمِ تعلیمی اور سطوحِ جسمِ تعلیمی ہے مشائیوں کے طور پر۔ اہلِ تحقیق کے طور پر تو ان دونوں مذہبوں کا مآل واحد ہے کیونکہ فوقیت و تحتیت وغیرہ صفاتِ اضافیہ جسم میں بالیقین بالعرض ہیں اور ہر بالعرض کیلئے ایک موصوف بالذات کی ضرورت ہے کیونکہ حاصل بالعرض اتصافِ مفعولی ہے اور مفعول کا اتصاف سب جانتے ہیں کہ بے فاعل متصور نہیں۔

پھر اگر فاعل میں بھی وہ صفت بالعرض ہو تو اس کیلئے کوئی موصوف بالذات ہوگا ورنہ تسلسل لازم آئے گا لیکن یہ صفات سطوح میں بالیقین بالعرض ہیں کیونکہ اس اتصاف میں سطح اس جسم کے تابع ہے جس کے ساتھ قائم ہے اور بالعرض ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ کبھی یہ صفات آجاتی ہیں اور کبھی بوجہِ حرکات اجسام چلی جاتی ہیں اگر یہ صفات مفعولی نہیں یعنی خارج سے نہیں آئیں تو اور کیا ہے؟ اگر خارج سے نہیں آئیں تو زوال کے کیا معنی؟ جو صفت خود ذات ہی میں سے نکلتی ہے وہ ذات کے ساتھ رہتی ہے۔

<u>ذاتی صفت کبھی زائل نہیں ہوتی:</u>

الحاصل جو صفت بجمیع الوجوہ ذاتی یعنی بالذات ہوتی ہے وہ قابلِ زوال نہیں ہوتی البتہ جو صفت من وجہ بالذات ہو جیسے حرکتِ کشتی کہ فقط بہ نسبت جالسین بالذات ہے اگر زائل ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ تسلسل سے نجات جب ہی متصور ہے جبکہ کوئی ایسا موصوف بالذات نکل آئے جو بجمیع الوجوہ بالذات ہو اس لئے خواہ مخواہ یہ کہنا پڑے گا کہ سطحِ حاوی سے سطحِ بُعدِ حاوی مراد ہے کیونکہ اس کی فوقیت و تحتیت کا زوال محال ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بدوں تسلیم بُعد متصور نہیں۔

فرق اگر ہوگا تو اتنا ہوگا کہ اشراقیوں کے طور پر خود بُعد مکان ہوگا اور مشائیوں کے طور پر وہ سطحِ بُعد۔ اور اس لئے کرویت اور تکعب حقیقت میں وہ صفات، بُعد میں سے ہوں گی اور وہی

مسقطِ اشارۂ جسم تعلیمی ہے گو آپ سے معقول نہ سمجھیں اور اگر بالفرض ان دونوں مذہبوں کا مآل واحد نہیں تو اس میں شک نہیں کہ اہلِ اسلام کا رجحان اگر ہے تو بُعد والوں کی طرف ہے۔ متکلمین کا مذہب بھی بُعد ہے۔ اگر فرق ہے تو اتنا ہی ہوگا جتنا مفطو ر وموہوم میں فرق ہے اہلِ فقہ کا یہ قول کہ کہیں جاؤ قبلہ ہے وہ اسی جانب مشیر ہے کہ بقدرِ فضاءِ کعبہ اوپر تک اور نیچے تک قبلہ ہے۔

الغرض مکعب ہونا یا مرتفع ہونا صفاتِ اصلیۂ قبلہ ہیں خانہ کعبہ کو اگر کعبہ کہتے ہیں تو اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اس میں حلول کئے ہوئے ہے اس وجہ میں اور وجہِ سابق میں اگر چہ تجوز میں اشتراک رہے گا مگر یہ فرق ہو جائے گا کہ پہلی وجہ میں حقیقت بجانبِ خانہ تھی اور مجاز بجانبِ بُعد اور اس صورت میں حقیقت بجانبِ بُعد رہی اور مجاز بجانبِ خانہ پھر اس پر کعبہ کا اسم خانہ ہونا اور یہ سمجھنا کہ موضوع لہ حقیقی اس کا یہی جسم خانہ ہے ایسا ہوگا جیسا اطلاق قرآن وکلام اللہ، کتاب اللہ اور الفاظ قرآنی پر یا اطلاق سمع بصر چشم وگوش پر جیسے یہاں موضوع لہ حقیقی ان اسماء کا کچھ اور ہے اور سمجھے ہیں اور کچھ، ایسے ہی یہاں بھی سمجھئے۔ ظاہر ہے کہ کلام اللہ وہ صفت ہے جو ذاتِ خداتعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور قرآن الفاظ ہیں اور مصحف کو موضوع لہ حقیقی ان الفاظ کا نہیں کہہ سکتے۔ علیٰ ھٰذا القیاس سمع بصر حقیقی صفاتِ روحانی ہیں یہ اعضاءِ جسمانی نہیں۔

پانچواں جواب: خداتعالیٰ نے بھی قبلہ کی جگہ کعبہ فرمایا ہے:

پانچویں خداتعالیٰ فرماتے ہیں **جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ** الخ [المائدہ:۹۷] اگر قیام کے یہ معنی لئے جائیں کہ علتِ قیام وبقاء ہے تو فرمائیں وہ جہتِ قبلہ ہے یا احجارِ کعبہ پھر حرام ہونا جو بمعنی محترم ہے وہ اصل میں صفتِ احجار ہے یا جہتِ مذکور ہے۔ ہر ادنی واعلیٰ جانتا ہے کہ احجارِ مذکورہ اس جا میں نہ لگائے جاتے تو یہ حرمت جواَب ہے ہرگز نہ ہوتی۔ البتہ یہ جہت ان احجار کے لگنے سے پہلے بھی معزز تھی اور بعد میں بھی معزز رہے گی اس صورت میں بجز اس کے اور کیا کہئے گا کہ خداتعالیٰ نے بھی ''قبلہ'' کی جا ''کعبہ'' فرمایا ہے اور آپ کا اعتراض اپنے اوپر لیا۔ غرض آپ کو کلام اللہ پر اعتراض کرنے سے بھی دریغ نہیں جزاک اللّٰه.

قیام کے دو معنی لئے جاسکتے ہیں اور دونوں ہماری تائید کرتے ہیں:

پہلا معنی: غرض اگر قیام کے یہ معنی لئے جائیں کہ باعثِ قیام و بقاءِ مردم ہے اور وجہ اس کی یہ ہو کہ ملک عرب میں بوجہِ شیوع فساد و جنگ وجدال مسافروں کو امن نہ تھا جو کسی کی کاربراری ہوسکے فقط حاجیوں کے قافلوں کو کچھ نہ کہتے تھے اور اشہر حرم میں کسی کو نہ لوٹتے تھے اور نہ قربانی والے قافلوں کو کچھ کہتے تھے اور اس سبب سے ضرورت والے ساتھ ہوکر اپنا کام نکال لاتے تھے تو یہ سب بھی قبلہ ہی کی بدولت تھا کیونکہ نماز، حج، قربانی، وغیرہ سب اس بُعد اور جہت کے ساتھ مربوط ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر بالفرض خدا نہ کرے خانہ کعبہ منہدم بھی ہوجائے تو یہ ارکان بدستور باقی رہیں (گے)۔

دوسرا معنی: اور اگر یہ معنی ہیں کہ جب تک خانہ کعبہ باقی ہے جب تک یہ عالم بھی قائم ہے جس روز وہ (خانہ کعبہ) منہدم ہوجائے گا جیسا احادیث [1] میں وارد ہے کہ جیسے اس کو منہدم کریں گے اسی روز قیامت کو آئی سمجھو تو یہ مضمون بھی اسی جانب مشیر ہے کہ مرادِ اصلی جہت قبلہ ہے۔

جہت قبلہ میں تجلیٔ اُلوہیت اور معبودیت ہے:

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جہتِ قبلہ میں تجلیٔ اُلوہیت اور معبودیت ہے جیسے تجلیٔ ربانی ہر شب آسمان دنیا پر ہوتی ہے اور پھر وقتِ صبح نہیں رہتی ایسے ہی ایک زمانہ تک (انہدامِ قبلہ کے بعد) تجلیٔ جہت قبلہ بھی رہے گی اور پھر مرتفع ہوجائے گی اور اس تجلی کا مرتفع ہوجانا فرشِ زمین کے اٹھوا دینے اور خیمۂ فلک کے اکھڑوا دینے کیلئے اسی طرح باعث ہوجائے گا جیسے دورہ

---

[1] مسلم شریف ج۲ص۳۹۴ پر حدیث ہے ہ قرب قیامت میں کعبہ کی تخریب کاری ہوگی، بخاری ج۱ص۲۱۷، مستدرک حاکم ج۴ص۴۵۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۵ص۱۹۹ بحوالہ الخلیفۃ المہدی از حضرت مدنیؒ

میں حکام کا ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جانا خیموں ڈیروں کے اکھڑوا دینے کا باعث ہوجاتا ہے۔

اور وجہِ شبہ یہ ہے کہ دارِ دنیا دارِ عبادت وتکلیف ہے جب تک تجلّی معبود اس دار میں رہے گی جبھی تک یہ عبادت کا کارخانہ رہنا چاہئے علیٰ ھذا القیاس اس کارخانہ کے شروع کیلئے اول اس تجلّی کا ہونا چاہئے اولیت پر تو آیت: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (آل عمران:۹۶) میں اشارہ معلوم ہوتا ہے اور بقاء پر آیت جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ (المائدۃ۹۷) دلالت کرتی ہے چنانچہ امام بخاریؒ اِس آیت کے یہی معنی لیتے ہیں۔غرض خانہ کعبہ کو ڈیرۂ سرکاری سمجھئے وہ اکھڑا تو سب کے ڈیرے اکھڑیں گے زمین آدمیوں کا مسکن تھا، آسمان فرشتوں کا وہ بھی اکھڑ جائے گا یہ بھی اکھڑ جائے گا مثل خیمہائے حکام دنیا کہ جب تک وہ ان میں رونق افروز رہیں تب تک لشکرِ اردلی ان کا محافظ رہتا ہے ورنہ درصورت بقاء تجلّیٔ مذکور جیسے اصحابِ فیل کے قصہ میں حفاظتِ خانہ کعبہ ہوئی تھی اب بھی لشکر خاص سے ضرور ہوتی۔

<u>بدایونی صاحب نے اعتراض خدا تعالیٰ پر کیا ہے:</u>

القصہ آیتِ مذکورہ میں غور سے دیکھئے تو بجائے قبلہ، کعبہ اطلاق فرمایا ہے مصحح اس اطلاق کا وہی رابطہ حال و محل ہے جو بلاغہ شناسانِ معانی کو باعثِ تجوز ہوا کرتا ہے مگر عاقل بدایونی کو ایسے رمزوں کی کیا خبر ہوگی؟ القصہ حضور کا یہ اعتراض فقط صاحبِ تحذیر پر نہیں خدا پر وارد ہوتا ہے۔جَزَاکَ اللّٰهُ لِیْ

<u>اہل کمال کو برا کہنے والا ہمیشہ کمال سے محروم رہتا ہے</u>

دیگر ایک یہ اعتراض خلافِ امید آپ نے بظاہر کچھ ٹھکانے کا کیا تھا وہ بھی سبحان اللہ ایسا کچھ ہے مگر ''ہر چہ بادا باد'' لفظ تو آپ کو یاد ہیں گو معانی تک آپ کی توجہ نہیں پہنچی اور نہ ان شاء اللہ پہنچے۔

اہل کمال کو برا کہنے والا ہمیشہ اس کمال سے محروم رہتا ہے شاہ ولی اللہؒ کے خاندان کی

دشمنی آپ کے خمیر اور نطفہ میں ہے اور کمالِ علمی ان (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) کے اور ان کے نیازمندوں کے لئے ہے۔

<u>بدایونی کا اعتراض:</u>

اس کے بعد عاقل بدایونی لفظ ''یقینی'' پر اعتراض فرماتے ہیں اس اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ صاحبِ تحذیر نے بدلالتِ لفظِ مِثْلَهُنَّ واقع آیت: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ جس کے اطلاق پر آسمانوں اور زمینوں کی تعداد و ترتیب و فصل میں تشابہ اہلِ حدس کے نزدیک شاہد ہے۔

<u>ہر زمین میں آبادی ہے:</u> (ہم نے تحذیر میں) یہ کہا تھا کہ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ سات آسمان ہیں اور وہ بھی اوپر نیچے کَیْفَ مَا اتَّفَقَ دائیں بائیں آگے پیچھے واقع نہیں اور پھر ان میں پانچ پانچ سو [۵۰۰، ۵۰۰] برس کا فاصلہ نکلا اور اسی طرح کا زمینوں کا حال ہوا تو یہ بھی ''یقینی'' سمجھنا چاہئے کہ جیسے ساتوں آسمانوں میں آبادی ہے اور پھر اوپر کے آسمان والے نیچے کے آسمان والوں پر حاکم، ایسے ہی ساتوں زمینیں بھی آباد ہوں گی اور اوپر کی زمین والے نیچے کی زمین والوں پر حاکم ہوں گے انتھی (تحذیر ص ۶۷، ۶۸ طبع گوجرانوالہ)

<u>جواب:</u> اس تقریر میں جو لفظ ''یقینی'' ہے وہ محلِ اعتراض ہے اور وجہِ اعتراض یہ ہے کہ اس (ہر زمین میں آبادی ہے) استدلال کا جواب تو کچھ نہ بن آیا اور ان کو تو کیا آتا ان کے بڑے بھی اٹھ کر کے آئیں تو اِن شاء اللہ (ان کو بھی) نہ آئے کیونکہ یہ اس قسم کا استدلال ہے جس قسم کا استدلال آفتاب سے قمر کے مستفید ہونے میں کام آتا ہے بلکہ خدا کے کلام میں اور احادیث میں اس قسم کے استدلال موجود ہیں اس لئے ناچار ہو کر حسبِ عادتِ متعصّبانِ کم فہم جو وقتِ مناظرہ بحکمِ قواعدِ مناظرہ مغلوب ہو جاتے ہیں عوام کو دکھلانے کو بحث لفظی شروع کر دیتے ہیں لفظوں پر اعتراض کرنے شروع کئے اور ایسے مضامین سے کتاب کو پُر کیا، ایک اعتراض کعبہ کے لفظ پر آچکا جس کا جوابِ دندان شکن مولوی صاحب کی نذر کر کے ابھی فارغ ہوا ہوں۔

بدایونی صاحب کا اعتراض:

دوسرا اعتراض اور لے بیٹھے۔ہم اگر بحثِ الفاظ پر آئیں تو آپ کی کتاب کا ان شاء اللہ سب خاکہ اڑ جائے مگر ہم کو ایسی بحثوں سے شرم آتی ہے آپ ہی کو یہ بات مبارک رہے۔ آپ اپنی بات کا جواب لیجئے آپ کا اعتراض یہ ہے کہ آسمانوں میں پانچ پانچ سو برس کا فاصلہ اور آبادی ہے اور علیٰ ھذا القیاس زمینوں میں اتنا اتنا فاصلہ احادیثِ آحاد سے ثابت اور وہ مفید یقین نہیں ہوا کرتی۔

(جواب)

[شرط کے یقینی ہونے کیلئے مقدم کے وقوع کا یقینی ہونا ضروری نہیں۔قرآن پاک سے اس کی مثالیں]

اس کے جواب میں آپ اول تو سنئے شرطیات کے یقینی ہونے کیلئے مقدم کے وقوع کا یقین ضروری نہیں بلکہ مقدم اگر ممتنع الوقوع بھی ہو تب بھی قضیہ شرطیہ یقینی ہوسکتا ہے تمام اہل عقل اِنْ کَانَ زَیْدٌ حِمَارًا کَانَ نَاہِقًا کو اسی طرح یقیناً صادق جانتے ہیں جیسے اس قضیہ کو اِنْ کَانَ اَفْلاطُوْنُ بَدَایُوْنِیًّا کَانَ مِثْلَ مَوْلَانَا ۔معہٰذا قرآن شریف میں موجود ہے: لَوْ کَانَ فِیْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا(الانبیاء:۲۲) لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ (الزمر۶۵) قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ (الزخرف:۸۱)جب ایسے قضایا یقینی ہوں جن کے مقدم ممتنعات میں سے ہوں تو وہ شرطیہ جس کے مقدم کے وجود پر احادیث شاہد ہوں کیونکر یقینی نہ ہوں گے۔

<u>اعتراض:</u> ہاں یہ اعتراض آپ اگر کریں کہ مقدم اور تالی میں ارتباط نہیں

جواب اول:۔ تو ہم پوچھتے ہیں کیوں نہیں اطلاقِ مِثْلَهُنَّ اور امورِ کثیرہ میں مماثلت مل کر اگر اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ مماثلت کلی بجمیع الوجوہ بعد تفریق مشابہت ذات وصفاتِ ذات ومناسباتِ ذات بین السموات والارضین حاصل ہے تو بعد لحاظ کرویتِ شمس وقمر وارض وجبال استدارۃ مدار شمس وقمر وتربیع وغیرہ پر بھی استدلال غلط ہوگا کہ نورِ قمر نورِ شمس سے مستفاد ہے کیونکہ

احوالِ قمر کا اس علت پر منطبق آجانا ہی موجب استدلال ہوا ہے۔ ہاں اس قسم کے استدلال جیسے عوام کو موجبِ اطمینان نہیں ہوتے اور اکابر حکماء کو موجب اطمینان ہو جاتے ہیں ایسے ہی صاحبِ تحذیر کا استدلال آپ کے حق میں باعث اطمینان نہ ہو تو بے جا نہیں اور اگر حکماء کی بات اس مقام پر قابلِ توجہ نہیں تو ہر چند اس کا جواب اوپر سے اتنا ہی بہت ہے کہ استدلال کے قواعد کے موجد جب ایسے استدلال پر یقین کر بیٹھیں تو اوروں کو حجت کیوں نہ ہو مگر آپ کی خاطر (دلداری) عزیز ہے لیجئے۔

<u>جوابِ ثانی: تحقیقی جواب</u>

بخاری شریف [ج ا ص ۲۱۵] میں کتاب الحج (یعنی کتاب المناسک) پر حضرت عائشہؓ سے حطیم کے منجملہ کعبہ ہونے اور اس میں داخل ہونے میں رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً ایک حدیث موجود ہے اور اسی روایت میں بعد قول نبوی ﷺ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول ہے **لَئِنْ كَانَتْ سَمِعَتْ عَائِشَةُ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ فَمَا اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ الخ او كما قَال** دیکھیں یہ استدلال کیسا ہے؟ یہاں بھی وہی بات ہے کہ نہیں کہ علتِ مذکورہ پر یہ قصہ منطبق ہے اُدھر کلام اللہ میں خود اِس قسم کے استدلال موجود ہیں فرماتے ہیں: **أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلٰٓى أَنْ يُحْيِیَ الْمَوْتٰى** [الاحقاف: ۳۳] غرض یہاں بھی یہی ہے کہ قدرتِ کاملہ بر خلق سموات وارض باوجود عدمِ تکان اور خلقِ مثل (۱) دونوں منطبق ہیں علیٰ ھذا القیاس حضرت عائشہؓ کی وہ روایت اور رسول اللہ ﷺ کا ترک استلام رکن عراقی ورکن شامی دونوں عدم تمامیٔ بیت اللہ پر منطبق ہیں مگر آپ ان باتوں کو کیا

---

۱) حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے کہنے کا مقصود یہ ہے کہ جیسے عدم تکان منطبق ہے ویسے ہی خلق مثل منطبق ہے۔

جانیں حدیث وکلام اللہ کی سند نہیں اور ایک دو حدیث کسی کو سنا کر سند لے لی تو اس سے مضامینِ نفیسہ میں مداخلت نہیں ہو جاتی اس کیلئے تو ماہران علم دین کی مدتوں کفش برداری چاہئے۔

رہی معقول اس میں عقل کی ضرورت بدایوں والے کے حساب سے وہ پہلے ہی نصیب اعداء ہو چکی۔ خیر یہ باتیں تو ہو چکیں اور سنئے اگر بالفرض یہ تعلیق موجب یقین بمعنی مطلوب نہیں تو کیا ہوا، یقین ظن کے موقع میں عرب وعجم میں مستعمل ہے عرب کا حوالہ چاہئے تو بخاری مطبوع دہلی کے پانچویں صفحہ میں (یعنی ج ا ص ۵) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا قول دیکھنا فَـقُـلْـتُ لِاَصْـحَـابِیْ حِیْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِیْ كَبْشَةَ اِنَّـهٗ يَخَافُهٗ مَلِکُ بَنِی الْاَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا اَنَّـهٗ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ دیکھیں خوفِ بادشاہِ روم سے ابوسفیانؓ یہ سمجھے کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر غالب آئیں گے اور ان کا دین ظاہر ہو جائے گا اور اس کو یقین سے تعبیر کیا حالانکہ یہ موقع ظن مصطلح تھا چنانچہ ظاہر ہے کہ بادشاہِ روم کا احوالِ نبوی ﷺ سن کر یہ سمجھنا کہ آپ ﷺ لاریب نبی ہیں اور پھر یہ کہنا کہ اُن کا ملک یہاں تک آ جائے گا ایک عقلی بات ہے اور پھر وہ بھی ایسی نہیں کہ علت سے معلول کی طرف انتقال ہو، استدلال لِمّی نہیں اِنّی ہے مگر اس پر دیکھو کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے یقین کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حسب ہدایت مولانا فصیح الدین بہادر عاقل بدایونی ظن نہ کہا۔

فارسی کی سنئے یہ شعر اولیاء کے ملفوظات میں اکثر آتا ہے

یقین میداں کہ شیرانِ شکاری　　دریں راہ خواستند از مور بازی

اور اردو سنئے میر کی مثنوی میں ہے:

؎ یقین ہو گیا ہے کہ وہ تیز آگ　　اسی نیم کشتہ سے رکھتی ہے راگ

ان دونوں شعروں میں حسبِ اصطلاح ظن کا موقع تھا پھر اگر صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے موقع ظن میں یہ لفظ فرمایا اور پھر اس کے ساتھ یہ کہہ کر کہ ہم تکلیفِ عقیدہ نہیں دیتے قرینہ ارادہ

ظن بھی ساتھ لگا دیا تو اس پر انکار کیوں ہے؟ بجز اس کے کہ آپ خود جہل وتعصب وانکارِ حق کریں اور کوئی عذر مسموع نہیں ہوسکتا اب کہئے کہ مجھ کو یوں کہنا مناسب ہے کہ اگر مولوی صاحب کو مواقع استعمال یقین کی خبر ہوتی تو صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو یوں نہ کہتے کہ اگر یقین کا معنی جانتے تو یہاں یقینی نہ کہتے۔

نبی کریم ﷺ تمام زمینوں میں آباد لوگوں کے حاکم اور سردار ہیں:

اس کے بعد اور سنئے صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اطلاقِ مِثْلَهُنَّ اور مشابہتِ عدد و مقدار، فصل و ترتیب وغیرہ سے مماثلتِ کلی کو بین السموات والارض مُوَجَّه کرکے بشہادت بعض روایات ترمذی[1] آسمانوں کی آبادی اور اوپر والوں کی حکومت نیچے والوں پر ثابت کرکے یہ کہا تھا کہ جب مماثلتِ کلی ذہن نشین اہل فہم ہوگئی تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ساتوں زمینیں بھی آباد ہوں اور اوپر کی زمین والے یعنی رسول اللہ ﷺ نیچے کی زمین پر حاکم ہوں[2] اور پھر بذریعہ حکومتِ مذکورہ بایں وجہ کہ حکومتِ مذکورہ بذریعہ تبلیغ احکام ہوئی ہے اور کارخانۂ حکومت میں احکام کے سنانے والے احکام کے سننے والوں سے افضل ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی افضلیت ثابت کرکے اس مماثلت کو جو جملہ نَبِيٌّ كَنَبِيِّكُمْ سے جو اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں واقع ہے ثابت ہوتی ہے مماثلت فی النسبۃ پر محمول کردیا تھا تاکہ حدیث بھی بنی رہے اور رسول اللہ ﷺ کی افضلیت بھی بنی رہے۔

مگر جناب مولوی صاحب عاقل بدایونی اس مضمون کو سن کر ایسے بگڑے کہ الٰہی پناہ اور تو کوئی وجہ نہیں یا تو تعصبِ طبع زاد ہے یا رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت کے بڑھنے سے خوشی نہیں آتی سبحان اللہ وہابیوں کو تو یہ بدنام کریں اور آپ ان کا کام کریں۔

---

1. ترمذی شریف ابواب التفسیر سورۃ الحدید ج ۱ ص ۱۶۵ طبع قدیمی، مسند احمد
2. تحذیر ص ۶۸ طبع گوجرانوالہ

حضور نبی کریم ﷺ تمام زمینوں کے نبی اور بادشاہ ہیں:

ناظرانِ تحذیر کو معلوم ہے کہ اس صورت میں رسول اللہ ﷺ بمنزلہ بادشاہِ ہفت اقلیم ہوجائیں گے اور افضلان طبقاتِ سافلہ جو بجملہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ معبر ہوتے ہیں آپ کے سامنے بمنزلہ بادشاہانِ ہفت اقالیم۔ بلکہ تقریر تحذیر کے موافق اگر غور کیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ افضل زمین دوم پر حاکم ہوں اور ان سے افضل ہوں اور وہ تیسری زمین والوں سے اسی طرح افضل ہوں علیٰ ھذا القیاس اسی طرح نیچے تک چلتے چلو۔

نبی کریم ﷺ شاہنشاہوں کے شاہنشاہِ نبوت ہیں:

اس صورت میں رسول اللہ ﷺ شہنشاہ نبوت ہی نہ ہوں گے بلکہ شاہ کے شاہ کے شاہ کے شاہ کے شاہ کے شاہِ نبوت ہوں گے اور مشابہت فقط نسبت میں ہوگی جس کا ماحصل اس قسم کا ہوگا جیسا کہا کرتے ہیں کہ ایک کروڑ کو دو کروڑ کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے ایک کو دو کے ساتھ ہے جیسے اس تشبیہ میں باوجودیکہ بالیقین صادق ہے ایک اور ایک کروڑ کی تساوی، اور دو اور دو کروڑ کی تساوی لازم نہیں آتی ایسے ہی باوجود صدقِ تشبیہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ فضلانِ اراضیٔ سافلہ کی تساوی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لازم نہیں آتی بلکہ آپ ﷺ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

اہل بدایوں نبی ﷺ کو افضل نہیں سمجھتے:

پھر بھی اس پر اعتراض کرنا بجز اس کے متصور نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو افضل نہ سمجھے مگر اہل بدایون کو نہ رسول اللہ ﷺ کا لحاظ اور نہ محبانِ رسول اللہ ﷺ سے شرم، انکار کئے جاتے ہیں اور باز نہیں آتے ہیں۔

اہل بدایوں کا نبی کریم ﷺ کو افضل نہ سمجھنے کی وجہ:

میں جانوں یہ اس تہمت کا بدلہ ملا ہے جو (اہل بدایوں اور دیگر معترضین کی طرف سے) متبعانِ سنت کے ذمہ لگائی گئی تھی۔

صاحب تحذیر کا مقصدِ زندگی نبی کریم ﷺ کی شان بیان کرنا:

اہلِ فہم کو معلوم ہوگا کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے کس قدر رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی ہے (گویا مقصدِ زندگی ہی یہی ہے) اور اہلِ بدایوں اور دیگر منکرانِ تحذیر (انکارِ تحذیر کی آڑ میں) رسول اللہ ﷺ کی کیسے تنقیص کرتے ہیں (گویا مقصدِ زندگی یہی ہے) اور پھر یہ تماشا ہے کہ اس انکار کیلئے کوئی دلیل نہیں۔

منکرانِ تحذیر کے حیلے بہانے:

پہلا حیلہ: کبھی کہتے ہیں آیت اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ مماثلتِ کلی پر دلالت نہیں کرتی۔

جواب: مگر ناظرانِ اوراقِ ھذا کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ کس طرح یہ آیت مماثلتِ مطلقہ پر دلالت کرتی ہے اور پھر کیونکر رسول اللہ ﷺ کی افضلیت اس سے نکلتی ہے چنانچہ بطورِ اختصار عرض کر چکا ہوں تفصیل منظور ہو تو تحذیر کو دیکھ لیں۔

دوسرا حیلہ: کبھی فرماتے ہیں یہ ایجاد و اختراع ہے سلف کے مخالف ہے۔

جواب: مگر اہلِ فہم کو بشرطیکہ تحذیر کے آخر تقریر کو جو تفسیر کی تحقیق میں لکھی ہے دیکھیں گے یہ بات بخوبی معلوم ہوجائے گی کہ اس کو اختراع نہیں کہتے، تفسیر کہتے ہیں ہاں اوروں سے یہ مضامین منقول نہیں اور وجہ یہ ہے کہ ان کو اس شرح وبسط کے ساتھ لکھنے کی ضرورت نہ ہوئی مگر منقول نہ ہونا اور ہے اور مخالف ہونا اور ہے۔

تقریراتِ تحذیر کلام شیخ ابن عربیؒ سے ماخوذ ہیں:

بایں ہمہ اہلِ حقائق کے کلام کو مثل شیخ اکبر قدس اللہ سرہ دیکھیں تو معلوم ہو کہ یہ سب مضامین پرانے ہیں پر مولوی صاحب ایسی کتب کو کیونکر سمجھیں؟

تیسرا حیلہ: کبھی بے وجہ کہتے ہیں کہ یہ دھوکہ ہے۔

جواب: دلیل کچھ نہیں فرماتے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کبھی اپنی خوش فہمی سے الٹا سمجھتے ہیں صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا مطلب نہیں سمجھتے اور اعتراض کرتے ہیں۔

اعتراض: فرماتے ہیں مضاف الیہ کی کثرت سے مضاف کی کثرت ثابت نہیں ہوتی۔

جواب نمبرا: مولوی بدایونی پرقربان ہوکرمر جایئے کتنے دور پہنچتے ہیں اضافت کے مضمون کوسمجھتے تو ایسا اعتراض کیوں کرتے؟

جواب نمبر۲: ایک شے کبھی ایک اضافت کیلئے من وجہ مضاف ہوجاتی ہے، اور پھراس قسم کی اضافت کے لئے دوسری وجہ سے مضاف الیہ بن جاتی ہے۔

مثال: اگرایک شخص اپنے فرزند کا باپ ہے تو اپنے باپ کا فرزند بھی ہوتا ہے، بادشاہ اگر اپنی رعیت کا حاکم ہوتا ہے تو بادشاہِ ہفت اقلیم کا محکوم بھی ہوتا ہے۔غرض جیسے بادشاہ خاتم الحکومت ہوتا ہے یعنی رعیت کا سلسلۂ حکومت اس پرختم ہوتا ہے اور پھر باوجود اس کے بادشاہِ ہفت اقلیم کا یہ(بادشاہ)محکوم ہوتا ہے اور بادشاہ ہفت اقلیم بادشاہِ مطلق اور خاتم الحکومت مطلق ہوتا ہے اس لئے اس کے اوپر کوئی حاکم نہیں ہوتا ایسے ہی ہر زمین میں بہ نسبت اس زمین والوں کے یا اس سے نیچے کی زمین والوں کے خاتم النبوۃ یعنی بادشاہِ دین ہوتا ہے۔پر اپنے سے اوپر والی زمین کے خاتم کا محکوم اور مختوم ہوتا ہے اور اوپر والی زمین کا خاتم یعنی رسول اللہ ﷺ ان سب کے خاتم ہیں اور کسی کے مختوم نہیں اس صورت میں اور جا کے خاتم آپ ﷺ کے مختوم ہوں گے اور آپ ﷺ کی نسبت منجملہ مضاف الیہ یعنی ''النبیین'' ہوں گی نہ منجملہ خاتم اگر چہ اوروں کے خاتم ہوں گے یہ ایسی موٹی مثالیں ہیں کہ ہرادنیٰ،اعلیٰ سمجھتا ہے پر ہزار افسوس کہ علامہ بدایونی نہیں سمجھتے

۳اعتراض:

بلکہ اور سنئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ ختم نبوت کی تمثیل بادشاہ کے ساتھ صحیح نہیں (کیونکہ) مفہوم ختم کا مقتضیٰ ہے عدمِ تعدد، برخلاف بادشاہت کے۔

بدایونی صاحب معتزلہ کی راہ پر:

جواب: سبحان اللہ مضمون تو اسے کہتے ہیں یہ بات حضرت نے ایسی کہی جیسی معتزلہ کہتے ہیں کہ لَنْ تَرَانِیْ میں لَنْ تابید کیلئے ہے اور تابید عدم الانتہاء پر دلالت کرتی ہے اس لئے حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو دیدارِ خداوندی میسر ہی نہ ہوگا اور انہیں نہ ہوا تو پھر کس کو ہوگا؟ (لہٰذا کبھی بھی کسی کو نہ ہوگا)

کسی نے حضرت کو یہ نہ سمجھایا کہ بادشاہت بھی مقتضی ہے عدم محکومیت کو، اس وجہ سے ختم کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ وہ مقتضی ہے عدمِ مختومیت کو۔ باقی رہی یہ بات کہ مفہوم ختم مقتضی ہے عدم تعدد کو اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک زمرۂ معین کیلئے دو خاتم نہیں ہوتے تو ایک رعیت کیلئے دو بادشاہ بھی نہیں ہوتے اور اگر یہ مطلب ہے کہ خاتم کا کوئی خاتم نہیں ہوتا تو بادشاہ بھی اسے ہی کہتے ہیں جس کا کوئی حاکم نہ ہو اگر بادشاہِ ہفت اقلیم کے مقابلہ میں اور بادشاہ حاکم اور بادشاہ نہیں سمجھے جاتے تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور خاتم خاتم نہیں سمجھے جاتے۔ اگر بادشاہت میں فرق اضافی اور حقیقی ہے تو خاتم میں بھی یہ فرق نکلے گا اس تقریر میں اس قول کے سب اعتراضوں کا جواب تو آ گیا۔

<u>دو اعتراضوں کا جواب باقی ہے:</u>

ا۔ پر اس اعتراض کا جواب نہیں کہ آیت سے تماثل اراضی باہم ثابت نہیں ہوتا جو مطلب ثابت ہو۔

۲۔ دوسرے آسمانوں میں باہم تماثل کلی نہیں ہے جو استدلال ہو سکے۔

<u>اعتراض اول کا جواب:</u>

مگر اعتراض اول کا جواب تو پہلے آ چکا ہے اس کو دیکھ لیں۔

<u>اعتراض ثانی کا جواب:</u>

رہا اعتراضِ ثانی تو اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدۂ انطباقِ علت و معلولات افادۂ یقین نہیں اس بات کا خواستگار نہیں کہ ساری ہی معلولات کو منطبق کئے جائیں چنانچہ امثلۂ گذشتہ سے ظاہر ہے کہ حطیم کے قصہ میں منجملہ علتِ معلومہ یہ بھی تھا کہ حطیم کو طواف میں شامل کر لیا جائے اور حطیم کی داخلی خانہ کعبہ کی داخلی کے برابر ہو سو فرمایئے حدیثِ مذکور میں اس کا ذکر کہاں ہے؟

زیادہ کیا عرض کیجئے ایسے موٹے مضامین کے لکھنے میں مفت تضیعِ اوقات ہوتے ہیں پر کیا کیجئے ایسے خوش فہموں سے پالا پڑا ہے کہ موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔

اعتراض: اس کے بعد مولوی صاحب عاقل بدایونی، صاحب تحذیر کی اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ بوجہِ عدمِ ثبوتِ قطعی نہ کسی کو اس بات کے اعتقاد کی تکلیف دیتے ہیں کہ ہر زمین میں انبیاء ہیں اور ان میں ان کا خاتم ہے اور نہ کسی کو انکار کے باعث کافر کہتے ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ اتنے استنباط پر بھروسہ کر کے اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدارِ اعتقاد ٹھہراتے ہیں پھر اعتقاد بھی کیسا کہ کسی کتاب میں اسکا پتہ نہیں بلکہ موجبِ اعتقادِ اہلِ اسلام وہ اعتقاد فاسد اور مردود ہے۔

جواب: اس اعتراض پر مولوی بدایونی کی عقل کی بلائیں لے لیجئے صاحبو! جو شخص بوجہِ عدم ثبوت قطعی اوروں کو تکلیف عقیدہ نہ دے گا وہ خود کیونکر اس بات کا معتقد ہوگا۔

عقائد کی دو قسمیں ہیں: ہاں اتنا فرق ہے کہ ایک تو وہ اعتقاد ہوتا ہے کہ جو ایمان میں کام آتا ہے اور ایک وہ اعتقاد ہوتا ہے جو اعمال میں کام آتا ہے یعنی موجب اتباع و عمل ہوتا ہے۔ پہلی قسم کے اعتقاد کی تو یہاں کوئی صورت نہیں ہاں دوسری قسم کے اعتقاد کی صورت ہے سو اس قسم کا اعتقاد تصدیق کیلئے کافی ہے اگر یہ نہ ہو تو تمام احادیث سوائے ایک دو کے جو متواتر ہیں (۱) باطل ہو جائیں اور وقائعِ شبِ معراج کی تصدیق کی کوئی صورت نہ رہے (۲) اس نظر سے صاحبِ

---

۱) ایک دو حدیثوں کو متواتر کہنا حضرت ابن الصلاحؒ کے قول کے مطابق ہے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق کے مطابق تو متواترات بہت زیادہ ہیں خود حضرت نانوتویؒ تواتر اسناد، تواترِ طبقہ، تواتر قدر مشترک اور تواترِ معنوی کے قائل ہیں۔ دیکھئے اساس المنطق بحث متواترات۔

۲) یہاں حضرت نے شبِ معراج کے واقعات کی بابت بات کی ہے نہ کہ نفس معراج کی۔ نفسِ معراج میں تو اختلاف نہیں لیکن اس کی تفصیلات کی بابت راویوں میں اختلافات ہیں۔

تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) تو اثرِ مذکور کی تائید کرتے ہیں اور علامہ بدایونی اس کے رد کے در پے ہیں اور اس کے حدیث ہونے کا کچھ خیال نہیں کرتے شاید سید احمد خان کا اور ان کا ایک ہی مٹی سے خمیر ہوا ہے باقی رہا مخالف سلف ہونا یہ مولوی صاحب کی خوش فہمی ہے۔

مثال سے وضاحت:

اگر ایک شخص اس بات کی خبر دے کہ علامہ بدایونی بدایوں میں رہتے ہیں اور دوسرا شخص کہے کہ وہ کیا اور بھی بہت سے (لوگ) وہاں رہتے ہیں تو جیسے دوسرے کا قول اول کے قول کے مخالف نہیں ایسے ہی قولِ صاحبِ تحذیر کو مخالفِ قولِ سلف نہ کہئے وہ (سلف) کم کی خبر دیتے ہیں یہ (صاحب تحذیرؒ) زیادہ کی خبر سناتے ہیں۔

منکرین اثرِ ابن عباسؓ انکارِ حدیث میں خوارج و روافض کی طرح ہیں:

اس کے بعد سنئے خوارج اور روافض کے ساتھ منکرانِ اثر کو صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے انکارِ حدیث میں تشبیہ دی ہے علامہ بدایونی اس کو یوں ہی چھوڑ کر آگے چلتے ہیں اور اس کے معلوم ہونے کو آئندہ پر حوالہ کرتے ہیں اس لئے ہم بھی ان کے ساتھ ساتھ ہیں۔

اعتراض: وہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) اثر عبداللہ بن عباسؓ کو صحیح کہتے ہیں پر کسی کا ائمہ حدیث سے حوالہ بیان نہ کیا حالانکہ ارشاد الساری اور انسان العیون [یہ سیرۃ حلبیہ کا اصل نام ہے] وغیرہ سے اس کا ضعف ظاہر ہو چکا ہے۔

ائمہ حدیث سے صحتِ اثر منقول نہ ہونے کی وجہ:

سنئے صاحبِ تحذیر نے واقعی کسی محدث کی عبارت نقل نہیں کی لیکن بعد تصریحات دیگر علماءِ کبار مثل مولانا عبدالحی صاحب وغیرہم اس کی کیا حاجت تھی؟ (۱) بالاجمال اتنا کہنا کافی سمجھا کہ ائمہ دین نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ آپ کو یا اور منکرانِ اثر کو اتنا

---

۱) اس کیلئے دیکھئے مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا رسالہ: دافع الوسواس فی اثر ابن عباسؓ

متعصب نہ سمجھتے تھے جتنا اس دفتر بے معنی کے دیکھنے سے معلوم ہوا مگر چونکہ آپ کے اوراقِ گذشتہ کے دیکھنے والوں کو اتنا معلوم ہے کہ جناب مولانا عبدالحی صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے عباراتِ کتب کے حوالے دربارۂ صحت اثر مذکور آپ کو سنائے ہیں [1] تو اب کچھ حاجت نہیں۔

<u>ائمہ حدیث سے اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی توثیق:</u>

بالاجمال اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ بیہقیؒ، جریرؒ، حاکمؒ ذہبیؒ اس اثر کی توثیق کرتے ہیں بیہقیؒ، جریرؒ حاکمؒ تو تصحیح کے درپے ہیں اور ذہبیؒ حسن الاسناد فرماتے ہیں اس کے بعد آپ کی تین پانچ اگر ہے تو بوجہ مخالفتِ خاتم النبیین ہے جس پر اس اثر کی نسبت ائمہ دین کے شاذ کہنے کو منطبق کرتے ہیں یا بوجہ تاویل بعض اکابر ہے جو اس اثر میں کرتے ہیں مگر وجہ تاویل اکابر وہ تاویل یہ ہو کہ آدم ونوح وغیرہ سے مبلغان احکام مراد ہیں جو انہی اسماء کے ساتھ مسمّی ہیں۔

یا یہ کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں چونکہ وہی خیال مخالفتِ خاتمیت وعمومِ بعثتِ نبوی ﷺ ہے تو حقیقت میں باعث انکار ورد وقدح سامی یہی ایک مخالف رہی لیکن اس مخالفت کی حقیقت ناظران تحذیر کو بخوبی معلوم ہے۔

القصہ محاکمۂ صاحبِ تحذیر سے اثرِ مذکور مخالف تو کیا ہوتا اور مؤید بن گیا اس لئے نہ بوجہِ مخالفت اب شاذ کہنا درست ہے اور نہ ان تاویلات کی طرف جانا جائز۔ بعد وضوحِ حق

---

[1] دافع الوسواس میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے پاس مولانا عبدالقادر بدایونی کے جانے کا اور مولانا لکھنویؒ سے اس موضوع پر گفتگو کا ذکر موجود ہے۔ دیکھئے دافع الوسواس فی اثر ابن عباسؓ ص ۱۸ تو بدایونی صاحب اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحت ائمہ دین کی کتابوں میں دیکھنے کے باوجود اعتراض کررہے ہیں تاکہ کتاب کی تھوڑی سی ضخامت بڑھ جائے گویا بدایونی صاحب نے جان بوجھ کر برائے نام اعتراض کئے ہیں باقی ان کو بھی معلوم تھا کہ یہ اعتراض محض ہیں لیکن عادت جو تھی......اعتراض کرنے کی......اسحاق

تاویلات کرنی اہلِ حق کا کام نہیں۔

تحذیر کی عبارت:

اس کے بعد عاقل بدایونی اور کچھ فرماتے ہیں سنئے صاحب تحذیر نے سواءِ تطبیق آیت واثر جو جوابِ دندان شکن شذوذ تھا شذوذ کے جواب میں ایک یہ بھی رقم فرمایا تھا کہ جس نے شاذ کہا ہے اس نے صحیح کہہ کر شاذ کہا ہے اور اس قسم کا شذوذ مخالفِ صحت نہیں (تحذیر ص۸۲ طبع گوجرانوالہ) اور سچ ہی تو ہے اگر باہم مخالفتِ مطلقہ ہو تو شاذ کہنے والوں کے طور پر اجتماعِ ضدین لازم آئے کہ شاذ بھی کہتے ہیں اور صحیح بھی کہتے ہیں۔ غرض ان کی غرض یہ نہیں کہ شذوذ ایسے مقام میں جہاں صحت بھی ہو بمعنی مخالفت ثقات نہیں ہوتا بمعنی تفردِ راوی ہوتا ہے۔

مذکورہ عبارت پر بدایونی صاحب کے تین اعتراضات:

اس پر علامہ بدایونی نے تین اعتراض کئے۔

پہلا اعتراض: ایک تو یہ کہ حاکم وغیرہ کے نزدیک مطلق شاذ مردود ہوتا ہے۔

(پہلے اعتراض کا جواب)

[اپنی تصویر دکھاتی ہے مجھے اب دنیا وہی سنتا ہوں جو اک بار کہا تھا (اسحاق)]

مگر اس کا حوالہ کسی کتاب پر نہیں فقط اپنی زبان پر ہے صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے حوالۂ کتب کی شکایت ہو اور آپ خود بے حوالہ فرمائیں شاید یہ اسی کا بدلہ ہے غرض اس کا جواب تو ان شاء اللہ جب دیا جائے گا جب کہ حضرت حوالہ عنایت فرمائیں گے مگر خیر ہم اتنا ہی غنیمت سمجھتے ہیں کہ بعض محققین کے نزدیک تو انکے اقرار کے موافق بھی ایسا ہی ہے صاحبِ تحذیر تو بحوالۂ عباراتِ کتبِ اصول اس امر کو بیان فرمائیں پھر جن کی عبارت نقل فرمائیں بنسبت حاکمؒ متاخر پھر ان کا علی الاطلاق شذوذ بمعنی تفرد کو بے تخصیص کسی محدث کے علی العموم یہ کہہ دینا کہ یہ قسم مخالف صحت نہیں اس جانب مشیر ہے کہ اگر حاکم نے بالفرض ایسا کیا ہے تو ان کا قول کسی نے تسلیم نہیں کیا چنانچہ ظاہر بھی یہی ہے اس لئے کہ تفرد کو بے اعتباری میں عند العقل کچھ دخل نہیں مگر جب

تک عبارت کتاب نظر میں کوئی نہ گذرے (اس وقت تک) لاَ تُصَدِّقُوْهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ کے موافق (عمل) کرنا چاہئے۔ یعنی گو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مولوی بدایونی جھوٹ بولتے ہیں لیکن کیفیتِ فہم مطلب دیکھ کر غلطیٔ فہم کا ظن غالب ہے اگر ایسے مضامین کی کتاب اس وقت ہوتی تو ان شاء اللہ معلوم ہو جاتا خیر پھر ان شاء اللہ کبھی دیکھا جائے گا۔

دوسرا اعتراض:

دوسرا اعتراض اور ہے جس کا نکالنا آپ کی عبارت سے منجملہ کرامات کہئے تو بجا ہے مگر بحمد اللہ بوجہِ شافی ہم سمجھے ہم کو یہ دولت نصیب ہوئی وہ (اعتراض) یہ ہے کہ امام بیہقیؒ نے اسناد کو صحیح کہا ہے اثر کو صحیح نہیں کہا اور اس بنا پر صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) پر خیانت کا الزام لگایا ہے۔

جواب کی تمہید:

اللہ اللہ! کمال سخاوت تو دیکھیں کہ اپنے اوصاف اوروں کو عطا ہوتے ہیں حضرت خیانت تو اسے کہتے ہیں کہ خاتمیتِ زمانی کی علت بتانے والوں کو بلکہ آپ ﷺ کی خاتمیت کو خاتمیتِ زمانی اور خاتمیتِ مکانی اور خاتمیتِ مرتبی تینوں کو شامل کرنے والوں کو آپ منکرِ خاتمیتِ زمانی کہتے ہیں چنانچہ حضور کے اس دفترِ بے معنی کے مطالعہ سے روشن ہے مگر خیر آپ نے جو چاہا فرما لیا جوابات بھی سن لیجئے۔

پہلا جواب:

مولوی صاحب بغل میں ہر دم کتاب رہنے سے آدمی کو فہم نہیں آ جاتا یہ نعمتِ خداداد ہے امام بیہقیؒ بے شک یہی فرماتے ہیں جو آپ نے فرمایا ''اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ لٰكِنَّهٗ شَاذٌّ بِمَرَّةٍ'' لیکن ضمیر لٰكِنَّهٗ بھی اسناد ہی کی طرف راجع ہے اگر لٰكِنَّهٗ شَاذٌّ کی ضمیر اثر کی طرف راجع ہوتی اور حسبِ خواہش جناب شذوذ بمعنی مخالفتِ ثقات مراد ہوتا تو فقط شاذ کہنا کافی تھا۔

دوسرا جواب:

دوسرے اِس صورت میں بیان مخالفت ضرور کرتے امام بیہقیؒ ایسے مہمل نہ تھے کہ دعوی

کرتے اور دلیل نہ ہوتی۔

تیسرا جواب:

تیسرے بِـمَـرَّةٍ کے پھر کیا معنی تھے؟ ہاں اگر لٰـکِنَّـهٗ کی ضمیر اسناد کی طرف راجع کی جائے تو پھر سب باتیں ٹھکانے لگیں۔ غرض امام بیہقیؒ یہی ہے کہ اسناد صحیح ہے لیکن ایک راوی سے زیادہ اور ایک روایت سے زیادہ نہیں۔

تیسرا اعتراض:

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امام بیہقیؒ کا شاذ کہنا بطور طعن ہے اور اقسامِ طعن میں شذوذ سے شذوذ بمعنی مخالفت ہی مراد ہوتا ہے۔

جواب: شاید مولوی صاحب نے خواب میں کسی سے سن لیا ہوگا کہ یہ مقامِ طعن ہے اگر یہ ہے تو اس کا جواب تو یہ ہے کہ آپ بائیں طرف شیطان کے تصور میں تین بار تف کریں اور تین بار اَعُـوْذُ بِـاللّٰـهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھیں ان شاءاللہ وسوسہ دور ہو جائے گا اگرچہ آپ اس صلاح پر بوجہِ مخالفتِ طبع ناخوش ہو کر ہمیں ہی شیطان وغیرہ خدا جانے کیا کچھ کہیں گے مگر ہم ابھی سے معوذتین کا ورد شروع کرتے ہیں۔

کوئی مولوی صاحب سے پوچھے باوجود وضوحِ معنیٔ عبارت آپ نے کیونکر یہ سمجھ لیا کہ یہ مقامِ طعن ہے اگر مقام ہی ہے تو ایسا ہے جیسا یوں کہئے کہ احادیثِ بخاری و مسلم صحیح تو ہیں پر متواتر نہیں غرض امام بیہقیؒ یہ ہے کہ (اثر) صحیح تو ہے پر کیا کیجئے کہ ایک راوی سے منقول ہے اور یہ بات اس مقام میں ایسے ہے جیسے یوں کہئے کہ مسلم میں جو حدیثِ متابعت امام میں یہ جملہ ہے ''وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا'' صحیح تو ہے پر ایک ہی راوی سے منقول ہے۔ [1]

---

[1] حضرت الامام الکبیرؒ نے جملہ: وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا کے بارے میں جو فرمایا ہے کہ ایک راوی سے منقول ہے یہ حضرت امام بخاریؒ، دارقطنیؒ اور امام ابوداودؒ وغیرہ کا قول ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

اگر استثناءِ امام بیہقیؒ یعنی جملہ اِلَّا اَنَّـہٗ شَاذٌّ طعن ہے تو یہ بھی طعن ہوگا کیونکہ یہ استثناء بھی صحیح ہے اور لاریب تنقیص پر دلالت نہیں کرتا۔ مولوی صاحب! ہر استثناء تنقیص پر دلالت نہیں کرتا البتہ یہ استثناء کہ مولوی صاحب مولوی تو ہیں پر بدایوں رہتے ہیں تنقیص پر دلالت کرے تو کرے۔

بالجملہ اس صورت میں اثرِ مذکور کو بحوالۂ امام بیہقیؒ شاذ بمعنی ٔ مذکور کہنا اپنی خوش فہمی کے باعث ہے اور اس استدلال کو لعب روبا (لومڑی کا کھیل) اپنی دم سے قرار دینا حقیقت میں اسی قسم کا ہے کیونکہ یہ طعن فقط اپنے زعم کے موافق ہے اہل فہم کے طور پر نہیں مگر قربان جائیں مولوی بدایونی کے فہم وادراک پر کہ بعد تصریح امام بیہقیؒ جریرؒ، وحاکمؒ (کہ یہ اثر صحیح ہے) پھر تصریحِ صحتِ متن کے سیرتِ حلبی اور ارشادالساری سے طالب ہیں

<u>صاحب ارشادالساری وصاحبِ سیرت حلبیہ امام بیہقیؒ وغیرہ کے ہم پلہ نہیں ہیں:</u>

جبکہ امام بیہقیؒ کا ارشاد فرمانا بمعنی تفردِ راوی معلوم ہوگیا تو پھر تصریحِ صحتِ متن آپ لازم آگئی اب اگر ارشادالساری اور سیرتِ حلبی میں متن کی صحت کی تصریح نہ ہوگی تو کیا حاجت؟ بلکہ اگر بالفرض ان کتابوں میں شاذ بمعنی مخالف ثقات کی تصریح ہو تو کچھ نقصان نہیں یہ صاحب ہر چند جلیل القدر ہیں پر امام بیہقیؒ وجریرؒ کے ہم پلہ نہیں ہوسکتے۔ علاوہ بریں تصریحِ شذوذ بمعنی مخالفت کی آپ کیلئے ضرورت ہے اور اثباتِ مخالفت کی آپ کو حاجت۔

<u>دلیل اس کے ذمہ ہوتی ہے جو ظاہر کا مخالف ہو:</u>

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جزء القراءۃ ص ۵۶، دارقطنی ج ا ص ۱۲۵، ابوداود ج ا ص ۱۴۰ پر موجود ہے اگر اس زیادت کے راوی سلیمان تیمیؒ کو منفرد بھی مان لیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ امام سلیمان تیمیؒ بلا اختلاف ثقہ ثبت متقن اور حافظ تھے اور تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ثقہ کی زیادت قابل قبول ہے (احسن الکلام ج ا ص ۲۴۱) اسحاق

صحتِ اسناد بظاہر مستلزمِ صحتِ متن ہوتی ہے ورنہ اس سے یہی کیا کم ہے کہ اکثر بظاہر یہی ہوتا ہے پھر جو مخالفِ ظاہر ہو اس کے ذمہ دلیل ہوتی ہے۔ آپ یہ تصریح پیش کریں کہ مخالفتِ ثقات کی کس نے تصریح کی ہے۔

رہا موضوع وضعیف ہونا اگر اس کی بنا اسی مخالفتِ خاتم النبیین پر ہے تب تو آپ اس کو رہنے دیں جب اثباتِ مخالفت سے آپ فارغ ہوں گے اس وقت آپ اس کو پیش فرمائیں۔

اگر موجبِ اعتقادِ موضوعیت وضعف کوئی راوی ہے تو راوی کے سبب، وضع کا ثبوت تو جب تک ممکن نہیں جب تک اس کے اقرار سے یا اور کسی قطعی دلیل سے اس کا واضع ہونا ثابت نہ ہو جائے ہاں ضعف میں اگر آپ کچھ فرمائیں تو یہ فرمائیں گے کہ فلاں راوی مختلطین میں سے ہے لیکن امام بیہقیؒ اور امام جریرؒ کا اس کو صحیح کہنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث قبلِ اختلاط روایت کی گئی ہے۔

اگر آپ کو نقلِ صحت میں تامل ہو تو فتح الباری کھول کر دیکھیں ارشاد الساری اگر بخاری کی شرح ہے تو وہ بھی تو اسی کی شرح ہے یہ اگر علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے تو وہ علامہ ابن الحجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ہے جو علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بدارج اس فن میں زیادہ ہیں علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تو کیا ذکر۔ امام بیہقیؒ نے تو صحیح الاسناد کے ساتھ **اِلَّا اَنَّهٗ شَاذٌّ بِمَرَّةٍ** بھی کہا ہے امام جریرؒ نے شذوذ کا ذکر ہی نہیں کیا۔

<u>عبارتِ تحذیر:</u>

اس کے بعد صاحبِ تحذیر کے اس قول پر کہ اثرِ مذکور مؤید ومثبتِ معنی خاتم النبیین ہے نہ مخالف (تحذیر ص۸۳ طبع گوجرانوالہ)

<u>﴿اعتراض﴾</u>

مولوی بدایونی پھر گالیوں پر اتر آئے اور بات کہی تو یہ کہی کہ اثرِ مذکور بے شک مخالف خاتم النبیین ہے کہ اس میں (یعنی خاتم میں) گنجائش امکانِ تعدد کی نہیں ہے......انتہیٰ

﴿جواب﴾

مگر اہل فہم کی خدمت مین بندۂ کمترین پہلے گذارش کر چکا ہے کہ خاتم حقیقی ایک سلسلہ کا البتہ متعدد نہیں ہوتا پر خاتم اضافی کے تعدد میں بجز نا آشنایان معانی کے اور کسی کو تامل نہیں ہوسکتا مثال بادشاہِ ہفت اقلیم اور بادشاہانِ اقالیم خاصہ سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جیسے بادشاہ خاتم الحکومت کو کہتے ہیں اور ہر اقلیم کا بادشاہ، شاہنشاہ یعنی بادشاہِ ہفت اقلیم کا محکوم ہوتا ہے اور بادشاہ کہلاتا ہے اور بادشاہِ ہفت اقلیم کی شہنشاہی کا باعث یہی امر ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی یہاں بھی قصہ ہے۔

معتزلیوں نے لَنْ تَرَانِیْ کے بھروسے یہ کہا کہ لَنْ تابید کیلئے ہے اور تابید عدم الانتہاء پر دال ہے اس لئے اس بات کا یقین کرنا ضروری ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدارِ خداوندی نہ ہوگا اور ان کو نہ ہوا تو پھر کس کو ہوگا؟ اگر اہل سنت یہ جواب نہ دیں کہ یہ تابید اضافی ہے بہ نسبت دارِ دنیا ہے یا باعتبار دوامِ قوتِ بصری دنیوی تو پھر فرمائیں آپ اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں؟

ہاں اگر یوں کہیں کہ یہاں تابید اضافی ہے اور خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا وغیرہ میں بدلالتِ قرائن تابید حقیقی تو البتہ جواب متصور ہے لیکن اس صورت میں ختم نبوت اور خواتم کو (یعنی دیگر زمینوں کے خواتم کی ختم نبوت کو) اضافی سمجھئے اور ختم نبوتِ حضرت رسول اللہ ﷺ کو حقیقی۔

رہا مماثلت کا قصہ وہ اوپر معلوم ہو گیا ہے یعنی مماثلت اور چیز ہے اور مساوات فی المراتب اور چیز ہے اور کیوں نہ ہو عکس آئینہ کو ذی عکس کے مماثل کہہ سکتے ہیں پر مراتبِ تحقق میں ذی عکس اول ہے اور عکس اس کے بعد۔

<u>مثال:</u>

اربعہ متناسبہ (۱) میں اطفال مدارس دیہاتی بھی جانتے ہیں اول تیسرے کے ساتھ

---

۱) اربعہ متناسبہ سے شاید ایسی ہی تشبیہات مراد ہیں کہ ایک کروڑ کو دو کروڑ کے ساتھ ویسی نسبت ہے جیسی ایک کو دو کے ساتھ

مماثل فی النسبۃ ہوتا ہے اور دوسرا چوتھے کے ساتھ اور بایں ہمہ مقدار میں مساوات نہیں ہوتی چنانچہ مثال ایک اور دو اور ایک کروڑ اور دو کروڑ سے علامہ بدایونی بھی سمجھے ہوں گے۔

عبارت تحذیر:

اس کے بعد صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے اس قول پر کہ اثرِ مذکور کا غلط ہونا البتہ ثبوتِ خاتمیت میں بہت قادح ہے (تحذیر ص ۸۴ گوجرانوالہ)

اعتراض:

آپ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ چوٹ ہے ان علماء پر جو قائل اس اثر کے موضوع یا ضعیف یا مؤول ہونے کے ہیں اور اس کے معنی ظاہری کو غلط سمجھتے ہیں ان کو منکرِ ختم نبوت ٹھہراتے ہیں اور درحقیقت خود منکرِ ختم نبوت ہیں۔

جواب:

اب ہماری گذارش سنئے مولوی بدایونی اپنا دامن چھڑانے کو یہ ارشاد فرماتے ہیں اور انصاف نہیں فرماتے کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ بوجہِ غلطی اگر حق چھوٹ جائے اور غلط بات آ جائے تو اگر ضروریاتِ دین میں سے نہ ہو تو ایسا انکار حق سے موردِ عتاب نہیں ہوسکتا اور نہ اس طرح کے مضامین میں اَتباع (جمع تابع) کا اسلاف سے مخالف ہو جانا اور اپنے دعاوی کو بدلائل موجہ کرنا اسلاف پر طعن سمجھا جاتا ہے۔

اگر یوں نہ ہو تو سارے ائمہ اور مجتہد معتوبِ الٰہی ہو جائیں کیونکہ جملہ **المجتهد يخطئ ويصيب** سب کے نزدیک مسلم ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کو مخالف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہنا اور امام (ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ) کا بعض مسائل میں (بظاہر) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مخالف ہو جانا ان پر چوٹ سمجھا جائے ایسی سمجھ سوائے حضرت عاقل بدایونی اور کسی کو کاہے سے نصیب ہوگی۔

غرض ایسا انکار جو بعض اکابر سے بوجہِ قلتِ التفات لازم آ گیا وہ انکار نہیں جو موجبِ

عیب ہواور نہ اس انکار کو جتانا موجب طعن کہہ سکتے ہیں۔

حق واضح ہونے کے بعد اثر ابن عباسؓ کا انکار شیوۂ دین داری سے بعید ہے:

البتہ باوجود وضوحِ حق اثرِ مذکور کا انکار جیسا انکار آپ کرتے ہیں بے شک شیوۂ دینداری سے بعید ہے اور صاحبِ تحذیر کو منکر ختم نبوت کہنا ایسا ہے جیسا آفتاب کو بے نور کہنا سوائے نابینا اور کسی سے کاہے کو ہوسکتا ہے؟

صاحبِ تحذیر کے بجائے بدایونی صاحب کو منکرِ ختم نبوت کہنا بجا ہے:

البتہ آپ (بدایونی) کو اگر منکرِ ختمِ نبوت کہیں تو بجا ہے آپ اگر ختمِ زمانی کو مانتے ہیں تو کیا ہوا ختمِ مرتبی اور ختمِ مکانی کو تو نہیں مانتے جن میں سے انکارِ ختمِ مرتبی بدلائل تحقیقی جو بمقابلہ بعض علماءِ وقت صاحبِ تحذیر نے ارقام فرمائے ہیں لاریب موجب انکارِ افضلیت ہے جس سے بالآخر بدلالتِ دلائل صادقہ انکارِ ختمِ مکانی بھی عائد ہوتا ہے۔

ہم خود بھی ختمِ زمانی کے منکر کو کافر کہتے ہیں:

کیا صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی وہ تصریحات آپ کی نظر نہیں پڑیں جن سے منکرِ ختمِ زمانی کا کافر ہونا ظاہر ہے [۱] اور کیا اُن کی وہ تقریر نہیں دیکھی جس سے آپ ﷺ کا بہ نسبت انبیاءِ ماتحت بھی خاتمِ زمانی ہونا ثابت ہوتا ہے ہم نے پہلے بتصریح یہ مضمون لکھ دیا ہے اس لئے اس مقام میں (دوبارہ لکھنے سے) معذور ہیں مگر ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ یا تو تحذیر کے مطلب کو بوجہِ ناآشنائی مضامین دقیقہ نہ سمجھے، یا بوجہِ تعصب وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں اور میں جانتا ہوں یہ دونوں باتیں ہیں (نہ سمجھنا بھی اور تعصب بھی)

---

۱ ان میں سے اکثر تصریحات کو استاذ محترم مولانا محمد سیف الرحمٰن قاسم حفظہ اللہ نے اپنی کتاب مستطاب ''حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت'' میں حضرت نانوتویؒ کے اپنے الفاظ میں جمع کردیا ہے۔ **جزاہ اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء** (محمد اسحاق)

[جملہ خاتم النبیین سے اگر صرف ختمِ زمانی مراد لی جائے تو بھی اثر ابن عباسؓ کا انکار بے فائدہ ہے]

اب اور سنئے! صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے یہ لکھا تھا کہ اگر خاتم النبیین سے فقط خاتمیتِ زمانی مراد لی جائے تو انکارِ اثرِ ابن عباسؓ سے کیا فائدہ؟ اس واسطے کہ درصورتِ عدمِ صحتِ اثرِ مذکور، بہت سے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ اور زمینوں میں انبیاء نہیں فقط اسی زمین میں انبیاء ہیں اور آپ ﷺ کی خاتمیتِ زمانی فقط یہاں ہی کے انبیاء کی نسبت ہے تو یہ بات اثرِ مذکور کی صحت وصدق کی صورت میں بھی بدستور باقی رہتی ہے اور اس بات پر ایک مثال لکھ دی تھی۔

وہ یہ کہ اگر کسی شہر کا کوئی حاکم ہو اور اس کے برابر کوئی شہر اور آباد کیا جائے اور اس میں بھی ایسا ہی حاکم تجویز کیا جائے تو شہر اول کے حاکم کی حکومت میں کچھ فرق نہ آجائے گا (تحذیر ص۸۴ طبع گوجرانوالہ) غرض جب یہ دیکھا کہ باعثِ انکارِ اثر خیالِ منقصۂ شان محمدی ﷺ ہے اور پھر خاتمیتِ زمانی مراد لینے میں نہ کچھ فائدہ، اور نہ اقرارِ اثر میں کچھ نقصان تو صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے یہ لکھا تھا کہ تمہارا کچھ فائدہ نہیں ہاں اگر اثر صحیح ہے تو (تم پر) تکذیب نبوی ﷺ لازم آئے گی مگر مولوی بدایونی صاحب کہاں تھے اپنی اصل پر آگئے منکرِ ختم نبوت اور منکرِ افضلیت بتانے لگے ایک صفحہ پورا انہیں باتوں میں تمام کردیا پر دلیل ندارد۔

<u>اعتراض:</u> لکھا تو یہ لکھا کہ مثالِ مذکور میں بادشاہ کی بادشاہت یا افضل کی افضلیت اس شہر کے ساتھ مقید ہے اور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت اور افضلیت علی الاطلاق ہے اور علی وجہ الاستغراق ہے ہرگز گنجائش تقیید اور تخصیص اس میں نہیں ہے۔

<u>جواب: عقیدۂ ختم نبوت پر ہمارا ایمان وایقان کامل اور پختہ ہے</u>

ہماری سنئے! ہمارا ایمان ہے کہ عالمِ شہادت میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے بعد نہ کوئی نبی ہوا نہ ہو، نہ اس زمین پر نہ کسی اور زمین پر، اور نہ آپ ﷺ سے افضل ہوا، نہ ہو، نہ یہاں نہ کہیں اور۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کیلئے مثلِ خاتمیت زمانی، خاتمیتِ مرتبی کے بھی اسی لفظ خاتم النبیین کی دلالت کے باعث قائل ہیں۔

آپ ﷺ کو سید الانبیاء کہنا ضروری ہے:

سو بایں نظر کہ خاتم المراتب موصوف بالذات ہوا کرتا ہے چنانچہ تحذیر میں وضاحت سے مرقوم ہے اور موصوف بالذات ہر صفت میں ایک ہی ہوا کرتا ہے سوا اُس کے اور سب اس صفت میں اسی سے مستفید ہوا کرتے ہیں خواہ مخواہ اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ اور سب انبیاء علیہم السلام وصفِ نبوت میں آپ ﷺ ہی سے مستفید ہیں سلسلۂ نبوت عروج میں آپ ﷺ پر ختم ہو گیا ہے اور اس لئے آپ ﷺ کو خاتمِ مرتبی بکسر التاء کہنا لازم ہے اور بایں نظر کہ موصوف بالذات کا اثر معروضات میں مثل نقشِ خاتم مختوم علیہ میں ہوا کرتا ہے آپ ﷺ کو خاتم بفتح التاء کہنا ضرور ہے اور اسی اعتبار سے آپ ﷺ کو سید الانبیاء علیہم السلام کہنا ضروری ہے کیونکہ سید حاکم کو کہتے ہیں اور حاکم اس کو کہتے ہیں جو دوسروں میں تصرف رکھتا ہو اور ظاہر ہے کہ معروضات میں موصوف بالذات کا تصرف ہوتا ہے وہ اثر یہ تصرف نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ ﷺ کو مطلقاً افضل کہنا ضروری ہے:

اور پھر بایں نظر کہ ہر صفت اپنے موصوف بالذات میں بوجہِ اتم ہوتی ہے اور اوروں میں اس کا فیض اور اس سے کم تو آپ ﷺ کو علی الاطلاق افضل کہنا لازم ہوگا۔

آپ ﷺ کے سب سے آخر میں آنے کی عقلی وجوہ:

۱۔ اور پھر بایں خیال کہ پھل پھول جو شاخ و برگ سے افضل ہوتے ہیں بعد میں نکلتے ہیں۔

۲۔ حاکمِ اعلیٰ تک مقدمہ کی نوبت بعد میں پہنچتی ہے۔

۳۔ متعدد کھانے ہوں تو عمدہ کھانا بعد میں کھاتے ہیں اس لئے متعدد دینوں میں سے بھی بایں وجہ کہ دین ایک غذائے روحانی ہے عمدہ دین یعنی دین محمدی ﷺ بعد میں دیا جائے۔

حکام دین یعنی انبیاء علیہم السلام میں سے حاکمِ اعلیٰ یعنی رسول اللہ ﷺ تک نوبت بعد میں پہنچے گی، گلِ شجرِ نبوت یعنی محمد رسول اللہ ﷺ بعد میں ظہور کرے۔

خاتمیت مرتبی کوصاحب قصیدۂ بردہ، شیخ اکبر حضرت مجدد رحمہم اللہ تعالیٰ نے بتصریح لکھا ہے:

غرض اعتقادِ خاتمیت مرتبی خود خاتمیت زمانی کیلئے علی الاطلاق ہمارے ایمان کیلئے شاہد کامل ہے (یعنی ہمارا نبی کریم ﷺ کیلئے خاتمیت مرتبی کو ماننا اس کا شاہد کامل ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ علی الاطلاق خاتم زمانی ہیں) اور یہ وہ خاتمیت مرتبی ہے جس کی طرف صاحب قصیدہ بردہ اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ [1]

اور سوا ان کے اور اولیاءِ کبار مثل شیخ اکبر قدس اللہ سرہ اور حضرت مجدد الف ثانی وغیرہم قدس اللہ اسرارہم بتصریح لکھ گئے ہیں اور یہ وہ خاتمیت مرتبی ہے جس کے آپ (بدایونی صاحب) منکر ہیں اور اسی کے باعث صاحب تحذیر کو ملحد اور کافر فرماتے ہیں اَعَاذَهُ اللّٰهُ وَاِيَّانَا مِنْهُ.

خاتمیت مرتبی کے انکار سے آپؐ کی افضلیت مطلقہ کا انکار لازم آتا ہے:

اور یہ وہ خاتمیت مرتبی ہے جس کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کی افضلیت مطلقہ اور سیادت مطلقہ اور خاتمیت زمانی مطلقہ کا انکار لازم آتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نبوت

---

[1] قصیدہ بردہ کی شرح میں اس شعر کا جو ترجمہ اور تشریح کی گئی ہے اس کو ذکر کرنا یہاں مناسب ہے (ترجمہ): کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام آفتابِ کمال ہیں اور باقی انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقابلہ میں بمنزلہ ستاروں کے ہیں جو علم اور ہدایت کی روشنی کو ضلالت اور جہالت کی ظلمت میں اہل دنیا پر ظاہر کرتے ہیں (تشریح) یہاں کواکب سے مراد وہ ستارے ہیں جو آفتاب سے روشنی حاصل کرتے ہیں نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ جس قدر انبیاءؑ گذرے ہیں حقیقت میں ان کی برکات اور معجزات کا منبع حضور ﷺ کی ذات ہے الخ (قصیدہ بردہ مع شرحہ حسن الجردہ طبع مکتبہ نبویہ لاہور ص ۸۴) یہی نظریہ امام قاسم العلومؒ کا ہے (اسحاق)

میں تفاضل اور تفاوتِ مراتب باتفاقِ علماءِ حقانی ثابت ہیں گو بعض علماءِ ظاہر کو شک ہو علاوہ بریں آیت فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ [بنی اسرائل:۵۵] اور آیت تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [البقرۃ:۲۵۳] اس پر شاہد ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں بحیثیتِ نبوۃ تفاضل ہے اگر کوئی یوں کہے کہ فلاں عالم بڑا ہے تو ہر کوئی یہی سمجھتا ہے کہ علم میں بڑا ہے سو ایسا ہی یہاں بھی سمجھئے۔ القصہ نبوت میں تشکیک ہے۔ (یعنی وصف نبوت کلی مشکک ہے)

بعد اس کے یہ گذارش ہے کہ تفاضل اوصاف اور تشکیک کیلئے یہ ضرور ہے کہ کلی مشکک کا فردِ اکمل وافضل واعلیٰ اور افراد کے اوصاف کا اسی طرح منشا ہو جیسے کواکب وقمر وارض وسماء کے انوار کیلئے آفتاب منشا اور منبع ہے۔

<u>اوصاف کی دو صورتیں ہیں:</u>

وجہ اس کی یہ ہے کہ اوصاف کی کل دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ علتِ وصف خود ذاتِ موصوف ہو اور کسی کے توسط کی ضرورت نہ ہو

۲۔ ایک یہ کہ ذاتِ موصوف تو (علتِ وصف) نہ ہو کوئی امر خارجی ہو اس وقت میں یہ ضرور ہے کہ اس امرِ خارجی میں وہ وصف معلولِ ذات ہو ورنہ تسلسل لازم آئے گا یا وصف کا تحقق بے موصوف ماننا پڑے گا کیونکہ تحقق کیلئے علت کی ضرورت ہے ذاتِ امرِ خارجی اگر علت ہو کر موصوف نہ ہو تو مرتبۂ تحقق میں وہ وصف موصوف کا محتاج نہ ہوگا کیونکہ موصوف علت ہی نہیں جو اس کے تحقق میں اس کو دخل ہو فقط اس کے ساتھ ایک لحوق ہے جو بعدِ تحقق متصور ہے۔ غرض جس کو موصوف مانا ہے اس کے ساتھ لحوق سے پہلے وہ وصف ایسی طرح متحقق ہوگا کہ اس کیلئے کوئی موصوف نہیں۔

<u>موصوف بالذات اور بالعرض کی تعریف:</u>

جب یہ ثابت ہوگئی تو اور سنئے کہ جو موصوف اپنے وصف کیلئے علت ہو اس کو موصوف بالذات کہتے ہیں اور جو موصوف اپنے وصف کیلئے علت نہ ہو اس کو ہم موصوف بالعرض کہتے ہیں

اور پھر یہ کہتے ہیں کہ موافق تقریر گذشتہ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو موصوف اپنے وصف کیلئے علت نہیں ہوتا تو اس کے وصف کیلئے کوئی اور ایسا موصوف ہوتا ہے جو اس وصف کیلئے بذات خود علت ہو تو یہ قضیہ ہماری اصطلاح کے موافق صحیح ہوا کہ ہر موصوف بالعرض کیلئے ایک موصوف بالذات چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ کو خاتم المراتب ماننا ضروری ہے ورنہ......:

اِس تمہید کے بعد یہ گذارش ہے کہ باوجود تفاضل وتشکیک فی النبوۃ (یعنی نبوت کے کلی مشکک ہونے کے) جس کی دلیل اوپر مذکور ہو چکی ہے اگر رسول اللہ ﷺ خاتم المراتب نہ ہوں تو موصوف بالذات بھی نہ ہوں گے اور جب موصوف بالذات نہ ہوئے تو موافق تقریر گذشتہ آپ ﷺ کی نبوت کیلئے کوئی اور موصوف بالذات بالنبوۃ ہوگا خدا تعالیٰ کو تو یوں نہیں کہہ سکتے کیونکہ خدا تعالیٰ کو نبی کہنا غلط ہے موصوف بالذات بالنبوۃ جو ہوگا وہ لا ریب نبی کہلائے گا ہو نہ ہو سوائے رسول اللہ ﷺ اس صورت میں (یعنی رسول اللہ ﷺ کو خاتم المراتب نہ ماننے کی صورت میں) کوئی اور ہی ہوگا اور وہ موافق عرض تمہید افضل علی الاطلاق اور سید علی الاطلاق ہوگا اور وہی علی الاطلاق خاتم زمانی ہوگا (اس سے ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے ختم مرتبی کا ماننا ضروری ہے کیونکہ نہ ماننے کی صورت میں آپ ﷺ کی تنقیص وتوہین لازم آتی ہے۔اسحاق)

نبی کریم ﷺ کو موصوف بالذات بالنبوۃ ماننے کی وجہ:

اور دوسری طرح اس مطلب کو ہم یوں بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ موصوف بالذات وصف نبوۃ میں نہ ہوں گے تو اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بھی موجود ہوں یا مفروض اگر ایسے ہی ہوئے تو موصوف بالعرض کیلئے کوئی موصوف بالذات نہ ہوا اور اگر اور کوئی موصوف بالذات ہوا تو وہی افضل وہی سید وہی خاتم زمانی علی الاطلاق ہوگا اور نعوذ باللہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور کا انتظار کرنا پڑے گا (اور یہ محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ سے تو نہیں ہو سکتا ہم تو رسول اللہ ﷺ ہی کو خاتم المراتب وموصوف بالذات بالنبوۃ مانتے ہیں) اور اگر سب موصوف بالذات

ہوں گے تو اول تو تفاوت وتفاضل مذکوراس صورت میں جب صحیح ہو جبکہ **تشکیک فی الماھیة الشخصیة** تسلیم کی جائے اور **تشکیک فی الماھیات** کو غلط کہا جائے۔

علاوہ بریں افرادِ نبوت باوجودِ تشکیک موصوف بالذات ہوں تو یہ معنی ہوں گے کہ تشخصات مختلفہ علتِ وصفِ نبوت ہیں سو یہ بات جب ہو جبکہ ایک معلول کیلئے علل متعددہ کا ہونا صحیح ہو کیونکہ وصفِ نبوت میں بذاتِ خود تعدد ہی نہ تھا اگر تھا تو بوجہِ تشخصات تھا پھر جب وصفِ واحد معلول تشخصات متعددہ کا ہوا تو علل کثیرہ ایک معلول کی ہوئیں اور علل کثیرہ کا معلول واحد کیلئے علت ہونا اگر بذاتِ خود ممکن ہو ممتنع نہ ہو تو عالم کیلئے کئی خداؤں کا ہونا بذاتِ خود کسی طرح ممتنع نہیں ہوسکتا۔

<u>ختم نبوت مرتبی کے انکار سے ختم زمانی کا بھی انکار لازم آتا ہے:</u>

اب گذارش یہ ہے کہ مولوی بدایونی تو یقیناً ان مضامین کو نہ سمجھیں گے چنانچہ کیفیتِ فہم مضامین تحذیر سے واضح ہے پھر عالم آباد ہے شاید کوئی خدا کا بندہ دیکھے اور سمجھے اور داد دے۔ انہیں کو مخاطب کر کے اس وقت یہ گذارش ہے کہ ہر چند ان مضامین میں بعض وجوہ سے بہت بسط کی ضرورت ہے مگر اہل فہم کو یہ ہی کافی ہے اور ان مضامین کے سمجھنے والوں کو یہ بات بالیقین معلوم ہو جائے گی کہ منکران خاتمیتِ مرتبی، جیسے حضرات علماء بدایون، گو زبان سے نہیں کہتے پر ان کے قول سے انکار افضلیتِ محمدی اور سیادتِ محمدی اور خاتمیتِ زمانی محمدی ﷺ لازم آتا ہے اور صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے قول پر ان سب باتوں کا اقرار اور اعتقاد ضروری ہے مگر بایں ہمہ یہ جرأت دیکھئے مولوی صاحب کی کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو منکرِ خاتمیتِ زمانی کہتے ہیں اور حجت یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ انبیاء طبقات تحتانیہ کو خاتم کہتے ہیں سبحان اللہ۔

کیا مثال بادشاہِ ہفت اقلیم سے اب تک آپ نہ سمجھے کہ جیسے اس کے مقابلہ میں بادشاہانِ اقالیمِ خاصہ بادشاہ علی الاطلاق نہیں ہیں ایسے ہی خاتمان اراضی سافلہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں خاتم علی الاطلاق نہیں بلکہ آپ ﷺ کے مقابلہ میں خاتم اضافی ہیں۔ اولیت

وآخریت، ابتداء وانتہاء، شروع واختتام میں حقیقی اوراضافی دونوں قسم کا ہونا ایسا مضمون نہیں جو کوئی نہ جانتا ہو شرح تہذیب پڑھنے والے بھی کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ کی بحث میں اس بحث کو سمجھ جاتے ہیں اور نہ سمجھے تو بدایون کے مولوی اور مقتدا نہ سمجھے۔

آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت اور افضلیت علی الاطلاق ہے۔ہم کہتے ہیں ہمارا ایمان ہے چنانچہ اوپر معلوم ہو چکا ہے پر آپ کے طور پر قطع نظر اس انکار کے جو انکار خاتمیتِ مرتبی سے لازم آتا ہے یوں بھی نہیں ہوسکتا۔

آپ ﷺ کی افضلیت علی الاطلاق خاتمیتِ مرتبی کے انکار سے ثابت نہیں ہوسکتی:

وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اطلاق اگر مقتضائے مفہومِ خاتم ہے تو یہ معنی ہوں کہ اِس مضمون میں سوا ایک اعتبار کے اور اعتبارات کی گنجائش نہ ہو اور یہ کہنا کہ شہر کی آبادی شہر پناہ پر ختم ہو گی اور ہندوستان کا اختتام اس کی سرحد پر ہو گیا اور سطحِ زمین کا خاتمہ دریائے شور پر ہو گیا علیٰ ھٰذا القیاس یہ کہنا کہ دو ایک سے آخر ہے اور تین دو سے اور چار تین سے آخر ہے۔سب غلط ہو جائیں۔

اور اگر یہ اطلاق بوجہِ مضاف الیہ ہے تو اس کی یہ وجہ ہوگی کہ جمع محلی باللام میں الف لام استغراق کیلئے ہوتا ہے اس لئے النبیین میں سب آگئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ استغراق میں بھی حقیقی اور اضافی کی تقسیم ہے ورنہ جملہ وَاصْطَفَاکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ[آل عمران:۴۲] سے حضرت مریم کا بالیقین حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنھن سے افضل ہونا ثابت ہو جائے گا اور جملہ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [المائدۃ:۷۵] سے حضرت عیسی علیہ السلام کا خاتم الرسل ہونا لازم آئے گا۔

علاوہ بریں خاتمیتِ زمانی بجز افرادِ خارجیہ متصور ہی نہیں کیونکہ اول تو افراد مقدرہ کو زمانہ سے کیا علاقہ؟ جو موجود ہو وہ کسی زمانہ سے علاقہ رکھے۔باقی تصور اور تقدیرِ حوادثات کیلئے مطلق زمانہ کافی ہے ماضی ہی کی تخصیص نہیں جو خاتمِ زمانی کے مضاف الیہ ہوسکیں۔

دوسرے منجملہ افرادِ مقدرہ حسبِ اصطلاحِ منطق وہ افراد ہی ہیں جو بالفرض بعد زمانہ

نبوی ﷺ پیدا ہوں اس لئے کہ بالفرض والتقدیر اگر ایسا ہوتو لا ریب اطلاقِ نبی ان پر درست ہو اس وقت میں خواہ مخواہ آپ کے طور پر رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین الماضین ہوں گے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس بات کو مقتضی نہیں کہ بعد میں کوئی نبی نہ ہو اس صورت میں آپ (بدایونی صاحب) کے اس طور پر تجویزِ نبیٔ دیگر بمعنی امکان ثابت ہوگا جس کو بزعمِ خود آپ کفر سمجھتے ہیں اور بوجہِ غلطی فہمی علامہ تورپشتی ؒ کا آپ اس باب میں حوالہ دیتے ہیں۔

صاحبِ تحذیر کی تقریر سے آپ ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کے نبی کی گنجائش ہی نہیں نکلتی:

ہاں صاحبِ تحذیر کے طور پر افرادِ مقدرہ وغیرہ سب آجائیں گے اور پھر بحکمِ لزومِ مذکور جو خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی میں ثابت ہو چکا ہے مادۂ نبوت جو مقصود بالخلق تھا سب زمانہ ماضی کی طرف رہ جائے گا اور یہ معنی ہو جائیں گے کہ مخروطِ مادۂ نبوۃ مذکورہ کا رأس اس طرف ہے اور قاعدہ اس کا زمانہ ماضی کی طرف ہے اس لئے افرادِ مقصودہ میں سے اس طرف کوئی نہیں فقط افرادِ مفروضہ ہیں جن کا عموم بہ نسبت افرادِ مقصودہ اہلِ علم کو معلوم ہے گو آپ نہ جانیں۔

مگر یہ بات بوجہِ لزومِ معلوم جو فیما بین خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی لازم آتی ہے فقط مقتضائے لفظِ خاتم النبیین نہیں خاص کر جبکہ خاتمیتِ زمانی مراد ہو جب تو یہ بات ہرگز ہرگز قابلِ ثبوت نہیں چنانچہ اہلِ فہم کو معلوم ہو گیا۔

غرض علامہ بدایونی کے طور پر رسول اللہ ﷺ فقط انبیاءِ گذشتہ علیہم السلام کے خاتم ہوں گے کیونکہ افرادِ مقدرہ تو مراد لے بھی نہیں سکتے ورنہ افرادِ غیر موجودہ کا کسی زمانہ میں ہونا لازم آئے اور یہ ہے تو علامہ بدایونی کے طور پر بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے پیدا ہونے میں کچھ خرابی نہ ہوگی کیونکہ جیسے چار (کہ اُس) کے تین کے بعد ہونے سے تین کا بہ نسبت دو کے آخر ہونا باطل نہیں ہوتا ایسے ہی اور کسی نبی کے بعد میں پیدا ہونے سے آپ ﷺ کا بنسبت انبیاءِ گذشتہ کے خاتم ہونا باطل نہیں ہوسکتا اب کوئی صاحب فرمائے کہ کس کو منکر خاتمیتِ زمانی کا کہنا چاہئے صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو یا علامہ بدایونی کو۔

اور سنئے صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے یہ فرمایا تھا کہ اگر خاتمیتِ زمانی ہی مراد ہو اور سوائے خاتمیتِ زمانی خاتم النبیین سے اور کچھ مراد نہ لیا جائے یعنی خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیت ِ مکانی اس لفظ سے خاتمیتِ زمانی کے ساتھ مراد ہی نہ ہو تب بھی اثرِ مذکور کو بوجہِ مخالفتِ خاتم النبیین باطل نہیں کہہ سکتے کیونکہ جملہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ مثل جملہ فعلیہ اپنے صدق میں کسی زمانہ خاص کا طالب نہیں چنانچہ ''زَیْدٌ قَائِمٌ'' میں تینوں قیدوں کا لگ سکنا اَلْیَوْم ہو یا اَمْسِ یا غَدًا اس بات پر شاہد ہے۔

غرض یہ ضرور نہیں کہ موضوع جملہ اسمیہ وقتِ تکلم بقیدِ حیات ہو چنانچہ جملہ'' مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' اور'' اِبْرَاهِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰهِ'' وغیرہ باوجود یکہ ان کے موضوعات اس وقت بقیدِ حیاتِ متعارفہ [1] نہیں صادق ہیں، اسی طرح اگر مصداق نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ زمانۂ نبوی ﷺ سے پہلے ہوئے ہوں تو آپ ﷺ کی خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق رہے گی پھر اگر مصداق نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مساوی فی المراتب بھی ہوں جیسا مقتضائے کاف ہے تب بھی (صرف خاتمیت زمانی ماننے والوں کو) اس اثر کو ماننا ہی پڑے گا غرض بطورِ عاقلانِ بدایوں احتمال افضلیت ومساوات دونوں باقی رہتے ہیں اس پر عاقل بدایونی نے اول تو اپنے اخلاق کو کام فرمایا اور اپنی ذات وصفات کے مقتضیٰ سے فارغ ہو کر فرمایا تو یہ فرمایا کہ اس میں حجت کی جائے گی۔

<u>بدایونی صاحب کا اعتراض:</u> اور پھر حجت کئی سطروں میں بیان ہوئی مگر حاصل اس کا فقط اتنا ہے کہ جب خاتم زمانی آپ ؐ ہوئے تو مساوات نہ ہوئی۔

<u>جواب:</u>

قربان جایئے ایسی سمجھ والوں کے اگر کوئی یوں کہے کہ مساوات نہ سہی افضلیت سہی

---

[1] یہ جملہ حیات انبیاء علیہم السلام کے اثبات کی جانب مشیر ہے۔ اسحاق

کاف تشبیہ فقط تساویٔ نسبت پر دلالت کرتا ہے ہوسکتا ہے کہ وہاں کے محمد رسول اللہ ﷺ کو وہاں کے اور انبیاء کے ساتھ وہی نسبت ہو جو یہاں کے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمارے رسول اللہ ﷺ کو نسبت ہے پھر عاقل بدایونی کہاں تشریف لے جائیں گے کیونکہ خاتمیتِ زمانی بذاتِ خود افضلیت کو مقتضی ہی نہیں چنانچہ اوپر مذکور ہو چکا اگر افضلیت پر دلالت کرتی ہے تو بالالتزام کرتی ہے بالمطابقت افضلیت پر دلالت نہیں کرتی چنانچہ کروں سے کروں (نکما سے نکما) بھی جانتا ہوگا لیکن بناءِ التزام وہ لزوم فیما بین خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیتِ زمانی ہے سو یہ دلالتِ التزامی جب ہو سکے جبکہ خاتمیتِ مرتبی کو مدلولِ مطابقی خاتم النبیین ٹھہرائیں مگر علامہ بدایونی کو اس سے تو انکار ہے لاجرم ان کے طور پر یوں کہنا پڑے گا کہ بالالتزام بھی افضلیت پر دلالت نہیں کرتی۔

باقی علامہ بدایونی نے جو بعض اکابر کے اقوال اس بات کے مؤید نقل کئے کہ خاتمیتِ زمانی میں افضلیت ہے ان کی بابت میں عرض کر چکا ہوں کہ وہ سب خاتمیتِ مرتبی کی طرف راجع ہیں اور جب افضلیت پر خاتمیتِ زمانی کی دلالت مقصود ہوئی تو احتمالِ افضلیت میں کیا حرج ہے اگر صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا کہنا مان لیتے تو یوں ٹھوکریں نہ کھاتے۔

تنبیہ:

صاحبو! یہ بات علامہ بدایونی کی ہٹ دھرمی کے جواب میں کہی انہوں نے جان بوجھ کر حق کو رلا ملا دیا ہے خود سے شرمائے نہ اہلِ فہم سے شرمائے کون نہیں جانتا کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا یہ مطلب تھا کہ اگر مراتبِ کمال وقرب دونوں برابر ہو جائیں تو درصورتیکہ اور زمینوں کے انبیاء رسول اللہ ﷺ سے اول ہوئے ہوں تب بھی اس اثر سے آپ (بدایونی) کے طور پر انکار نہیں ہوسکتا۔

﴿مثال﴾

اگر کوئی شخص عاقل وعلامہ بدایونی کے ساتھ عقل ودانش میں مساوی ہو اور فقط زمانے کا فرق ہو اور وہ آپ (بدایونی صاحب) سے پہلے گذر چکا ہو تو کیا علامہ بدایونی اپنے آپ کو اس

سے فائق کہتے جائیں گے اوراس کو اپنے مساوی نہ کہیں گے۔ سوائے حضور (بدایونی صاحب) کی عقل کے اور تو کوئی اس کا منکر نظر نہ آئے گا ورنہ قیدِ زمانہ تشبیہات میں ملحوظ ہوا کریں تو دروازۂ تشبیہ بند ہی ہوجائے اور خدا تعالیٰ کا: **أَوَلَيْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيْم** (سورۃ یس:۸۱) فرمانا غلط ہوجائے **نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا**۔

غرضِ خداوندی اس ارشاد سے یہ ہے کہ قیامت ممکن ہے جیسے مشرکین کہتے ہیں محال نہیں کیونکہ خداوندِ خلاق وعلیم، جیسے یہ لوگ ہیں ایسے اور پیدا کرسکتا ہے اب عاقل بدایونی خدا سے حجت کریں کہ یہ زمانہ نہ ہوگا پھر مماثلت کیونکر ہوگی غرض صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) پر آپ اعتراض نہیں فرماتے دور دور تک آپ کے ارادے ہیں۔

اعتراض:

اس کے بعد عاقل بدایونی بوجہِ خوش فہمی الٹا سمجھ کر پرانیوں [بے جا تعریفوں] پر اتر آئے اور اپنی ذات وصفات کے اظہار سے فراغت پا کر صاحبِ تحذیر کی ایک اور بات پر اعتراض کیا ہے وہ بات یہ

ہے کہ خاتمیت مرتبی عند العقل بطلانِ خاتمیتِ زمانی سے بھی باطل نہیں ہوسکتی یعنی جیسے علماء صلحاء واولیاءِ امت کا سلسلۂ فیض رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوتا ہے اوراس وجہ سے ان کے حق میں آپ ﷺ خاتم المراتب ہیں ایسے ہی اگر بالفرض والتقدیر بعد رسول اللہ ﷺ کوئی نبی پیدا ہوتو ان کا سلسلہ فیض بھی آپ ﷺ پر ختم ہوگا اوران کے آپ ﷺ خاتم المراتب رہیں گے۔ اوراعتراضِ حضرت وہی تجویزِ نبیٔ دیگر بعدِ رسول اللہ ﷺ ہے جس کو بزعمِ خود آپ (بدایونی) کفر سمجھتے ہیں اور علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول بوجہِ قصورِ فہم اس موقع میں سند لاتے ہیں۔

﴿جواب﴾

جن صاحبوں نے کلام اللہ پڑھا ہوگا انہوں نے پڑھا ہوگا، جنہوں نے نہ پڑھا ہو وہ

کلام اللہ میں دیکھ لیں یہ دو آیتیں ہیں یا نہیں ایک تو: لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ [سورۃ الزمر:۶۵]، دوسری: قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ [سورۃ الزخرف:۸۱] پھر اگر بطورِ فرض ہی کسی کفر کی بات کا کوئی ذکر کرے تو وہ کافر ہو جائے تو حضرت عاقل بدایونی نعوذ باللہ خداوند کریم کو بھی بری طرح سے یاد کریں گے۔

<u>خاتمیتِ زمانی کا منکر کافر ہے:</u>

تحذیر میں تو بتصریح یہ موجود ہو کہ منکرِ خاتمیتِ زمانی کافر ہے اور بتصریح خاتم النبیین کا بطور التزام بھی اور بالمطابقۃ بھی خاتمیتِ زمانی پر ان کے طور پر دلالت کرنا مذکور ہو پھر بھی علامہ بدایونی کی سمجھ میں نہ آیا۔

<u>بدایونی صاحب اور ان کے اساتذہ کی علمی حالت:</u>

خدا جانے کس مکتب میں آپ نے تعلیم پائی ہے کسی پڑھے ہوئے سے پڑھتے تو کیوں یوں بہکتے۔ اصل یہ ہے کہ کلام اللہ، حدیث (شریف) تو ان کے اساتذہ کو بھی نہیں آتے تھے، نہ پڑھا نہ پڑھایا نہ کسی استاد کے پاس رہے ساری عمر مولود خوانی میں گذری (۱) باریک باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ جو اپنی سمجھ میں آ گیا اسے کہہ بیٹھے پھر اس پر آدمیت کا یہ حال ہو کہ سوائے کفر و الحاد اور کچھ تو منہ نکلتا ہی نہیں۔ خیر جب ان کے خدا تعالیٰ پر بھی اعتراض ہیں تو خدا تعالیٰ ہی جواب بھی دے لیں گے۔ ہماری طرف سے یہی بہت ہے کہ یوں کہیں

:وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

---

۱) مفتی احمد یار خان کہتا ہے:

وَاحَسْرَتَاہ

اہل سنت بہر قوالی و عرس　　　دیوبندی بہر تصنیفات و درس

خرچ سنی بر قبور و خانقاہ　　　خرچ نجدی بر علوم و درسگاہ (رسائل نعیمہ ص ۴۵)

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد عاقل بدایونی سمجھے ہی نہیں:

اب رہا علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وہ بسر وچشم مگر عاقل بدایونی اس کو بھی سمجھے نہیں وہ ایسے دیوانے نہ تھے کہ فرض اور تجویز میں فرق نہ کرتے ان (امام تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ) کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو کسی اور نبی کے ہونے کا بعد رسول اللہ ﷺ احتمال ہی ہو تو وہ کافر ہے کیونکہ احتمال کا ہونا اس بات کو مقتضی ہے کہ خاتمیت زمانی کا یقین نہیں اور جملہ خاتم النبیین پر ایمان نہیں چنانچہ ان کی عبارت جو خود ہی رقم فرماتے ہیں وہ یہ ہے

وآں کس کہ گوید بعد از وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود (و) آں کس کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافر است ایں است شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء ﷺ انتہی [1]

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نبی فرض کرنے پر کسی کی تکفیر نہیں کی:

پہلے جملہ میں اس بات کے اعتقاد کی طرف اشارہ کر گئے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کوئی نبی ہوگا بوجہ انکار خاتم النبیین کافر کہا ہے اور دوسرے جملہ میں اس بات کے احتمال کی طرف اشارہ کر کے بوجہ شک وعدم اعتقاد خاتمیت زمانی کافر کہا ہے فرض انبیاء کو (انبیاء فرض کرنے کو) کفر نہیں فرمایا۔

انبیاء کو فرض کرنا حدیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے:

اور کیونکر فرماتے فرض انبیاء تو رسول اللہ ﷺ سے بروایات صحیحہ منقول ہے یہ آپ ﷺ ہی کا قول ہے لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ یہ فرض وتقدیر نہیں تو اور کیا ہے اگر یہ کفر ہو تو ایسا ایمان علامہ بدایونی ہی کو مبارک رہے۔

غرض علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرض انبیاء کو کفر نہیں فرمایا ورنہ بزعم عاقل بدایونی یہ کفر دور دور تک پہنچے گا بلکہ احتمال وجود انبیاء کو زمان مستقبل میں کفر فرمایا ہے سو بحمد اللہ صاحب

---

[1] المعتمد فی المعتقد ص ۱۰۶

ِ تحذیر(رحمہ اللہ تعالیٰ) کا بھی یہی اعتقاد ہے چنانچہ اول تحذیر میں مصرح فرما چکے ہیں یہاں فقط بطورِفرض وتقدیر جو کچھ کہا ہے کہا ہےاور وہ بھی بغرض عظمتِ نبوی ﷺ واظہارِ وسعتِ خاتمیتِ مرتبی۔

خاتم النبیین سے خاتمیت مرتبی کا ثبوت دوطرح:

اب گذارش یہ ہے کہ ارادہٗ خاتمیتِ مرتبی صاحب تحذیر(رحمہ اللہ تعالیٰ) نے تحذیر میں دوطرح بیان کیا ہے

ا۔ایک تو یہ کہ خاتمیتِ مرتبی مدلول مطابقی ہواور خاتمیتِ زمانی مدلول التزامی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ خاتم ایک معنی جنسی پر دلالت کرے اور انواع ثلاثہٗ خاتمیت (خاتمیتِ مرتبی، خاتمیتِ زمانی اور خاتمیتِ مکانی) پر ایسی طرح دلالت کرے جیسے جنس اپنی انواع پردلالت کیا کرتی ہے۔

دونوں صورتوں میں خاتم کا اطلاق رسول اللہ ﷺ پر ہی صادق آتا ہے:

مگر بہر حال درصورت فرضِ نبی بعد رسول اللہ ﷺ اطلاقِ خاتم رسول اللہ ﷺ پر درست رہتا ہے۔پہلی صورت میں تو اس لئے کہ مدلول مطابقیٔ خاتم خاتمیتِ مرتبی تھی اس میں وجودِ انبیاءِ دیگر سے کچھ نقصان ہی نہیں اور صورتِ ثانی میں (یعنی جب خاتمیت سے ایسی جنس مراد ہو جس کی تین انواع ہوں، زمانی، مکانی اور رتبی) اس لئے کہ جنس کی ایک نوع کا ایک فرد بھی باقی رہے تو اطلاقِ جنس درست رہتا ہے (تو آپ ﷺ کے بعد اِس زمین میں نبی فرض کرنے سے خاتمیتِ زمانی اور خاتمیت مکانی باقی نہ رہے مگر خاتمیتِ رتبی تو باقی ہی رہتی ہے۔اس لئے آپ ﷺ پر خاتم النبیین کا اطلاق اس اعتبار سے درست ہے۔مگر یاد رہے کہ صرف فرض کر لینے سے ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہوجاتا اگر اس طرح ختم نبوت زمانی کا انکار ہو تو کئی خدا فرض کرنے سے شرک بھی لازم آجائے جبکہ کئی خداؤں کا فرض کرنا قرآن سے ثابت ہے ارشاد فرمایا :لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔(الانبیاء:۲۲)

مثال سے وضاحت:

اگر فرض کرو کہ ایک یہی نوع انسانی باقی رہ جائے اور اس کا بھی ایک ہی فرد مثلاً عاقل بدایونی باقی رہ جائے اور باقیوں کے حساب سے قیامت آجائے۔ اور آ بھی گئی یہ کیا لطف زندگانی دنیوی ہے کہ علامہ بدایونی جیسے فاضل مقتدائے دین ہوئے۔ تو جب بھی اطلاقِ حیوان درست رہے گا۔

انکار اثر ابن عباسؓ مثل انکار احادیث رؤیت وتقدیر کے ہے:

اس کے بعد اور سنئے صاحبِ تحذیر نے رخصتِ جَــزَاءُ سَيِّــئَةٍ سَيِّــئَةٌ مِثْـلُهَــا [الشوریٰ:۴۰] اور عزیمتِ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ [ایضاً] دونوں پر عمل کی غرض سے بمقابلۂ تکفیر قائلانِ اثر صحتِ اثرِ مذکور جن میں بڑے بڑے اکابر ہیں بلکہ بدلالتِ صحتِ مشار الیہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بلکہ خود حضرت خیر الناس ﷺ بھی ادھر ہی ہیں۔

ایک مضمون لکھا تھا کہ بعدِ وضوحِ حق اس اثر کا انکار ایسا ہی سمجھئے جیسے اہلِ ہواء و بدعت نے احادیث رؤیت وتقدیر و خلق افعال کا انکار کیا اور علیٰ ھذا القیاس اس اثر میں تاویلاتِ رکیکہ کا کرنا ایسا سمجھو جیسا آیات واحادیثِ رؤیت وغیرہ میں اہل اہواء نے مثل روافض و معتزلہ نے تاویلیں کیں۔

منکرین اثر ابن عباسؓ اور منکرین احادیثِ رؤیت میں فرق:

مگر اتنا فرق ہے کہ احادیثِ رؤیت وغیرہ اثرِ مذکور سے صحت میں اقویٰ ہیں اور آیاتِ مذکورہ دلالتِ مذکورہ میں آیت اَللّٰــهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ سے جو اطلاقِ مماثلت پر دلالت کرتی ہے زیادہ۔ اس لئے وہ (احادیثِ رؤیت کے منکر) بڑے بدعتی ہوں گے اور یہ چھوٹے۔

مگر ہر چہ بادا باد سنی ہونا دونوں کا معلوم انتہی (تحذیر الناس طبع گوجرانوالہ ص ۸۷) اس پر موافق مثل مشہور کہ دیوانہ را موئے بس است حضرت بدایونی بہت بگڑے۔

حضرت بدایونی صاحب کے تین اعتراضات:

۱۔اور اول تو یہ فرمایا کہ انکار بمعنی حکم بالضعف یا حکم بالوضع بھی بعض احادیثِ صحیحہ کی نسبت اکابر اہل سنت سے منقول ہے اور انکار بمعنی تاویل بھی اکابر سے مذکور۔

۲۔دوسرے قائلانِ شذوذ و ضعف اور مؤولینِ اثرِ مذکور میں سے بعض اکابر منجملہ مشائخ واساتذہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) بھی ہیں۔

۳۔ تیسرے اثرِ مذکور میں اور ان آیات واحادیث میں جن کا روافض وخوارج انکار کرتے ہیں فرق ہے وہ آیات ان مضامین میں نص ہیں اور وہ احادیث متواترۃ المعنی۔

خلاصہ اعتراضات حضرت بدایونی یہ تھا۔

جواب : علامہ بدایونی نے بے سمجھے اعتراضات کئے ہیں:

اب ہماری گذارش بھی سنئے،اول تو صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے خود قید ''بعدِ وضوح حق'' سے اپنے کلام کو ایسے اعتراضوں سے بچالیا ہے جیسے اعتراضاتِ سابق کے جوابوں کے ملاحظہ سے اہل فہم کو اتنا معلوم ہو گیا کہ حضرت بدایونی صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے کلام کو نہیں سمجھتے۔کچھ کا کچھ سمجھ کر اعتراض کرتے ہیں جس پر یوں کہئے تو بجا ہے کہ اپنی سمجھ پر اعتراض کرتے ہیں (۱) ایسے ہی یہاں بھی صاحبِ تحذیر کے کلام کو علامہ بدایونی نہیں سمجھے۔

---

۱) یہ انتہائی قیمتی جملہ ہے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مخالفین تحذیر نے ایمانی عبارت کو کفریہ عبارت سمجھ کر صاحبِ تحذیر کو کافر کہہ دیا۔اور اگر بات ایسے نہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ ان لوگوں نے کفریہ عبارت خود بنا کر دوسروں کے ذمہ لگا کر کافر کہہ دیا یعنی کفر خود کر لیا معاذ اللہ تعالیٰ اور کافر دوسرے کو کہہ دیا۔تو کفر کا گناہ بھی لیا اور بے گناہ پر بہتان کا بھی۔ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا (النساء:۱۱۲)

﴿دلیل کے ساتھ بڑوں کی رائے سے اختلاف جائز ہے﴾

وہ (صاحبِ تحذیر رحمہ اللہ تعالیٰ) تحذیر کے صفحہ ۳۴ (طبع گوجرانوالہ ص ۸۵) میں یہ فرماتے ہیں ''اس امر کے اظہار کے بعد کہ تاویلاتِ اکابر کے انکار سے اس صورت میں کہ حق صریح واضح ہو گیا اکابر کی تحقیر لازم نہیں آتی نقصانِ شان اور چیز ہے اور خطا و نسیان اور چیز۔ اگر بوجہِ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور طفلِ ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا؟

شعر ؎ گاہ باشد کہ کودکِ ناداں

بغلط زند بر ہدف تیرے

(اس کے) بعد ارقام فرمایا تھا: ہاں بعد وضوحِ حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ بات اگلے کہہ گئے تھے میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانونِ محبت نبوی ﷺ سے یہ بات بہت بعید ہے الخ (تحذیر الناس ص ۸۶)

دوسرے اعتراض کا جواب اول:

اِسی تقریر میں وہ سب مضامین ہیں جو جملہ ''بعد وضوحِ حق'' پر متفرع ہیں اور (جن پر) بدایونی صاحب اعتراض فرماتے ہیں۔ اب کوئی صاحب فرمائیں کہ وہ اکابر جنہوں نے بوجہ کم التفاتی حقیقۃ الامر کو نہ سمجھا اور ان پر حق واقعی اس وجہ سے واضح نہ ہوا وہ کیونکر اس اثر کے انکار سے موافق اشارۂ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) بدعتی ہو سکتے ہیں؟

ہاں علامہ بدایونی صاحب اگر اپنے آپ کو ایسا سمجھیں تو بجا ہے کیونکہ ان کا انکار بعد وضوحِ حق ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب ثانی:

اور اسی تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کسی حدیث کا موضوع یا ضعیف کہہ دینا بھی اسی وقت موجب بدعت ہو سکتا ہے جب حق واضح ہو جائے بایں ہمہ ایک حدیث اگر ایک طریق سے

ضعیف یا موضوع ہواور دوسرے طریق سے صحیح تو اس حدیث کی نسبت بوجہِ ضعیف طریق مشار الیہا ضعیف کہنے والے مضمون کی صحت کے منکر نہیں سمجھے جاسکتے جیسے مؤولین، منکرِ صحتِ سند نہیں ہوسکتے۔

تیسرے رجماً بالغیب یوں کہہ دینے سے کہ اکابرِ صاحبِ تحذیر بھی اس میں آجائیں گے کیا ہوسکتا ہے؟

ان محدثوں میں سے جو اس اثر کے قادح ہیں ایک بھی سلسلۂ سندِ صاحبِ تحذیر میں داخل نہیں صاحبِ فتح الباری مصنفان شروح میں البتہ ان کی سند میں داخل ہیں سو وہ بھی بحمد اللہ اس اثر کی تصحیح کو روایت کرتے ہیں مگر صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو سبھی محدثوں سے نیاز قلبی ہے گو اپنے استاذوں سے زیادہ ہو۔

<u>تیسرے اعتراض کا جواب:</u>

رہی یہ بات کہ علامہ بدایونی آیات اور احادیثِ متواترہ پر اثر کے قیاس کرنے سے منع فرماتے ہیں اگر (اس سے) یہ غرض ہے کہ صحت میں ان کے برابر نہیں تو یہ بات خود صاحبِ تحذیر کہہ چکے اور یہی وجہ ہوئی کہ آج کل کے منکروں کو چھوٹا بدعتی کہا ہے ورنہ برابر سمجھتے تو سب کو برابر رکھتے۔

اور اگر یہ غرض ہے کہ کسی طرح قیاس نہیں ہوسکتا تو یہ مضمون کوئی نادان ہی کہے تو کہے اور پھر طرفہ یہ ہے کہ آپ ہی تشبیہ کیلئے مماثلت فی الجملۃ کی ضرورت بتلاتے ہیں مگر صاحبِ تحذیر کے طور پر صحتِ تشبیہ کے لئے وجہِ شبہ میں مماثلتِ کلی چاہئے ورنہ تشبیہ غلط ہوگی سو بحمد اللہ مطلقِ انکار اور مطلق بدعتی ہونا جو وجہِ شبہ ہے دونوں جا برابر۔

علاوہ بریں اثر ہی کو آپ لیتے ہیں اور آیت اللّٰہ الذی کو کیوں نہیں شامل فرماتے؟ اس (آیت) کی دلالت کو کیوں چھپالیا؟ اگر مماثلت فی الجملہ کو موجبِ دلالت سمجھتے ہو تو اس کا جواب اوپر ہوچکا۔

الحاصل انکارِ احادیث من حیث ھو موجبِ ابتداع ہے اور صحت کا لحاظ بایں نظر ہے کہ حدیث کا حدیث ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے اس لئے تواتر کی صورت میں (انکار کرنے سے) کفر لازم آجاتا ہے پھر جب صحت واضح ہوجائے اور وجوہِ مخالفتِ صحت سب باطل ہوجائیں تو پھر بقدرِ صحت، انکار میں خروج از دائرۂ اہل السنۃ لازم آئے گا۔

اہل سنت کہلانے کی وجہ:

کیونکہ اہل سنت کو اہل سنت کہنا احادیثِ صحیحہ پر عمل اور اعتقاد کے باعث ہے۔

حق واضح ہونے سے قبل اور بعد میں فرق:

باقی بعدِ وضوحِ حق اور قبلِ وضوحِ حق میں فرق ایسا ہے جیسا اعتقادِ متعہ اِس زمانہ میں بوجہِ وضوحِ حق علاماتِ رفض میں سمجھا جاتا ہے اور زمانۂ اول میں علاماتِ رفض میں نہ تھا ورنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو مشاہیر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اس وجہ سے خارج از اہل سنت سمجھے جائیں اس لئے کہ ان کا معتقدِ جواز متعہ ہونا کتبِ احادیث مثل صحیح مسلم ثابت ہے مگر چونکہ بعد وضوحِ حق عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رجوع بھی انہی کتابوں سے ثابت ہے اور ایسا ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف گمان ہے تو ان کی شان میں یہ اعتقاد موجبِ خروج نہ ہوا۔

بدایونی صاحب کو رجوع الی الحق کی دعوت:

ایسا ہی آپ بھی اِس پر اگر عمل فرمائیں (یعنی حق کے واضح ہونے کے بعد اس کو مان لیں) تو پھر آپ کو کوئی سنی ہونے سے نہیں روکے گا دائرۂ مذہب بہت فراخ ہے آپ باطمینان ِ خاطر رجوع فرمائیں اور اس دھوکے میں نہ رہیں کہ احادیثِ آحاد کا انکار اس وقت دائرۂ اہل سنت سے خارج ہوجانے کا باعث ہوجاتا ہے جبکہ صحیح سمجھ کر انکار کریں کیونکہ یہ بات اسی وقت تک ہے جب تک صحت اور وجوہِ صحت ظاہر نہ ہوجائیں ورنہ اس طرح تو لازم یوں ہے کہ یہود ونصاریٰ اور مجوس اور ہنود بھی کافر نہ ہوں وہ بھی کلام اللہ کو کلام اللہ سمجھ کر اور رسول اللہ ﷺ کو رسول

الٰہی سمجھ کر ان کا انکار نہیں کرتے۔

تاویل کی گنجائش کہاں تک ہے؟

علیٰ ھذا القیاس تاویل کی بھی اسی وقت تک گنجائش ہے کہ معنی ظاہری میں کچھ دقت نظر آتی ہو جس وقت کوئی دِقت نہ ہو یعنی معنی ظاہری دلائلِ نقلیہ اور عقلیہ کے مخالف نہ رہیں بلکہ موافق ہو جائیں تو پھر بے شک تاویل کرنی دائرۂ حق سے باہر کر دیتی ہے ورنہ یہ معنی ہوں گے کہ معانی اصلیہ قرآن وحدیث کی کچھ پابندی نہیں اور تمام ملحد جو قرآن وحدیث میں بے ہودہ تاویلیں کرتے ہیں سب اہل حق بن جائیں۔ اگر وضوحِ حق کی وجہ سے ان پر الحاد کا الزام ہے تو یہاں بھی یہی خیال فرمالیجئے اور اس ہٹ دھرمی کو جانے دیجئے۔

ورنہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) تو ہر طرح سے تاویل خاتم النبیین سے مستغنی ہیں پر جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ طبقاتِ سافلہ میں رسول اللہ ﷺ کے نظائر متساوی المراتب موجود ہیں ان کو آپ کیونکر الزام دے سکیں گے ان کی تاویل آپ کی اس تاویل سے جو آپ اثر مذکور میں کرتے ہیں ہزار طرح اچھی ہے۔

اثر ابن عباسؓ کے بارے میں بدایونی صاحب کی تاویلاتِ رکیکہ:

آپ کہیں مبلغانِ احکام کہہ کر ٹالتے ہیں اور کہیں تماثل فی التشبیہ کے منکر اشتراک فی الاسماء ہی پر اکتفاء کو آمادہ ہوتے ہیں اور کہیں اسرائیلیات میں ہونے کا وہم پکا کر اپنی دامن گذاری کا فکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تاویلات کس قدر رکیک اور پوچ ہیں خاص کر وقتِ مناظرہ ایسی تاویلات کا پیش کرنا موجبِ مضحکہ ہوتا ہے۔

بدایونی صاحب کی ایک تاویل:

اور ان کی تاویل کی سنئے وہ النبیین میں استغراق بھی مراد لیتے ہیں پر جیسے آیت: وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ (آل عمران: ۴۲) میں استغراق ہے بقرینہ غرض اصطفاء یعنی تولدِ عیسوی عالمین سے اُسی زمانہ کے

عالمین مراد لیتے ہیں ایسے ہی بقرینہ غرضِ اختتام النبیین سے اسی زمانہ کے انبیاء مراد لے سکتے ہیں۔ حاصل مطلب ان (بدایونی صاحب) کا یہ ہوگا کہ اظہارِ خاتمیت سے اور ادیان کا نسخ اور نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والوں کا سدِ باب منظور ہے تاکہ اس دین کے سوا کسی اور دین پر عمل کی نوبت نہ آئے۔

جواب:

مگر یہ اندیشہ تو اسی زمین والوں سے ہے اور زمینوں تک نہ یہاں کے باشندوں کی رسائی نہ اس وہم کی گنجائش جو اور زمینوں کے انبیاء کی اتباع سے روکئے اور ان کی نسبت بھی خاتمیتِ زمانی کا اظہار کیجئے۔

اہل اسلام کی تکفیر کفر ہے:

اگر آپ کی تاویلیں قابل قبول ہیں تو یہ تاویل بدرجۂ اولیٰ قابل قبول ہے اور ایسے لوگوں کو دائرۂ اہل سنت بلکہ دائرۂ اہل اسلام سے خارج شمار کرنا بشہادۃِ احادیثِ احکامِ تکفیرِ اہل اسلام خود دائرۂ اہل سنت بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہونا ہے۔

جملہ خاتم النبیین کی غرضِ اعلیٰ خاتمیتِ مرتبی ہے:

ہاں صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے طور پر غرضِ اعلیٰ خطابِ خاتم النبیین سے خاتمیتِ مرتبی ہے جس کا ماحصل وہی اتصافِ ذاتی اور افضلیتِ مطلقہ اور سیادتِ کاملہ ہے اور ظاہر ہے کہ ایک کلی کے افراد میں افضلیتِ مطلقہ اور سیادتِ تامہ ایک موصوف بالذات ہی کیلئے ہوتی ہے اور موصوف بالذات ایک ہی ہوا کرتا ہے چنانچہ پہلے یہ قضیہ واضح ہو چکا ہے اس لئے اس غرض کا اظہار ہی خود اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں استغراق تام بجمیع الوجوہ مراد ہے اس زمین کی کچھ تخصیص نہیں۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت آپ ﷺ ہی کو خاتمیت زمانی حقیقی حاصل ہے:

پھر بایں وجہ کہ افضل کا ظہور بعد میں ہوتا ہے چنانچہ اوپر مرقوم ہو چکا ہے اس لئے

خاتمیتِ زمانی بھی آپ ﷺ کو سبھی کی نسبت ضروری ہے پھر درصورت ارادۂ خاتمیتِ زمانی وانکار خاتمیتِ مرتبی بجز غرضِ نسخ وسدِ بابِ ادعاءِ نبوت اور کوئی غرض متصور نہیں خاتمیتِ زمانی افضلیت پر دلالت ہی نہیں کرتی جو طرزِ صاحبِ تحذیر پر چلیئے اور بوجہِ ملازمت خاتمیتِ مرتبی وخاتمیتِ زمانی کچھ بولئے۔

<u>بدایونی صاحب کا اعتراض:</u>

اس کے بعد علامہ بدایونی کو اپنے تعصب اور قلتِ تدبر کے باعث اور مشکل پڑی صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا تھا کہ جملہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ جواثرِ مذکور میں ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تشبیہ فی التسمیۃ مراد نہیں تشبیہ فی المرتبہ مراد ہے اس پر علامہ بدایونی فرماتے ہیں کہ یہ دعویٰ محض بلا دلیل ہے نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ میں کوئی لفظ دلالت نہیں کرتا اس امر پر کہ تشبیہ فی المرتبہ مراد ہو۔

<u>جواب:</u>

اس کے جواب میں بجز اس کے اور کیا کہئیے کہ ہاں حضرت بجا ہے خدا آپ کو زندہ رکھے ایسے خوش فہم کہاں پیدا ہوا کرتے ہیں آپ ہیں تو بدایوں آباد ہے۔ اجی حضرت! اگر کوئی یوں کہے کہ فلاں عالم ایسا ہے جیسا بدایوں کے حضرت علامہ۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ اور وہ ہم نام ہیں کیا آپ کو کاف تشبیہ جو لفظ کَنَبِیِّکُمْ پر داخل ہے نظر نہیں آیا۔ یہ مماثلتِ نفسِ نبوت پر دلالت نہیں کرتا تو اور کیا کرتا ہے۔

پھر طرفہ یہ ہے کہ آپ یوں بھی فرماتے ہیں کہ صدرِ روایت آدَمُ کَآدَمِکُمْ اس امر کو مؤید ہے کہ تشبیہ فی التسمیۃ مراد ہو کوئی حضرت سے پوچھے کہ وجہِ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ کے سوا ہوا کرتی ہے؟ اگر آدَمُ کَآدَمِکُمْ وغیرہ جملوں میں کاف کا ماقبل ومابعد بوجہِ دلالت اسم علی ذات المسمی مشبہ اور مشبہ بہ پر دلالت کرتا ہے تو دلالت فی التسمیۃ کون سے لفظ سے نکلے گی؟ یہ دونوں لفظ تو اس صورت میں فقط مشبہ اور مشبہ بہ کے حصے میں آ گئے وجہِ شبہ کیلئے کہیں سے اور لفظ مانگ کر

لائیے اور یہاں چپکائیے۔

سو یہ تو معلوم، چار و ناچار اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ وجہ شبہ مذکور نہیں اور چونکہ حذفِ صلہ بشرطیکہ کوئی قرینہ تخصیص وتقیید نہ ہوعموم واطلاق پر دلالت کیا کرتا ہے چنانچہ اَللّٰـــهُ اَكْبَرُ اور لِلّٰـهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وغیرہ میں یہ بات سب کو معلوم ہے۔ وجہ شبہ میں مطلق ماننا پڑے گا جس سے وہی مشابہتِ کلی اور مماثلتِ تامہ ماننی پڑے گی۔

البتہ تشخصات اور لوازمِ ذاتیہ شخصیہ اور مناسباتِ ذاتیہ شخصیہ کو منہا کرنا پڑے گا اور وہی بات لازم آئے گی جو صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے تھے اور وہ عذرِ مماثلت فی الجملۃ جو آپ کے نزدیک صحتِ تشبیہ کیلئے کافی ہے بعد تحقیقاتِ گذشتہ جن سے آپ کے اوہام کا جواب دندان شکن آپ کو وصول ہو چکا ہے اس وقت ہرگز مسموع نہ ہوگا اس کا ارادہ ہو تو اس کو اپنے گھر کے طاق میں رہنے دیجئے گا اور اگر عرف وانصاف وفہم ودلالتِ الفاظ وغیرہ سب کو زیرِ قدم رکھ کر بغرضِ دامن گذاری آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ جملہ آدَمُ كَـآدَمِـكُمْ وغیرہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کا ذکر نہیں فقط وجہ شبہ ہی مذکور ہے تو ہر چند اس کا جواب تو یہی ہے ع

برو پیش سخن سنجاں مکن

مگر ہم سے ایسی گستاخی کب ہو سکتی ہے البتہ یہ گذارش ہے کہ خیر تسلیم کیا، آپ مشبہ اور مشبہ بہ کو ڈھونڈیئے کہاں گئے؟ مولوی صاحب برا نہ مانئے گا بے سوچے سمجھے ہر کسی کے مقابلہ میں آجانا عقل کا کام نہیں گو آپ کیلئے سکوتِ بدایوں اس باب میں اِسی طرح کافی ہے جیسے شیعوں کو عذرِ تقیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ

آدَمُ كَآدَمِكُمْ میں تشبیہ فی المرتبہ مراد لینا ادعاء بلا دلیل ہے اور مخالفِ ظاہر ہے

اگر یہ غرض ہے کہ فقط تشبیہ فی المرتبہ مراد نہ لو بلکہ بوجہ دلالتِ اطلاقِ مشار الیہا فی جمیع الامور حتی فی التسمیۃ مراد لینا چاہئے تو اس کا جواب تو یہ ہے کہ شکر بدہانِ تو، اور اگر یہ مطلب نہیں وہی مطلب پوچ ہے جو آپ کی شان کے موافق ہے تو اس کا حال معلوم ہو ہی گیا اب آپ خود جان جائیں گے

کہ کون مخالف ظاہر کہتا ہے؟

علاوہ بریں اگر یہ مخالف ظاہر ہے تو نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ میں تشبیہ فی التسمیۃ کہنا مخالف اظہر۔ اگر آپ آدَمُ کَآدَمِکُمْ میں تشبیہ بوجہِ ذکرِ اسماء تشبیہ فی التسمیہ مراد لیتے ہیں تو ہم بوجہِ ذکر نَبِیٌّ جملہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ میں تشبیہ فی النبوۃ مراد لیں گے اگر آپ ہم کو کچھ نہ کہیں گے تو ہم بھی آپ کو کچھ نہ کہیں گے خیر یہ تو ہو چکا۔

اور سنئے! صاحبِ تحذیر نے تو مثال لِکُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسیٰ سنا کر یہ جتلا دیا کہ بسا اوقات اسماء بولتے ہیں اور مراتبِ مسمّی مراد ہوتے ہیں پر آپ نے ایک بھی ایسی مثال نہ بتلائی جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ مقامِ تشبیہ میں اوصاف بولیں اور مشابہت فی التسمیۃ مراد ہو۔ اگر کوئی مثال مل سکتی ہے تو آپ اپنے سے گذارتے، پر مثال ہی نہ ہو تو کیا کیجئے؟

<u>بدایونی صاحب کا اعتراض:</u>

اور سنئے آپ کو جملہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ میں شاید یہ شبہ ہوا ہو جو صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے آپ پر وارد کیا ہے یعنی آپ یوں فرمائیں کہ ماقبل کاف مشبہ اور مابعد کاف مشبہ بہ ہے تو وجہِ شبہ کہاں ہے اور وجہِ شبہ ہے تو مشبہ اور مشبہ بہ کون ہے؟

<u>جوابِ اول:</u>

اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ مشتقات ذات مع الصفات پر دلالت کیا کرتے ہیں مثلِ اسماء فقط ذات ہی پر دلالت نہیں کیا کرتے اس لئے یہاں مشبہ بہ اور مشبہ تو فقط ذواتِ انبیاء ہوں گی اور وجہِ شبہ وصف نبوت۔

<u>جوابِ ثانی:</u>

دوسرے اگر فرض کیجئے یہ دونوں مشبہ اور مشبہ بہ ہوں تو پھر بوجہِ اطلاقِ مشارالیہ جمیع الامور وجہِ شبہ ہو جائے گا، اور مطلبِ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) ہاتھ سے نہ جائے گا، اور آپ یونہی خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ اور آپ کا تشبیہ فی المرتبۃ کو کمالِ مماثلت بمعنی تساوی بجمیع الوجوہ پر

حمل کرنے کو الحاد اور محض اضلال کہنا جیسا اعتراض ثانی میں آپ نے کیا ہے سب آپ کی جانب عائد ہو جائے گا اور صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو اس اعتراض کے جواب کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ تشبیہ فی المرتبہ کے یہاں یہ معنی نہیں لیتے کہ بجمیع الوجوہ انبیائے اراضی سافلہ اور رسول اللہ ﷺ ہمتائے یکدگر (درجہ میں ایک دوسرے کے برابر) ہوں بلکہ ان کی غرض یہ ہے کہ بحیثیت اضافت ونسبت بین انبیاءِ زمین ھذا جو رتبہ رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے وہی رتبہ وہاں کے سرحلقۂ انبیاء کو وہاں کے انبیاء کی نسبت حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ مساواتِ مراتبِ نسبت اطراف کے حق میں مساوات جمیع الوجوہ کو مستلزم نہیں۔

چنانچہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ہی اس قسم کی مثالیں رقم فرمائی ہیں اور ہم ابھی گوش گذارِ سامعان گذارش ھذا کر چکے ہیں (یعنی حضرتؒ نے پہلے تحذیر الناس میں ان کا ذکر کیا پھر اس رسالہ تنویر النبراس میں) غرض مساواتِ نسبت سے مساواتِ اطرافِ نسبت لازم نہیں آتی چنانچہ ایک اور دو، اور چار اور آٹھ کی نسبتیں باہم مساوی ہیں اور اطرافِ نسبت مساوی نہیں۔

اور دلیل اس بات کی کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے نزدیک تشبیہ فی المرتبۃ کے یہ معنی ہیں جو ہم نے عرض کئے ہیں خود ان کے کلام میں اول تو صفحہ ۲۹ کی سطر ۵ میں (۱) وہ فرماتے ہیں تشبیہ متضمن آیت اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ تشبیہِ نسبت ہے تشبیہِ مفرد نہیں اس کے بعد اس دو ورقہ میں جو صفحہ ۳۶ کے بعد (۲) بطورِ ضمیمہ کے لگایا ہے اسی تشبیہ فی النسبۃ کی تحقیق ہے۔

بدایونی صاحب شاہراہ روافض پر:

---

۱ تحذیر الناس مطبع قاسمی دیوبند ص۲۵ سطر۶

۲ تحذیر الناس مطبع قاسمی دیوبند ص۳۶ سطر۱۶

الغرض تشبیہ فی المرتبۃ سے بقرینۂ تصریحات صاحبِ تحذیر تشبیہ فی مرتبۃ النسبۃ مراد ہے تشبیہ فی الفضل والکمال مراد نہیں یہ بات تحذیر سے سمجھئے ایسے نہیں جیسے حدیث اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی [1] سے شیعوں نے حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی تساوی فی المرتبہ سمجھی تھی جناب مولوی صاحب! یہ آپ کا فہم تو شیعوں کے فہم سے رلتا ملتا ہے اور کیوں نہ ہو تبرا میں تو آپ بھی ان کے چھوٹے بھائی ہی نظر آتے ہیں پھر یہ مناسبت تقدیر سے اور ہاتھ آئی کہ وہاں لفظ مَنْزِلَۃ اگر باعثِ ضلال ہوا تھا تو یہاں لفظِ رتبہ موجبِ اختلال ہے۔ مولوی صاحب! اِن دونوں لفظوں میں لفظوں ہی کا فرق ہے اس لئے مجھ کو یہ ڈر ہے کہ تخطیۂ اہل حق تو آپ کا کام ہی ٹھہرا بدستاویز حقیتِ مذہبِ آبائی (یعنی اپنے باپ دادا کے مذہب کو حق سمجھنے کی وجہ سے) آپ رسول اللہ ﷺ پر یہی اعتراض کریں اور نعوذ باللہ یہ فرمائیں کہ تساویٔ منزلتِ علوی وھارونی تو محض ضلال والحاد ہے آگے کیا کہوں؟ آپ ہی کیلئے رہنے دوں ورنہ اس سے بھی کیا کم کہ ان لفظوں کے جب یہی معنی ٹھہرے جو آپ نے سمجھے تو بدعوائے تصدیق نبوی ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو برابر سمجھو۔

مولوی صاحب! یہ باتیں تو آپ کے طور پر بے شک لازم آتی ہیں خیال مخالفتِ اثرِ مذکور اور خاتم النبیین خود اس امر پر شاہد ہے کہ آپ تشبیہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ کو تشبیہ بجمیع الوجوہ سمجھتے ہیں مگر بسند آیت اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَادِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ بَلٰی وَھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ [یس:۸۱] یہ بات پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ لحاظِ زمانہ ایسے مواقع میں وجوہِ مماثلت میں داخل نہیں۔

<u>اراضیٔ سافلہ کے تمام انبیاء حضور اکرم ﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں:</u>

اس صورت میں مخالفت تو لازم نہ آئے گی آخر یہ ہی احتمال ہے کہ انبیاءِ اراضی سافلہ

---

۱) مسلم ج۴ص۱۸۷۰

سب کے سب رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں۔ جملہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ جملہ اسمیہ ہے اس میں تینوں زمانوں کی گنجائش ہے اس لئے بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ انبیاء سب ہی کا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہونا چاہئے ورنہ تغلیطِ اثر مذکور کیلئے یہی جملہ آدَمُ کَآدَمِکُمْ وغیرہ ہی کافی تھے۔

<u>اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو شاذ و موضوع کہنا ہی غلط ہے:</u>

اور جب مخالفت نہ رہی تو شاذ و موضوع کہنا اس اثر کا سب غلط ہو گیا۔ اسناد کی صحت پہلے سے مسلم ہے خاص کر طریق بیہقیؒ کی سند کی صحت اس لئے خواہ مخواہ آپ کا مکنونِ خاطر یہ نکلے گا کہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ بجمیع الوجوہ اراضی سافلہ میں موجود ہیں باقی صاحبِ تحذیر کے طور پر ان دقتوں میں سے ایک بھی لازم نہیں آتی ان کے نزدیک تشبیہ تو (تشبیہ) فی النسبۃ (ہے) چنانچہ لفظ کَنَبِیِّکُمْ خود ہی اِس مدعا کیلئے دلیل ہے۔

غرض یہ ہے کہ کَنَبِیِّکُمْ میں نَبِیّ کو مضاف کر کے مشبہ بہ بنانا اس بات پر شاہد ہے کہ جو نسبت و اضافت بحیثیت نبوۃ، رسول اللہ ﷺ کو اور علیٰ ھذا القیاس حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کو مخاطبین کے ساتھ حاصل ہے وہی نسبت وہاں کے انبیاء علیہم السلام کو وہاں کے بنی آدم سے سمجھئے اور ظاہر ہے کہ اتنی بات سے نہ رسول اللہ ﷺ کی افضلیتِ مرتبی میں کچھ نقصان آتا ہے اور نہ آپ ﷺ کی خاتمیتِ زمانی میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے اس صورت میں فرمایئے تفسیر عزیزی کا حوالہ کس کے موافق ہے؟

<u>شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے بڑے ہیں:</u>

اجی حضرت! شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ ہمارے استاذ اور ہمارے پیشوا، ان کی بات ہمارے موافق ہوگی یا تمہارے اور ان کی بات کو ہم سمجھیں گے یا تم؟ اگر تم ان کے سلسلہ میں داخل ہوتے تو کلام اللہ اور حدیث (شریف) کے معانی فہمی میں اتنی خطائیں ہی کیوں کرتے؟

<u>بدایونی صاحب شاہ صاحب کی بات نہیں سمجھتے:</u>

کوئی آپ سے پوچھے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی اس عبارت کا آپ کیا مطلب سمجھے "زیرا کہ مرتبۂ کمال او خاتمیت است ہیچ کس را حاصل نیست"۔

<u>شاہ صاحب کی عبارت کا مطلب:</u>

مولوی صاحب! مرتبۂ کمال وہی خاتمیتِ مرتبی ہے خاتمیتِ زمانی نہیں۔ خاتمیت زمانی کے کل اتنے معنی ہیں کہ آپ ﷺ کا زمانہ اور انبیاء کے زمانہ کے بعد ہے سو یہ بات بذات خود موجباتِ شرف میں سے نہیں ورنہ اس زمانہ کے تمام افراد اس حساب سے افضل ہوں اور ان کے بعد کے افراد ان سے بھی افضل۔ ہاں اگر اس مضمون کے ساتھ اتنا مضمون اور لگا لو کہ خاتمیتِ زمانی خاتمیتِ مرتبی پر اس طرح دلالت کرتی ہے جیسے وقتِ مرافعہ جو بہ نسبت وقتِ نالش اول آخر ہوتا ہے حاکمِ مرافعہ کی خاتمیتِ حکومت پر بہ نسبت حاکمِ اول کے دلالت کرتا ہے تو پھر البتہ خاتمیتِ زمانی سے افضلیت پر استدلال ہوسکتا ہے لیکن منشأ افضلیت وہ خاتمیتِ مرتبی ہی رہے گی اور یہ ایسی بات ہے کہ دھواں وجودِ نار پر اور لوازمِ نار پر مثل حرارۃ، نور وغیرہ دلالت کرتا ہے پر منشأ نورانیت اور حرارت، نار ہے دھواں نہیں۔

<u>اعتراض:</u> اس کے بعد علامہ بدایونی اپنی خوش فہمی و اعتقادی ظاہر کرتے ہیں یعنی صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے جو رسول اللہ ﷺ کو بمنزلہ بادشاہِ ہفت اقلیم کہا تھا اور خاتمانِ اراضیٔ سافلہ کو جو خاتمانِ اضافی تھے بمنزلہ بادشاہانِ اقالیم خاصہ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ اس صورت میں جتنی رسول اللہ ﷺ کی عظمت کو ترقی ہے درصورت انکارِ خاتمانِ اراضیٔ سافلہ اتنی عظمت نہ ہوگی تو علامہ بدایونی اس کو دغابازی کہتے ہیں۔

اور وجہ اس ارشاد کی بزعم خود یہ بیان فرماتے ہیں کہ گویا صاحبِ تحذیر اپنے آپ کو تو معتقد و محبّ نبوی ﷺ قرار دیتے ہیں اور مخالف کو غیر معتقد، حالانکہ معاملہ بالعکس ہے اس لئے کہ مخالفانِ تحذیر تو سوائے آپ ﷺ کے اوروں کو خاتم کہتے ہی نہیں اور صاحبِ تحذیر اوروں کو خاتم کہتے ہیں۔

بدایونی صاحب کو خاتمیتِ حقیقی اور خاتمیتِ اضافی کا فرق معلوم ہی نہیں:

خلاصۂ تقریرِ دل فریب فقط اتنا ہی ہے ہاں بکواس اور بڑ بہت کچھ ہے مگر کوئی حضرت سے پوچھے کہ آپ نے کسی استاد سے پڑھا تھا یا یوں ہی سجادۂ پیشوائی کو دبالیا۔ افسوس صد افسوس! ایسے خوش فہم تحذیر کا جواب لکھنے بیٹھے جن کو حقیقی اور اضافی کا فرق بھی معلوم نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ خاصۂ ختم نبوت منحصر ہے آپ ﷺ کی ذات پاک میں اگر یہ غرض ہے کہ خاتمیتِ حقیقی یعنی ایسی خاتمیت کہ اس کے اوپر اور کوئی خاتمیت نہ ہو آپ ﷺ میں منحصر ہے تو اس قول کے اور کیا معنی ہیں کہ آپ بمنزلہ بادشاہِ ہفت اقلیم ہیں؟

اجی حضرت! مقتضائے تشبیہ بادشاہِ ہفت اقلیم تو خود یہی ہے کہ جیسے بادشاہِ ہفت اقلیم پر سلسلۂ حکومت بلکہ سلسلۂ بادشاہت ختم ہو جاتا ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ پر سلسلۂ نبوت بلکہ سلسلۂ خاتمیت ختم ہو جاتا ہے نہ بادشاہِ ہفت اقلیم کے اوپر کوئی بادشاہ، نہ خاتمِ ہفت زمین کے اوپر کوئی خاتم اور اگر یہ غرض ہے کہ خاتمیتِ اضافی ہوتی ہی نہیں خاتمیت فقط حقیقی ہی میں منحصر ہے یہ انحصار اگر بوجہ شرف نبوی ﷺ ہے اور یہ معنی ہیں کہ حقیقی خاتم کے ہوتے ہوئے اضافی خاتم ہو تو شرکت فی الجملۃ خاتمیت میں لازم آئے گی تو میں جانوں کہ خدا تعالیٰ کو آپ رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ ہی اس شرف کے مستحق سمجھتے ہوں گے۔

اور بایں نظر کہ اولیت حقیقی بجمیع الوجوہ اور آخریت حقیقی بجمیع الوجوہ خدا تعالیٰ کیلئے بشہادۃ آیت هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (الحدید:۳) حاصل ہے رسول اللہ ﷺ کی اولیت بھی جو اضافی ہے تحقیقی (یعنی حقیقی) نہیں غلط ہو جائے اور آپ ﷺ کو اول کہنا درست نہ ہو کیونکہ آپ ﷺ بھی فقط اول المخلوقات ہیں بجمیع الوجوہ اول نہیں یعنی اول الموجودات نہیں ورنہ خدا سے بھی اول ہو جائیں علیٰ ھذا القیاس آپ ﷺ کی خاتمیتِ زمانی یعنی آخریتِ زمانی جو آخریتِ اضافی ہے تحقیقی (یعنی حقیقی) نہیں غلط ہو جائے کیونکہ آپ ﷺ فقط خاتم النبیین ہیں خاتم بنی آدم نہیں خاتم المخلوقات نہیں خاتم الموجودات نہیں۔

اور اگر یہ انحصار خصوصیاتِ مضمونِ ختم ہی میں سے ہے تو اس کی کوئی وجہ ہے یا جیسے نصاریٰ کے نزدیک اجتماع وحدتِ حقیقی اور کثرتِ حقیقی مادۂ ثلاث ہی میں منحصر ہے اور وجہ پوچھو تو کہیں کہ یہ بات منجملہ اسرارِ الوہیت ہے خدا ہی جانے۔ آپ بھی یوں ہی فرمائیں گے کہ منجملہ اسرار بدایوں ہے بدایوں والے ہی جانیں۔

<u>بدایوں والوں کے طور پر آپ ﷺ کی خاتمیتِ زمانی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوسکتی:</u>

اگر آپ سمجھ کر یہ بات فرماتے تو میں آپ سے پوچھتا فرمائیں دغا باز کون ہے؟ اور فریب کس نے دیا؟ مگر آپ کے پاس تو عذرِ کم فہمی موجود ہے پھر کیونکر کہیئے کہ آپ براہِ دغا وفریب صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو منکرِ ختم نبوت فرماتے ہیں حالانکہ آپ کے طور پر ختم نبوت کا رسول اللہ ﷺ میں منحصر ہونا ہرگز کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوسکتا۔

آپ بہت سے بہت کہہ دیں تو غرض نسخ اور سدِ بابِ ادعاءِ نبوت کو پیش کریں مگر میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس سے اگر لازم آتا ہے تو یہی لازم آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فقط یہیں کے خاتم زمانی ہوں۔

ہاں صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے طور پر آپ ﷺ کی خاتمیتِ زمانی بھی مثل خاتمیتِ مرتبی یہاں اور وہاں سب جا کی نسبت ہے اس تقریر سے صاف روشن ہو گیا کہ اراضی سافلہ کے خواتم خاتم اضافی ہیں اور رسول اللہ ﷺ خاتم حقیقی ہیں باقی تشبیہ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ تشبیہ فی مرتبہ النسبۃ ہے اس سے مساواتِ مراتبِ فضل وکمال کا سمجھ لینا اور صاحبِ تحذیر کے ذمہ لگانا اپنی فہم ہی کا قصور ہے چنانچہ اوپر عرض کر آیا ہوں۔

<u>اعتراض:</u>

اس کے بعد علامہ بدایونی بہ تعریضاتِ تکفیر صاحبِ تحذیر اَعَاذَہُ اللّٰہُ وَاَحْبَابَہُ مِنْہُ حسبِ شیوۂ خاندانی متوجہ ہوئے اور صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی اس تقریر کو جو دربارۂ تفسیر بالرائی رقم فرمائی تھی دستاویز بنا کر فتویٰ تکفیر دیتے ہیں مگر تماشا یہ ہے کہ کچھ تو سمجھ کا پہلے ہی حضور

کے یہاں ٹوٹا تھا رہی سہی کو بھی یہاں آ کر طاق میں رکھ دیا۔

صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے یہ فرمایا تھا کہ ہر چند آیت اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰاتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ کی یہ تفسیر کسی اور نے نہ لکھی ہو پر جیسے مفسرانِ متاخر نے مفسرانِ متقدم کا خلاف کیا ہے میں نے بھی ایک نئی بات کہہ دی تو کیا ہوا؟ معنیٔ مطابقیٔ آیت اگر اس احتمال پر منطبق نہ ہوں تو البتہ گنجائش تکفیر ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ یہ شخص کافر ہوگیا پر اِس صورت میں یہی گناہ گار تنہا کافر نہ بنے گا (بلکہ یہ تکفیر بڑوں بڑوں تک پہنچے گی انتہی (تحذیرص ۹۹ طبع گوجرانوالہ)

اس پر علامہ بدایونی کا خلاصہ ارشاد یہ ہے کہ تفسیر صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) معنی مطابقی پر منطبق نہیں اس لئے بالکل یہ تفسیر اپنی طرف سے ہوگی اور امورِ نقلیہ میں اپنی طرف سے کچھ کہنا گویا اپنے آپ کو شارع بنانا ہے ہاں اگر لفظِ مثل واسطے مساوات من جمیع الوجوہ کے ہوتا اور بایں ہمہ طبقاتِ سبع ارضین کا باہم بجمیع الوجوہ مماثل یک دِگر ہونا ثابت ہوتا تو صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو اس کہنے کی گنجائش تھی۔

جواب:

مگر اہلِ فہم کو ہماری معروضاتِ سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جیسے اور مفاہیم مطلقہ تمام قیودِ محتملہ کو شامل ہوا کرتی ہیں ایسے ہی لفظِ مثل بھی ہے اتنا فرق ہے کہ انسان وغیرہ مفہومات خاصہ جس کے موضوعات لہا کا تعین بوجہِ خصوصِ وضع پہلے سے معلوم ہوتا ہے درصورتِ اطلاق اپنے تمام افراد اور اصنافِ متعینہ کو شامل ہوا کرتے ہیں اس لئے کہ ان کی تقییدات معتدہ بہا کا ماحصل یہی افراد واصنافِ معلومہ ہوا کرتے ہیں اور مفہوماتِ مبہمہ مثل ضمائر وموصولات اور مثل اور مساوی اور ناقص اور زائد اور اکبر اور اصغر اور اول اور آخر جن کیلئے بحکمِ وضع کوئی مصداق متعین نہیں بلکہ وقتِ استعمال ان کے مصداق متعین ہوا کرتے ہیں بعد تعیینِ مصداق جونسا مصداق کلی ہوگا یہ مفہومات اس کی تمام قیودات اور تمام افراد معتدہ بہا پر دلالت کریں گے۔

البتہ قبل استعمال وترکیب وادخال فی الکلام یوں نہیں کہہ سکتے کہ جیسے انسان وحیوان کے افراد متعین ومعلوم ہیں ان مفہومات کے افراد بھی متعین اور معلوم ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ تمام مفہومات اضافی ہیں اور مضاف اور مضاف الیہ ان مفہومات کیلئے کوئی متعین نہیں اس لئے قبل استعمال وادخال فی الکلام مضاف اور مضاف الیہ متعین نہیں ہوسکتا۔

مثل ایک مفہوم کلی ہے:

لیکن اہل فہم کو معلوم ہے کہ مثل بھی ایک مفہوم کلی ہے ایک شے کی اگر ہزار امثال ہوں تو وہ سب کی سب مثل ہی کہلائیں گی علیٰ ھٰذا القیاس اگر ہزار وجہ شبہ ہوں تو ہر وجہ کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ھٰذَا مِثْلُ ھٰذَا فِیْ ھٰذَا

قیودِ معتد بہا کی دو قسمیں ہیں:

اور ظاہر ہے کہ قیودِ معتدہ بہا جو اس مفہوم کے ساتھ لگ سکتی ہیں (اس کی) تو یہی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایک تو قیودِ مشخصہ جو مصادیق افراد کی جانب سے اس مفہوم پر عارض ہوسکتی ہیں

۲۔ دوسری قیودِ مخصصہ جو وجوہِ شبہ کی جانب سے لاحق ہوسکتی ہیں۔

سو جناب باری نے اپنے کلام میں آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ میں افرادِ مثل کو جو بلفظِ مِنَ الْاَرْضِ بیان فرمادیا، وہاں وجوہِ شبہ کا بیان نہ فرمایا اس لئے اس اعتبار سے یہ کلام مطلق ہوگی اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق ہی پر رہتا ہے چنانچہ اہل علم میں مشہور ہے اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِهٖ ، وَالْمُطْلَق یُرَادُ بِهِ الْفَرْدُ الْكَامِلُ.

اور ظاہر ہے کہ فردِ کامل مثل وہی ہوگا جو بعد منہائی تشخصیات ولوازم ومناسباتِ تشخصیہ سب باتوں میں مشبہ بہ کے برابر ہو، سو جب سات زمینیں سات آسمانوں کی ہر طرح مماثل ہوئیں اور ہر آسمان میں بشہادتِ احادیث آبادی اور اوپر والوں کا نیچے والوں پر حاکم ہونا ثابت ہوا تو اس وجہِ شبہ میں فقط اسی زمین والوں کو منحصر رکھنا مخالفِ اطلاق ہوگا خواہ مخواہ ہر زمین میں

آبادی ایک قسم کی اسی طرح ماننی پڑے گی جس طرح آسمانوں میں فقط ایک قسم ملائکہ آباد ہیں اسی طرح یہاں بھی اوپر نیچے والوں پر حاکم ہوں گے اور اسی طریقہ سے سیادت وافضلیت محمدی ﷺ خود بخود ثابت ہو جائے گی۔

مطلق کی کمال مفہوم پر دلالت کی دو صورتیں:

اِس گذارش کے بعد یہ گذارش ہے کہ مطلق کی دلالت، کمال مفہوم پر

۱۔ اگر مقتضائے دلالتِ مطابقی ہے تب تو صاحبِ تحذیر نے کیا بے جا کہا

۲۔ اور اگر دلالت مطلق کمال پر التزامی ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ مطلق بذاتِ خود شمول وعموم کو مقتضی نہیں اگر اس کی یہ وجہ ہے کہ اقتضاء عدم کمال ہے تب التزام کا ہونا ہی معلوم۔ دلالت التزامی کی نوبت تو کیوں آئے گی؟ اور اگر عدمِ اقتضاء ہے تو پھر دلالتِ کمال کیلئے کوئی اور لفظ مذکور یا محذوف چاہئے مذکور تو کیوں ہوگا ورنہ مطلق ہی کیوں کہئے؟ ہو نہ ہو کوئی لفظ محذوف ہوگا لیکن یہ سب جانتے ہیں کہ اَلْمَحْذُوْفُ الْمَنْوِیُّ کَالْمَذْکُوْرِ۔

مطلق اپنی ذات کے لحاظ سے اپنے تمام حصوں کو جامع ہوتا ہے:

بہر حال دلالتِ مطابقی سے عموم وجوہِ مماثلت خارج نہیں ہوسکتا اور تحقیقی بات پوچھئے تو یہ ہے کہ مطلق فی حدِ ذاتہٖ جامع جمیع الحصص ہوتا ہے اور مقید میں بعد تنقیص حصص بقدر وسعت قید کچھ حصے حصص مندرجہ فی المطلق میں سے رہ جاتے ہیں اور وہ قید اس مطلق کے ساتھ مل کر ایسی طرح مفیدِ خصوص ہو جاتی ہے جیسے حرفِ استثناء اِلَّا وغیرہ قوم کے ساتھ مل کر موجبِ تخصیص ہو جاتے ہیں۔

الغرض مطلق بدلالتِ مطابقی اطلاق پر دلالت کیا کرتا ہے اور اس اطلاق کو عموم وشمول چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہوں لازم ہوا کرتا ہے اس لئے بدلالتِ التزامی تعمیم صلات ایسے مواقع میں کر سکتے ہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے بعد جو مِنْ کُلِّ شَیْءٍ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ نکال لیتے ہیں تو اس کی یہی وجہ ہے۔

امورِ نقلیہ کو دو طرح سے نیا، پرانا کہہ سکتے ہیں:

اس تقریر سے علامہ بدایونی کی تمام خرافات کا جواب معلوم ہوگیا ان کی تردید میں اور زیادہ اوقات کا کیوں خون کیجئے ہاں اتنا کہہ دیجئے کہ امورِ نقلیہ کو دو طرح سے نیا اور پرانا کہا کرتے ہیں

۔۱۔ کبھی باعتبار اصل شارع

۔۲۔ کبھی باعتبار شہرۃ وعدم شہرت

ایسی نئی بات جو شارع سے اس کا پتہ ہی نہ لگے ایسے اقوال تو البتہ موجبِ نکوہش (یعنی سرزنش، ملامت سرتاج اللغات ص ۴۹۵) ہیں قائل کی نسبت ایسے اقوال پر کہہ سکتے ہیں کہ اس نے در پردہ دعویٰ شارعیت کیا ہو، سو یہ بات تو ایسے فرقہ میں ہے جس کو بدعتی کہتے ہیں اور مَـــنْ اَحْـدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا کے مصداق ہیں اور باعتبارِ شہرت ورواج نئی بات موجبِ آفرین ہے نہ کہ موجب نفرین ورنہ حضرت عمرؓ بوجہِ ترویج تراویح جو بشہادتِ احادیث جن میں لفظ نِـعْـمَـتِ الْبِدْعَةُ تراویح کی نسبت انہی کی زبان سے صادر ہوا ہے پہلے موردِ ملام ہوں گے۔

تحذیر الناس کی تحقیقات ائمہ سلف کے اجتہادات کی مثل ہیں:

اس قسم کی نئی باتیں ہمیشہ سے اذکیاءِ امت اور ائمہ مجتہدین کہتے چلے آئے ہیں اور حضرات صوفیہ کرام سے اِس قسم میں دفتر کے دفتر منقول ہیں مگر ظاہر ہے کہ تحقیقاتِ تحذیر موافقِ تقریر معروض ایسی نہیں کہ شارع کی طرف ان کا انتساب ہی نہ ہو سکے بلکہ بدلالتِ انطباق معنیٔ مطابقی اور اطلاقِ مماثلت جو کلام اللہ ہی میں ہے اس کا نہ ماننا البتہ نئی بات ہے بلکہ مخالفتِ آیات ہے اس لئے علامہ بدایونی کا یہ کہنا کہ بوجہِ عدم انطباق اپنے کفر کا اقرار کر لیا اس بات پر شاہد ہے کہ علامہ بدایونی فہم وفراست سے آگے آگے ہی چلتے ہیں۔

بہر حال اگر اس قسم کے مضامین کو موجبِ کفر سمجھئے تو تمام اجتہاداتِ ائمہ اجتہاد اور تمام تحقیقاتِ اہل تصوف اور مضامین دقیقۂ اذکیاء موجبِ کفر ہو جائیں گے جن میں ہزاروں وہ

بھی ہوں گے جن سے بزعم خود علامہ بدایونی کو دعویٰ اقتداء واتباع وارادت وتلمذ ہے۔

متقدم ومتاخر تمام مفسرین میں باہم اختلاف رہا ہے:

باقی اس کا جواب کہ مفسرین متقدم ومتاخر میں کس قسم کا اختلاف ہے میں کیا بتلاؤں اور کہاں تک بتلاؤں اتنی بات کو کون نہیں جانتا کہ مفسرانِ حنفیہ اور شافعیہ میں کس قدر اختلاف ہے ایک بات تفہیم کیلئے کافی ہے سنئے ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ [البقرۃ:۲۲۸] میں حنفی تو یہ فرمائیں کہ حیض مراد ہے اور شافعی کہتے ہیں طہر مراد ہے۔

علیٰ ھذا القیاس: اَلطَّلاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوْا مِمَّا آتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَّخَافَآ أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلاَ تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ☆ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ [البقرۃ:۲۲۹،۲۳۰] میں حنفی تو خلع علی الفدیہ کو جس پر فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا الخ دلالت کرتا ہے اقسام طلاق میں سے رکھتے ہیں اور شافعی اقسام طلاق میں سے نہیں سمجھتے اب فرمایئے یہ دونوں مذہب ان دونوں آیات میں آپ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو یوں کہو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی لوگوں کا اعتقاد اٹھایا ہے۔ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اور اگر نہیں ہو سکتے تو فرمایئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ کافر کہو گے یا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تکفیر کا ارادہ ہے یا ان دونوں کا کچھ لحاظ ہے اور ان شیوخ کی طرف عنایت کا ارادہ ہے کوئی آپ سے پوچھے آپ کو ان مضامین میں پاؤں اُڑا کر پاؤں تڑانے کو کس نے کہا تھا؟

اعتراض:

اس کے بعد علامہ بدایونی ذکاوت کو کام فرماتے ہیں اور آیت اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ

سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ کو مجمل ٹھہراتے ہیں اور غرض یہ ہے کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے مجمل کے معنی میں یہ کہا تھا کہ اگر کلامِ شارع میں کوئی امر کلی ہو اور اس امر کلی کیلئے افراد متعدد ہوں تو بایں وجہ کہ ہر فرد پر کلی کا اطلاق یکساں ہوتا ہے حالتِ تنکیر میں ہر فرد اس کلی کیلئے احتمالِ صحیح ہوگا اور ان احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کا بھی اشارۂ شارع متعین کر لینا بوجہِ لزوم دعویٰ نزولِ وحی موردِ کفر بننا پڑے گا۔ غرض اس امر کلی کو بحیثیتِ عدمِ تعین، مصداق مجمل کہیں گے اور بحیثیتِ بیانِ شارع، مفسر۔

جواب:

اس مضمون کو دیکھ کر علامہ بدایونی نے پھر ہاتھ دوڑائے اور یہ سمجھا کہ شکار ہاتھ میں آیا مگر کوتاہیٔ فہم اور نارسائیٔ ذہن سے معذور تھے شکار کے بدلے اور ٹھوکر کھا بیٹھے

ٹھوکریں مت کھایئے چلئے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

حضرت یہ نہ سمجھے کہ مطلق میں بدلالتِ مشار الیہ ایک ہی احتمال ہوا کرتا ہے یعنی فردِ کامل مراد ہوا کرتا ہے اس لئے اس کو مجمل سمجھنا ہی خوش فہمی ہے اور جب مجمل نہیں بلکہ مطلق ہے تو پھر یوں کہنا کہ یہ کلام بیانِ مماثلتِ کلی سے ساکت ہے در پردہ اس بات کا اظہار ہے کہ مارا سلیقہ سخن سنجی نہیں اور یہی صحیح ہے یا تعصب سے معذور ہیں۔

پھر بعد ختمِ مقدمات دیگر جن کو بحوالہ نقلیات صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ثابت کیا ہے نتیجہ معلوم کا نکالنا اگر کفر ہے تو پھر وہی تکفیرِ ائمۂ دین اور مجتہدین اور صحابہ اور تابعین وغیرھم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر لازم ہے مگر حضرت بدایونی کو اس کا تو ڈر ہی نہیں اس لئے ہم بلحاظ لزومِ کفر اکثر مقتدیانِ علامہ بدایونی یہ شعر پڑھتے ہیں ع

شادم کہ روزِ قیامت دامن کشا گذشتی   گوشت خاک با ہم بر باد رفتہ باشد

صاحبِ تحذیر نے تفسیر بالرای کی تفسیر میں جو کچھ لکھا تھا وہ بایں خیال لکھا تھا کہ شاید کسی

صاحبِ فہم کو تفسیر بالرائے کا وہم ہو سو بحمد اللہ اہل فہم میں سے تو کسی نے اِس مضمون پر اعتراض نہ لکھا البتہ علامہ بدایونی نے کیا مگر ان کی کیا شکایت کیجئے، نارسائی فہم سے معذور ہیں۔

حاصل کلام:

الحاصل آیت: اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ در بارۂ مماثلت مطلق ہے مجمل نہیں۔ مجمل موافق تقریر گذشتہ ایک مقید غیر معین ہوتا ہے جس کو بشرطِ اسمیت اہل نحو نکرہ کہا کرتے ہیں اور جب آیتِ مذکورہ مطلق ہوئی مجمل نہ ہوئی تو در بارۂ مماثلت وہی ایک احتمال بجمیع الوجوہ کا رہا جس سے مطلب صاحب تحذیر لفظِ مِثْلَهُنَّ سے اس طرح نکل آئے گا جیسے آیت فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ سے یہ بات نکلتی ہے کہ سوائے تشخصات ولوازمِ ذاتیہ شخصیہ و مناسباتِ شخصیہ سب طرح سے مماثلت مطلوب ہے۔

ورنہ باوجود اطلاقِ مِثْلَهُنَّ اگر مماثلت بجمیع الوجوہ پر لفظِ مِثْلَهُنَّ دلالت نہ کرے گا تو لفظ مِثْلِهٖ آیت مذکورہ میں بھی مماثلت بجمیع الوجوہ پر دلالت نہ کرے گا بلکہ مماثلت فی الجملۃ مراد ہوگی اور نعوذ باللہ اعجازِ قرآنی ایک حرف غلط ہو جائے گا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ مماثلت فی الجملۃ فقط عربیت وغیرہ سے بھی ثابت ہو سکتی ہے علاوہ بریں لفظ مِثْلِهٖ علامہ بدایونی کے طور پر مجمل ہوگا اور مجمل کے باب میں خود ہی اپنی زبانِ مبارک سے اپنے اس دفترِ بے معنی میں فرماتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو موقوف رکھنا چاہئے استفسار پر شارع سے۔

مگر ماہرانِ قرآن وحدیث کو معلوم ہے کہ نہ خدا نے بیانِ مماثلت فرمایا نہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے مطلع فرمایا علامہ بدایونی ہی فرمائیں ان کے گھر میں کوئی حدیث وقرآن اس حدیث وقرآن کے علاوہ ہے؟ لائیں اور دکھلائیں تو کیوں نہیں؟ ورنہ ان شاء اللہ اس قرآن وحدیث سے اس معما کا حل ہونا سوائے طورِ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) ممکن نہیں۔

القصہ لفظ مِثْلِهٖ اور مِثْلَهُنَّ دونوں ایک طرح کے ہیں وہ بھی ضمیر کی طرف مضاف

ہے اور یہ بھی ضمیر کی طرف مضاف ہے جو اس کا حال ہوگا وہی اس کا حال ہوگا دیکھیں علامہ بدایونی کیونکر مماثلت فی الجملہ کو یہاں درست کرتے ہیں اگر فہم خداداد ہوتو یہ بات سمجھ جاتے کہ مماثلت فی الجملۃ کے یہ معنی ہیں کہ مفہوم مماثلت مبہم ہے چنانچہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ اور مبہمات کیلئے بحیثیتِ وضع کوئی قاعدہ ایسا نہیں ہوتا کہ اس میں کمی بیشی متصور نہ ہو اور قبل استعمال وترکیب اس کو اور اس کے مصادیق اور افراد کو دریافت کرسکیں جیسے ایک ضمیر کبھی بڑے مرجع کی طرف راجع ہوتی ہے اور کبھی چھوٹے مرجع کی طرف کبھی آسمان وزمین کی طرف کبھی ذرہ اور جزء لایتجزی کی طرف کبھی واحد کی طرف اور کبھی ہیئت مجموعی کی طرف اور اس وجہ سے مصداق ضمیر قبل ترکیب معلوم نہیں ہوسکتا۔

ایسے ہی مفہوم مثل کو سمجھئے کہ اس کیلئے کوئی مصداق متعین نہیں اور کوئی وجہِ شبہ خاص نہیں فی الجملۃ اور ادنیٰ درجہ کی مشابہت کیلئے بھی لفظِ مثل وغیرہ کو استعمال کرتے ہیں مگر یہ بات کہ وجہِ شبہ ادنیٰ درجہ کی کوئی بات ہے یا بجمیع الوجوہ مشابہت ہے قبل ترکیب معلوم نہیں ہوسکتی بعدِ ترکیب جیسے مرجع ضمیر معلوم ہوجاتا ہے ایسے ہی وجہِ شبہ بھی معلوم ہوجاتی ہے۔ مگر بعد علم وجہِ شبہ وہ فی الجملہ ہو یا بجمیع الوجوہ ہو پھر اس میں کمی بیشی ایسے ہی ممنوع ہے جیسے بعد تعیین مرجع ضمیر اس کے مرجع میں کمی بیشی ممنوع ہے۔

<u>لفظ مثل وغیرہ کا استعمال تین طرح ہوتا ہے:</u>

جب یہ بات اہلِ فہم سمجھ گئے تو اور بات سنیں لفظِ مثل وغیرہ شریکِ مادۂ مماثلت کا تین طرح استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ کبھی مضاف کسی معین کی طرف کرکے اس معین کے اوصاف واحوال میں قلیل وکثیر کو وجہِ شبہ بناتے ہیں۔

۲۔ اور کبھی مطلق چھوڑ دیتے ہیں۔

۳۔ اور کبھی یوں ہی بے اضافت ذکر کرتے ہیں اور یوں ہی نکرہ چھوڑ دیتے ہیں۔

پہلی صورت میں تو مماثلت ومشابہت ،اوصاف واحوالِ مشار الیہا ہی میں ہوگی اور دوسری صورت میں بعد منہائے تشخصات ولوازمِ ذات ومناسباتِ مشار الیہا جمیع امور میں مماثلت مراد ہوگی اس لئے کہ اُس وقت میں وجہِ شبہ بعد منہائی وتفریقِ مذکور خود مضاف الیہ ہی ہوتا ہے اور پہلی صورت میں علاوہ تفریقِ مذکور بحکمِ تقیید اور بھی تفریق ہوتی ہے اور تیسری صورت میں مماثلت میں کلام مجمل ہوگی۔

امثلہ: پہلی کی مثال: اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ (الکہف:۱۱۰) ہے، دوسری کی مثال فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّن مِّثْلِهٖ (البقرۃ:۲۳) ہے اور لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ:۱۱) ہے اور تیسری کی مثال ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ (یٰس:۷۸) ہے

پہلی آیت میں فقط بشریت میں مماثلت مد نظر ہے اس لئے لوازمِ بشریت میں اشتراک لازم ہے اور اس سے زیادہ اشتراک سمجھنا نادانوں کا کام ہے اور اُس وقت میں یوں کہنا لازم ہے کہ مفہومِ مثل، مقیدِ معلوم ہے اور دوسری قسم کی آیتوں میں مماثلتِ کلی مراد ہے ورنہ کلام اللہ کا اعجاز اور خدا کا بے مثل ہونا دونوں معلوم۔ کلام اللہ کی فی الجملۃ مماثلت ہزار طرح ممکن ہے منجملہ ان کے عبارت عربی ہونا، فی الجملۃ فصاحت وبلاغت یا فی الجملۃ بیانِ احکام دین وبیان وقائع آخرت وغیرہ بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مضامین میں ہزاروں حدیثیں اور ہزاروں کتابیں شریعت وطریقت کی اور ہزاروں دیوان اور تاریخیں شریک ہیں۔

علیٰ ھذا القیاس اگر لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ میں مماثلت فی الجملۃ کی نفی ہو تو جتنی مثالیں خدا نے اپنے لئے کلام اللہ میں بیان فرمائی ہیں اور جس قدر تمثیلیں علماءِ حقائق اور اکابر صوفیہ نے ذات وصفاتِ خداوندی کی شان میں بیان کی ہیں سب غلط ہو جائیں یا آیت لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ غلط ہو۔ اس قسم کی آیات کو بیانِ مماثلت میں مطلق کہیں گے اور اس وجہ سے مماثلت کلی مراد ہوگی آیت وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ بھی اسی قسم میں سے ہے۔

اور قسمِ ثالث کو مجمل کہیں گے اگر آگے یہ نہ فرماتے: قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ

دَمِیُّہٗ تو یہ معلوم نہ ہوتا کہ کس بات میں اور کس کے ساتھ مماثلت مدنظر ہے کیونکہ نہ مضاف الیہ ہے جو اس کو بعد تفریق مذکور وجہِ شبہ بنا لیں اور مشبہ بہ اسی کو قبل تفریق کہیں اور نہ کوئی وجہِ شبہ اور ہی مذکور ہے البتہ جملہ لاحقہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مماثلت بنی آدم کے ساتھ عجز میں مقصود ہے اس لئے اس جملہ کو اس اول کے حق میں مفسر کہیں گے ان باتوں کو جو سمجھے گا وہ سمجھے گا کہ صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے کیسی برجستہ بات کہی ہے اگر امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہوتے تو مان جاتے اور صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو دعائیں دیتے مگر آپ بوجہِ قصورِ فہم اور تعصب طبع زاد و پاسِ سخن ان (یعنی صاحب تحذیر رحمہ اللہ تعالیٰ) کے قول کو ایجاد اور فساد اور الحاد اور ضلال اور اضلال کیا کیا کچھ کہتے ہیں اور اس خیال پر جو کچھ منہ میں آتا ہے کہتے ہیں کوئی فہیم ہو تو جانے کہ نہ وہ الحاد ہے نہ ایجادِ بے بنیاد ہے، نہ فساد ہے اور نہ افساد ہے نہ ضلال ہے نہ اضلال ہے ہاں آپ کی عقل میں اختلال ہے اس وجہ سے آپ قولِ صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو مخالفِ تحقیقاتِ جمہور مفسرین و محدثین و متکلمین سمجھتے ہیں۔

اگر معنیٔ جمہور و مخالفت سے اطلاع ہوتی تو یوں نہ فرماتے اصول دین مسلمہ کو محفوظ رکھ کر اگر کوئی شخص ایسا لطیفہ اور دقیقہ نکالے جس سے اصول مذکورہ اور محکم ہو جائیں اس کو مخالفت نہیں کہتے اگر آج کوئی شخص توحید کی ایسی دلیل بیان کرے جو پہلے علماء کو نہ سوجھی ہو یا کلام اللہ میں سے ایسے مضامین لطیف نکال کر بتلائے جو اوروں کو نہ سوجھے ہوں یا منقول نہ ہوں جیسے شیخ اکبر قدس سرہ کے مضامین ہیں یا حضرت امام مہدی کریں گے اور یہی ہوگا بشہادۃ فراستِ اہلِ باطن اور اہل کمال وہ اجتہاد سے کام کریں گے تو اس کو مخالفِ تحقیقاتِ سلف کہنا اور گرفت کرنا سواء آپ کے اور آپ کے امثال کے اوروں کا کام نہیں۔

صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے جو کام مصابیح [1] میں کیا تھا وہی یہاں بھی کیا تھا

---

[1] اس سے حضرتؒ کی کتاب مصابیح التراویح مراد ہے۔

اپنے آپ تراویح کا اعتقاد بھی بے دلیل تھا اور امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصحیح کی نسبت حسن ظن بے دلیل تھا وہ بھی اوروں کی ہی تسکین کیلئے تھا اور یہ بھی اوروں کے ہی دفع خلجان کیلئے ہے(۲)

<u>تحذیر کی غرض اصلی:</u>

غرض اصلی تحذیر سے یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خاتمیتِ زمانی اور افضلیتِ مراتب جو اصولِ مسلمہ میں سے ہیں اثر کی صحت کے لئے منافی نہیں پر آپ نہ سمجھیں تو کیا کیجئے؟

<u>حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اتباع پر ہمیں ناز اور فخر ہے:</u>

رہا حضرت امامِ ربانی غوثِ صمدانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شیخ المشائخ ہونا ان کی اتباع کی وجہ سے ہم کو افتخار ہے اور ان کی طرف انتساب پر ہم کو ناز۔ ہم وہ نہیں ہیں کہ تمہاری طرح منکرِ اولیاء اللہ ہو جائیں بقرینۂ عقیدۂ آبائی حضرت یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام کو یوں بے تعظیم لکھ دینا اور جیسے دستور ہے کہ اولیاء کے نام کے ساتھ کلماتِ آداب تحریر کرتے ہیں کلماتِ آداب کا تحریر نہ کرنا بلکہ ان کو ہمارا ہی شیخ المشائخ کہنا اور مطلق شیخ المشائخ نہ سمجھنا بوجہِ انکار ہے دیکھئے منکر اولیاء اللہ کون ہے؟

<u>عالم الغیب اور مختار کل، اللہ ہے ہمارے نزدیک امام ربانی مسلّم ولی ہیں:</u>

(اولیاء اللہ سے) انکارِ علمِ غیب اور انکارِ قدرت تامہ اور (اسی طرح) عرائسِ مرسومہ کو بدعت کہنا انکارِ ولایت نہیں انکارِ الوہیتِ اولیاء ہو تو ہو۔ انکار ولایت اسے کہتے ہیں کہ اولیاء کو اولیاء ہی نہ سمجھے۔ خیر خدا آپ کو ہدایت کرے اور کیا کہوں۔ ہاں یہ کہنا ہے کہ ہمارے نزدیک امام ربانی علیہ الرحمۃ بھی مسلّم اور ان کا کشف بھی مسلّم مگر آپ نہ سمجھیں تو کوئی کیا کرے؟ جواب تو

---

۲) یعنی ہمیں نہ تراویح کی تعداد کے بارے میں کوئی شبہہ تھا اور نہ امام بیہقیؒ کی تصحیح کی بابت کوئی شبہہ تھا گویا ہم ان کو بغیر دلیل کے مانتے تھے کتاب ''مصابیح'' کو دوسروں کو مطمئن کرنے کیلئے لکھا، اسی طرح ہر طرح کی ختم نبوت کو ہم گویا بغیر دلیل کے مانتے تھے دلائل تو دوسروں کیلئے لکھے ہیں۔

آپ کی بات کا اتنا ہی ہے

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است

شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا کشف بھی ہمارے موافق ہے:

بقرینۂ سوال جس میں ذکرِ مکاشفہ حضرتِ آفتابِ عالمِ تحقیق، خاتمِ ولایتِ محمدیہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ ہے امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب اسی زمین کی نسبت ہے کیونکہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کو اتفاقِ ملاقاتِ حضرت آدم مثالی اسی زمین پر ہوا ہے ان کے اس مکاشفہ سے سائل یہ سمجھا کہ اس زمین پر قبل آدم علیہ السلام اور آدم بھی گذرے ہیں کیونکہ اس گفت وشنود سے جو مابین حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ اور حضرت آدم مثالی ہوئی تھی حضرت آدم مثالی کی گفتگو سے یہ مفہوم ہوا کہ ہم یہ آدم نہیں جس کی تم اولاد ہو ہم چالیس ہزار برس پہلے یا کم کچھ کم وبیش فرمایا گذرے ہیں اس پر سائل نے حضرت امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے یہ جواب دیا کہ یہ عالمِ مثال کے آدم ہیں اور اس توجیہ کو حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے کلام ہی سے موجہ کر دیا اس صورت میں نظر کشفی کے دور دور پہنچنے کے یہ معنی ہوں گے کہ زمانہ ماضی میں دور دور پہنچا۔ پر کہیں عالمِ شہادت میں اِس زمین پر کسی آدم کا ہونا نظر نہ آیا نہ چالیس ہزار برس پہلے نہ اس سے پہلے۔ اس وقت یہ مکاشفہ امام ربانی مخالفِ اثر ابن عباسؓ نہ ہوا۔

صحیح حدیث کے مقابلہ میں ولی کے مکاشفہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے:

اگر (مکاشفہ امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا) مخالف ہوتا تو بوجہ تصحیح محدثان والا مقام اثرِ مذکور ہی قابلِ قبول رہتا مکاشفۂ امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے مقابلہ میں قابل قبول نہ ہوتا کیونکہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں مکاشفہ کا اعتبار نہیں ہاں اگر مؤید ہو یا مخالف نہ ہو تو پھر انکار وتکذیب انہی کا کام ہے جو اولیاء سے اعتقاد نہیں رکھتے اور کشف کا اعتبار نہیں کرتے اس میں تائید کی صورت میں تو لائق بسر وچشم نہادن ہے اور کیوں نہ ہو توافق قرآن شریف وکشف اور توافق حدیث شریف وکشف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبِ مکاشفہ کا مقام

سرحدِ نبوت کے قریب قریب ہے اور اگر مؤید ومخالف کچھ نہ ہوتو پھر گو اس قدر موجبِ مزید عقیدہ نہیں پر بوجہِ عقیدتِ اہل ولایت لائق غلبۂ ظن ہے۔

سو بحمہ اللہ مکاشفۂ مذکور مخالفِ اثر نہیں چنانچہ ظاہر ہے تطبیق مشار الیہ مثل توجیہاتِ معلومۂ اثر معلوم ایسی رکیک نہیں جو تردد ہوا۔ اگر ہے تو کسی قدر مؤید ہے وجہِ تائید یہ ہے کہ اثرِ مذکور میں ہر زمین میں ایک ایک آدم اور نوح وغیرھما انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے اگر عالم شہادت میں اس زمین میں متعدد آدم اور نوح علیہم السلام وغیرہم گذرتے تو بحکم مماثلتِ معلومہ اتنے ہی ہر زمین میں ہوتے۔

دیکھا آپ نے حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کا کشف کو کس قدر برجستہ ہے اب کہئے آپ کی تعریض حضرت امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت جو بحکمِ محاورہ عیاں ہے آپ کے تیرہ درونی کی دلیل ہے کہ نہیں آپ اس بات میں اگر فقط صاحبِ تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) پر آوازہ کستے تو ہم کو اتنا رنج نہ ہوتا پر مثل مور پر نکال۔ آپ پر نکال کر دور دور کا ارادہ رکھتے ہیں پھر اس پر منہ تو دیکھو، دین وایمان میں دخل دیتے ہیں آپ کجا اور تحقیقات ایمانی کجا تم کیا جانو خاصہ ختم نبوت کے کیا معنی؟ اور خاتم النبیین کی کیا تفسیر؟ تجویزِ نبی کس مفہوم کا نام ہے؟ اور مماثل رسول اللہ ﷺ کونسا مصداق ہے؟ اور مساوی کونسا؟

اتنا نہیں سمجھتے کہ خود ہی کہتے چلے آئے ہیں کہ مماثلت کیلئے فی الجملۃ مشابہت کافی ہے اور پھر اعتقادِ وجودِ مثل کو کفر سمجھتے ہیں۔ حضور کے طور پر تو اوروں کی انسانیت اور نبوت اور بشریت کا اعتقاد رکھنے والا بھی کافر ہونا چاہئے اس لئے کہ یہ سب امور موجبِ مماثلت فی الجملہ ہیں اور مماثلت فی الجملۃ آپ کے مذہب میں مثلیت کیلئے کافی ہے چنانچہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں لفظ مِثْل موجود اور آپ کے نزدیک یہاں مماثلت فی الجملۃ مراد ہے۔

اس صورت میں فرمایئے کہ اس امت میں سے کتنے کافر ہوئے اور کون کون مسلمان بچا؟ اس ذہن وفہم پر آپ اوروں کو سمجھاتے ہیں اب ہم آپ کو سمجھاتے ہیں بگوش ہوش سنئے۔

علامہ بدایونی سے گذارش:

علامہ بدایونی کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ آپ خدا کیلئے اس قسم کے مضامین میں دخل نہ دیں یہ مضامین خاص کر مضامین تحذیر کجا اور آپ کی تقریر وتحریر کجا

آرزو میخواہ ولیک اندازہ خواہ　　　برتباید کوہ را یک برگ کاہ

ایسے مضامین کا سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں اعتراض اور جواب تو درکنار آپ کا علم طوطی کے علم سے زیادہ نہیں تسپر آدمیت کی بو نہیں۔ تہذیبِ انسانی کے حساب سے تکفیر اور علم کے حساب سے اوروں کے حوالوں کی تحریر۔ آپ کے ذاتی مایہ کو دیکھئے تو یہی ہے کہ کچھ نہیں پھر اگر آدمیت ہی نہیں تو دوسروں کا حوالہ بھی دیا تو کیا ہوا؟ علم بے آدمیت کس کام کا اگر ایسا علم بھی علم ہے تو یہ شعر ذوق بھی صحیح ہے:

علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور شے　　　کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

اب کی بار تو ہم نے آپ کو بوجہِ سکونت بدایوں مرفوع القلم سمجھ کر چھوڑ دیا ورنہ اور کوئی ہوتا تو بہت سی نظم ونثر اُن کی خدمت میں پیش کئے جاتے۔ ہاں اس پر بھی آپ نے نہ مانا تو پھر آپ کے پر ہم کو کترنے پڑیں گے۔ پر یہ یاد رہے کہ اب کی بار اگر حوصلہ ہو، اور کیا ہوگا تو پھر جوابِ معقول لکھنا اور ہر ہر بات کا جواب لکھنا ہمارے انداز کو اختیار کرنا یہ نہ کرنا کہ دو چار ورق کے بعد ایک دو دشنام دی اور ایک دو نامعقول کلام کی اور پھر اک اور کہانی بتلائی ایسے لکھنے سے ڈوب مرنا بہتر۔

دیکھو چشمِ بد دور۔ جواب یوں لکھا کرتے ہیں باوجودِ اختصار کوئی بات آپ کی نہیں چھوڑی۔ تحذیر میں آپ کی سب خرافات کیلئے وہ مضامین جو بغرض دفعِ دخل مقدر تھے اہل فہم کے نزدیک کافی تھے پر ہم نے بپاسِ فہم حضور اس پر نہیں ٹالا اور آپ بے وجہ کیوں ٹال ٹال ٹلتے ہیں اس سے زیادہ کیا عرض کروں قبول حق کی آپ سے امید نہیں جاہلوں اور بیوقوفوں کو سمجھ نہیں جو انہیں بھی کچھ سمجھائیں اور آپ کی حقیقت کھول کر دکھلائیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ چپ ہو رہئے

ہاں اتنا اور کہہ دیجئے کہ آپ صاحب تحذیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو بغرضِ تحقیر نانوتوی کہتے ہی ہم بھی سمجھتے ہیں۔ پر سمجھنے والے سمجھتے ہوں گے کہ اہل عقل کے نزدیک اگر عار ہے تو نسبت بدایوں عار ہے نسبتِ نانوتوتہ میں کچھ عار نہیں۔

اب یوں مناسب ہے کہ بس کیجئے اور خدا کا نام لیجئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَفْضَلِ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

نوٹ: نسخہ کراچی کے آخر میں حضرت نانوتویؒ نے اپنے دست مبارک سے لکھا ہے کہ

''اس رسالہ کی میں نے خود تصحیح کی ہے: العبد محمد قاسم''

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

آج مورخہ ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بروز ہفتہ کو بندہ اس مبارک کتاب کے مصنف حجۃ الاسلام امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات سے تقریباً ایک سو اڑتیس (۱۳۸) سال بعد اس کتاب کی تبییض و عنوانات لکھ کر فارغ ہوا۔ یہ سارا کام محض اللہ رب العزت، عالم الغیب والشہادۃ کے فضل و کرم سے پھر اساتذہ و مشائخ کی دعاؤں کی بدولت ہوا

شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

رب کریم سے دعا ہے کہ وہ اپنے خاص فضل و کرم سے اس کتاب کو شائع کرنے کی پھر اس پر مزید محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ العبد حافظ محمد اسحاق عفی عنہ

فاضل جامعہ محمودیہ جھنگ متخصص مرکز اہل سنت سرگودھا

الحمد للہ آج بروز جمعرات ۲۵ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۷ مارچ ۲۰۱۴ء دو پہر تین بج کر چوبیس منٹ پر کمپوزنگ سے فراغت ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غرض جیسے آپ نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں (تحذیر الناس ص ۴)

آنحضرت ﷺ کی خاتمیتِ رتبی کے خلاف

سید بادشاہ تبسم بخاری کی کتاب

ختمِ نبوت اور تحذیر الناس

پر

ایک نظر

ختمِ نبوت اور صاحبِ تحذیر الناس

تکملہ کتاب

حضرت نانوتویؒ اور خدماتِ ختمِ نبوت

صرف تحذیر الناس کی مخصوص عبارات پر بحث کیوں؟

باقی عبارات سے اجتناب کس لئے؟ حضرتؒ کی سب تحریریں دیکھو

بندہ محمد سیف الرحمٰن قاسم

غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَہٗ وَسَتَرَ عُیُوْبَہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَوْ كَانَ كُفْرًا حُبُّ قَـدْرِ مُحَمَّدٍ

فَلْيَشْهَدِ الثَّـقَـلَانِ اَنِّیْ كَافِرٌ (تحذیرالناس ص ۳۶)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کو شوال ۱۳۰۵ھ میں مونگیر سے ایک سوال موصول ہوا کہ یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا کہ نبی ﷺ کے افضل المرسلین ہونے کا انکار کیا ہر چند کہا گیا کہ مسئلہ واضح ہے مسلمانوں کا ہر بچہ جانتا ہے مگر کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ یہاں کوشش کی قرآن وحدیث سے دلیل نہ پائی لہٰذا مسئلہ حاضر خدمت والا ہے امید ہے کہ بہ ثبوت آیات واحادیث مسلمانوں کو ممنون فرمائیں۔

اس کے جواب میں مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ۸۸ صفحات میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام رکھا ''تجلی الیقین بان نبینا ﷺ سید المرسلین ''اس میں موصوف نے بار بار اس مضمون کو دہرایا کہ آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں اولین وآخرین کے رسول ہیں جو خدا کا بندہ ہے وہ آپ ﷺ کا امتی ہے ان مضامین پر حضرات علماءِ دیوبند کا بھی یہی موقف ہے (۱) ہاں تعبیر

---

۱) حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں غرض جیسے آپ نبی الامۃ ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں (تحذیرالناس طبع قدیم ص ۴ نیز ص ۷، آب حیات ص ۱۵۱ سطر ۱۷)

امام سیوطیؒ علامہ سبکیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں: فَالنَّبِیّ ﷺ هُوَ نَبِیُّ الاَنْبِيَاءِ......الی ان قال فَنُبُوَّتُهٗ وَ رِسَالَتُهٗ أَعَمُّ وَ أَعْظَمُ وَ أَشْمَلُ ''خاص نبی کریم ﷺ نبی الانبیاء ہیں۔ آپ کی نبوت و رسالت سب سے زیادہ عام، سب سے زیادہ عظیم ہے اور سب سے زیادہ وسیع ہے''۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۳۲۵) علامہ سیوطیؒ نے الخصائص الکبری ج ا ص ۵ سطر نمبر ۲۱ میں بھی آپ ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کا ذکر ہے۔ مزید تفصیل کیلئے الحاوی ج ۲ ص ۳۱۶ تا ص ۳۵۵ کا مطالعہ کریں (باقی آگے)

کا بسا اوقات اختلاف ہوجاتا ہے مثلاً مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''وَاَنَّ النَّبِیَّ الْمُصَدِّقَ لِمَا مَعَ الْاَنْبِیَاءِ هُوَ نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ'' (عقیدة الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیہ السلام ص۴) ترجمہ: ''اور وہ نبی جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس ہے وہی نبی الانبیاء ہیں''۔

کتاب ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک اہم علمی کتاب ہے جس کے مرتب مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور اس کے محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں اس کتاب میں ایک مقام پر ہے ''وَسَائِرُ الْاَنْبِیَاءِ کَالْاُمَّةِ لَدَیْهِ'' (التصریح ص۳۵) ترجمہ: ''سب انبیاء نبی کریم ﷺ کے ہاں آپ کی امت کی طرح ہیں'' دوسرے مقام پر ہے ''وَاَرْاَفُ الْاَنْبِیَاءِ بِالْاُمَمِ نَبِیُّنَا الْاَکْرَمُ نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ ﷺ'' (التصریح ص۶۵) ''انبیاء میں سب سے زیادہ مہربان امتوں کے ساتھ ہمارے نبی اکرم ﷺ ہیں جو نبی الانبیاء ہیں''۔ عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اس لحاظ سے آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں (عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) کہ اُن تمام سے اور اُن کی وساطت سے اُن کی امتوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد و میثاق لیا ہے کہ تم سب کے بعد ایک نبی دنیا میں تشریف لانے والے ہیں اُن کے پاس آتشیں شریعت ہوگی تم اُن پر ایمان لانے کے پابند ہو اور اُن کی تصدیق کا اقرار کرو سو یہ اقرار سب نے کیا اور قرآن کریم کے تیسرے پارے کے آخری رکوع ''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ'' الآیۃ میں اسی کا تذکرہ ہے (تفریح الخواطر صفحہ ۲۹۹)

آپ ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے پر مزید عبارات کیلئے دیکھئے مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی کتاب دافع الوسواس ص ۲۱ نیز مولانا کا فتوی ملحقہ تحذیر الناس طبع قدیم ص ۴۳ پر۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر عثمانی ص ۱۴۷ تحت سورۃ المائدۃ آیت ۱۹، مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ کی کتاب ھدایة الممتری عن غوایة المفتری ص ۱۰۲، ص ۱۰۹، ۱۱۰، مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب ختم نبوت کامل ص ۴۳۶ (باقی آگے)

کہ آنحضرت ﷺ اصلی نبی ہیں اور حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ وصفِ نبوت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) معارف القرآن ج ۲ ص ۱۰۰، ۱۰۱، مولانا عاشق الٰہی بلندی شہریؒ کی تفسیر انوار البیان ج ۲ ص ۱۰۰۔ بریلوی مکتب فکر سے مفتی احمد یار خان نے تفسیر نعیمی ج ۳ ص ۶۵۹ نیز ص ۶۶۷، ۶۶۸ میں بھی آپ ﷺ کی نبوت کو اصل قرار دیا ہے۔

﴿مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کچھ عبارات﴾

☆ فاضل بریلوی تجلی الیقین کے خطبے میں لکھتے ہیں: تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا وَاِلٰی اَقْوَامِھِمْ خَاصَّۃً اُرْسِلَ الْمُرْسَلُوْنَ. ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ نَبِیَّنَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ فَاَدْخَلَ تَحْتَ رَحْمَتِہٖ الْاَنْبِیَاءَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْمَلَائِکَۃَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ خَلْقَ اللّٰہِ اَجْمَعِیْنَ وَجَعَلَہٗ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فَنَسَخَ الْاَدْیَانَ وَلَایُنْسَخُ لَہٗ دِیْنٌ وَاَدْخَلَ فِیْ اُمَّتِہٖ جَمِیْعَ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (حاشیہ میں ترجمہ کرتے ہیں) بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا کہ وہ سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہے اور سب رسول خاص اپنی ہی قوموں کی طرف بھیجے گئے۔ اس نے ہمارے نبی ﷺ کو سارے جہان کیلئے رحمت بھیجا تو اُن کے دامن رحمت کے نیچے انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اور تمام مخلوق الٰہی کو داخل فرمایا اور اُن کو سب نبیوں کا خاتم کیا تو اُنہوں نے اور دین نسخ فرمائے اور اُن کے دین کا کوئی حرف منسوخ نہ ہوگا اللہ نے <u>ان کی امت میں تمام رسولوں کو داخل کیا</u> جبکہ خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا (تجلی الیقین ص ۲، ۳)

[دیگر انبیاء علیہم السلام کو نبی کریم ﷺ کے امتی کہنے کا مطلب یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے نبی ہیں نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ ہیں۔ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ]

☆ تجلی الیقین صفحہ ۷ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

ف: حضور ﷺ نبی الانبیاء ہیں اور حضور ﷺ کی بعثت اولِ دنیا سے آخرِ عالم تک تمام مخلوق کو عام

☆ نیز لکھتے ہیں: حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ مُوْسٰی کَانَ حَیًّا الْیَوْمَ مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ قسم اس کی جس کے (باقی آگے)

سے بالذات موصوف ہیں مگر اس پر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت علامہ انور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسی دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی......الی ان قال......اور یہ باعث ہے کہ جب آخر الزمان میں حضرت سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت ورسالت پر ہوں گے حضور پرنور سید المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کے امتی بن کر رہیں گے حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے حضور کے ایک امتی ونائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے......

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ **التعظیم والمنة فی لتؤمنن به ولتنصرنه** لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور **صلوات اللّٰه تعالی وسلامه علیه** سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین اوران کی امتیں سب حضور ﷺ کے امتی۔ حضور کی نبوت ورسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے اور حضور کا ارشاد **کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ** اپنے معنی حقیقی پر ہے اگر ہمارے حضور حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا۔

اور حضور کے **نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ** ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسراء تمام انبیاء ومرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا ظہور روز نشور ہوگا جب حضور کے زیر لواء آدم **وَمَنْ سِوَاهُ** کافۂ رسل و انبیاء ہوں گے **صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ**۔ (تجلی الیقین ص ۷،۸)

☆ [فاضل بریلوی مذکورہ بالا رسالہ کے بارے میں لکھتے ہیں] یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل جسے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمۂ مابعد نے اپنی تصانیف منیعہ میں نقل کیا اور اسے نعمت عظمی ومواہب کبریٰ سمجھا **من شاء التفصیل فلیرجع الی کلماتهم رحمة اللّٰه تعالیٰ علیهم اجمعین** (تجلی الیقین ص ۸،۹) (باقی آگے)

شاہ صاحب کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

بالجملہ مسلمان بہ نگاہِ ایمان اس آیۂ کریمہ کے مفاداتِ عظیمہ پر غور کرے صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصل الاصول ہیں محمد صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رسولوں کے رسول ہیں امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء و رسل کو اس سید الکل سے ہے امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں محمد صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصودِ اصلی ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع و طفیلی۔

ع مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل (تجلی الیقین ص ۹)

خط کشیدہ الفاظ میں آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء اور اصل ہونے کی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ان کے آنحضرت ﷺ تابع ہونے کی تصریح موجود ہے۔

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

گویا [اللہ تعالیٰ] اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جزوِ اول لا الٰہ الا اللّٰہ کا اہتمام ہے یونہی جزوِ دوم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه سے اعتنائے تام ہے۔ میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول و مقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اس کی بیعت و خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے (تجلی الیقین ص ۱۰)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے نبی کریم ﷺ کی بیعت میں داخل ہونے کا مطلب اور کیا ہے کہ آپ ﷺ ان کے نبی ہیں نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہیں صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

اب نظر کیجئے کہ یہ آیت کتنی وجہ سے افضلیت مطلقہ [یعنی کاملہ۔ راقم] حضور سید المرسلین صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر حجت ہے اوّلاً اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ (باقی آگے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) انبیاءِ سابقین علیھم الصلوۃ والتسلیم ایک ایک شہر کے ناظم تھے اور حضور پرنور سید المرسلین صلوات اللّٰہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین سلطانِ ہفت کشور بلکہ بادشاہ زمین وآسمان (تجلی الیقین ص۱۲،۱۳)

افضلیتِ مطلقہ جس کا اس عبارت میں ذکر ہے اس کو حضرت نانوتویؒ نے اتصاف بالذات کے عنوان سے ذکر کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونا جیسے حضرت نانوتویؒ مانتے ہیں آپ نے دیکھا کہ فاضل بریلوی بھی تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ نے تحذیر الناس طبع قدیم ص۳۵ خاتمیتِ رتبی سمجھانے کیلئے بادشاہِ ہفتِ اقلیم کا لفظ استعمال کیا فاضل بریلوی نے سلطان ہفتِ کشور کہہ کر خاتمیت رتبی کو مان لیا۔

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

جیسا جلیل کام ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہوں پر افسرانِ ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء اور سردار اعظم کو لاجرم رسالت خاصہ وبعثت عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اور اس رسول الکل میں ہے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ (تجلی الیقین ص۱۳)

نبی کریم ﷺ کو امیر الامراء اور سردار اعظم سے تشبیہ دینے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونے کو سمجھانا چاہتے ہیں۔]

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

جتنا کام زیادہ ہو اتنا ہی اُس کیلئے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظامِ ریاست میں فوج وخزانہ اُسی کے لائق درکار۔ اور بادشاہِ عظیم خصوصاً سلطانِ ہفت اقلیم کو اُس کے رتق وفتق ونظم ونسق میں اُسی کے موافق اور یہاں سامان وہی تائید الٰہی وتربیتِ ربانی ہے جو حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والثناء پر مبذول ہوتی ہے تو ضرور ہے کہ جو علوم ومعارف قلبِ اقدس پر القاء ہوئے (باقی آگے)

،مولانا احمد رضا صاحب فاضل بریلوی، مفتی نعیم الدین مرادآبادی، اور مفتی احمد یار خان صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) معارف وعلوم جمیع انبیاء سے اکثر واوفی ہوں **افادہ الامام الحکیم الترمذی ونقله عنه فی الکبیر الرازی** (تجلی الیقین ص ۱۳)

یہاں فاضل بریلوی نے آنحضرت ﷺ کیلئے سلطان ہفت اقلیم کا لفظ استعمال کیا اور حضرت نانوتویؒ نے تحذیر الناس طبع قدیم ص ۳۵ میں آنحضرت ﷺ کیلئے بادشاہ ہفت اقلیم کا لفظ استعمال کیا، اور حضرت نانوتویؒ بھی لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے علوم سے سب انبیاء کے علوم سے اعلیٰ ہیں (دیکھئے تحذیر الناس ص ۸)

پھر حضرت نانوتویؒ نے تو اس لئے کہ باقی زمینوں کے خاتم جن کا ذکر اثر ابن عباسؓ میں ہے ان کی نسبت سے آنحضرت ﷺ سب سے اعلیٰ اور برتر ہونے کی وجہ سے سب زمینوں کے خاتم ہیں، باقی زمینوں کے خاتم اپنی اپنی زمین کے بادشاہ ہیں تو آنحضرت ﷺ سب سے برتر ہونے کی وجہ سے ساتوں زمینوں کے بادشاہ ہوئے اس لئے حضرت نانوتویؒ نے آپ ﷺ کو ''بادشاہِ ہفت اقلیم'' فرمایا لیکن مولانا احمد رضا خان بریلوی نے آنحضرت ﷺ کیلئے کس نسبت سے ''سلطانِ ہفت کشور''، ''سلطانِ ہفت اقلیم'' کے الفاظ استعمال کئے۔ اثر ابن عباسؓ کو مان کر یا کسی اور وجہ سے؟ فی الحال یہ عاجز اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

کمالِ عقل کہ اصل فضائل ومنبع فواضل ہے ولہذا عورت کبھی نبی نہیں ہوئی وَمَآ اَرْسَلْنَامِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا..... تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاق فاضلہ واوصافِ کاملہ میں تمام انبیاء سے اتم واکمل واعلیٰ واجل ہوں اسی لئے خود فرماتے ہیں: **انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا۔ **اخرجه البخاری فی الادب وابن سعد والحاکم والبیهقی عن ابی هریرة بسند صحیح** (تجلی الیقین ص ۱۴)

فاضل بریلوی نے صرف اتنا کہا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاق فاضلہ (باقی آگے)

سب کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ نبی الانبیاء ہیں۔ جنہوں نے آپ ﷺ کو اصلی نبی کہا ان کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) واوصاف کاملہ میں تمام انبیاء سے اتم واکمل واعلیٰ واجل ہوں مگر حضرت نانوتویؒ نے ہندوؤں اور عیسائیوں کے مناظروں کے دوران پہلے یہ ثابت کیا کہ نبوت کا مدار عقل کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہے پھر یہ ثابت کیا کہ ہمارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عقل واخلاق میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں اس طرح حضرت نانوتویؒ نے غیر مسلموں کے سامنے نہ صرف یہ کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کو ثابت کیا بلکہ آپ کو سب سے اعلیٰ اور آخری نبی بھی ثابت کیا۔ اور ایسا ثابت کیا کہ غیر مسلموں کے نامی گرامی مناظر اس کا رد نہ کر سکے (دیکھئے مباحثہ شاہجہانپور ص۳۰ تا ص۳۵ حجۃ الاسلام ص۴۶ تا ص۵۶) بہر حال اس مضمون میں بھی فاضل بریلوی اور حضرت نانوتویؒ متفق ہیں۔

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

حضور پرنور سید المرسلین سے عرض کی گئی **متی وجبت لک النبوۃ** حضور کیلئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی فرمایا **وآدم بین الروح والجسد** جبکہ آدم درمیان روح وجسد کے تھے۔ جبل الحفظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں حدیث میسرہ کی نسبت فرمایا سندہ قوی...... اس لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جس کا خدا خالق ہے محمد صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کے رسول ہیں (تجلی الیقین ص۱۵)

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں...... پس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار اوست محمد صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رسول اوست...... ثابت ہوا کہ جو نسبت انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرۂ مخلوق و ہر فرد ماسواء اللہ سے یہاں تک کہ خود حضرات انبیاء ومرسلین کو ہے اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی (تجلی الیقین ص۱۵)

اس عبارت سے بھی سمجھ آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جیسے امت کیلئے رسول ہیں (باقی آگے)

مراد بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو وصفِ نبوت سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سب انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے بھی نبی ہیں آپ نبی الانبیاء ہیں۔ **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم**

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

حضور کا دین سب ادیان سے اعلیٰ واکمل اور حضور کی امت سب امم سے بہتر وافضل تو لاجرم اس دین کا صاحب اور اس امت کا آقا سب دین وامت والوں سے افضل واعلیٰ (تجلی الیقین ص ۱۶)

[حضرت نانوتویؒ بھی نبی ﷺ کے دین کو اعلیٰ اور خود نبی کریم ﷺ کو سب سے افضل مانتے ہیں فرق یہ ہے کہ وہ افضل اور آخر ہونے میں تلازم مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ آپ سب سے افضل ہیں اس لئے سب سے بعد تشریف لائے۔ (دیکھئے انتصار الاسلام ص ۵۸)]

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

حضور سید المرسلین **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم** فرماتے ہیں **اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ** میں پیشوائے مرسلین ہوں اور کچھ تفاخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور کچھ افتخار نہیں (تجلی الیقین ص ۴۸)

[ص ۸ میں پیشوائے مرسلین کے مضمون کو **نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء** کے عنوان سے تعبیر کیا ہے]

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

جب انبیاء اور ان کی امتیں **اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ** سنیں گے سب بول اٹھیں گے کہ ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں۔ سبحان اللہ جب تمام مخلوق الٰہی اولین وآخرین یکجا ہوں گے اُس وقت بھی ہمارے آقا نامدار والا سرکار کے نام پاک کی دہائی پھرے گی الحمد للہ اُس وقت کھل جائے گا کہ ہمارے حضور **نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء** ہیں (تجلی الیقین ص ۵۴)

دیکھئے اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کے **نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء** ہونے کی صراحت ہے۔

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں: (باقی آگے)

موصوف بالذات کہا ان کی مراد بھی یہی ہے کہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے نبی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اِیْتُوْا عَبْدًا فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ وَیَجِیْءُ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ اٰمِنًا ، اِنْطَلِقُوْا اِلٰی سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ فَاِنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، اِیْتُوْا مُحَمَّدًا ، اِنَّ کُلَّ مَتَاعٍ فِیْ وِعَاءٍ مَخْتُوْمٍ عَلَیْهِ اَکَانَ یُقْدَرُ عَلٰی مَا فِیْ جَوْفِهٖ حَتّٰی یُفَضَّ الْخَاتَمُ تم اس بندے کے پاس جاؤ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح رکھی ہے اور آج کے دن بے خوف و مطمئن ہے اس کی طرف چلو جو تمام بنی آدم کا سردار اور سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لانے والا ہے تم محمد صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم کے پاس جاؤ بھلا کسی سربمہر ظرف میں کوئی متاع ہو اس کے اندر کی چیز بے مہر اٹھائے مل سکتی ہے ءلوگ عرض کریں گے۔نہ۔[تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام] فرمائیں گے اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم خَاتَمُ النَّبِیّیْنَ وَقَدْ حَضَرَ الْیَوْمَ ، اِذْهَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ فَلْیَشْفَعْ لَکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ یعنی اسی طرح محمد صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم انبیاء کے خاتم ہیں تو جب تک وہ باب فتح نہ فرمائیں گے کوئی نبی کچھ نہیں کر سکتا اور آج وہ یہاں تشریف فرما ہیں تم انہیں کے پاس جاؤ چاہیۓ کہ وہ تمہارے رب کے حضور تمہاری شفاعت کریں صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم......الی ان قال......پھر حضور پر نور ﷺ ارشاد فرمائیں گے اَنَا لَهَا وَاَنَا صَاحِبُکُمْ میں شفاعت کیلئے ہوں میں تمہارا وہ مطلوب ہوں جسے تمام موقف میں ڈھونڈ ھتے پھرے صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وبارک وشرّف ومجّد وکرّم (تجلی الیقین ص۶۰،۶۱)

اس حدیث سے بھی سمجھ آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت اصل ہے اللہ نے اس باقی انبیاء کرام کی نبوت کا ذریعہ بنایا ہے۔اور یہی حضرت نانوتویؒ کا اور دوسرے ان حضرات کا موقف ہے۔

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

معراج کی رات نبی ﷺ نے اپنے فضائل ذکر فرمائے موصوف نے اس حدیث کو نقل کیا اس کے تحت لکھا ہے۔وَجَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا الی ان قال اور مجھے فاتح باب رسالت وخاتم دورِ نبوت کیا (تجلی الیقین ص۶۷،۶۸) (باقی آگے)

امام تھے مگر آنحضرت ﷺ کے امتی اور مقتدی جبکہ آنحضرت ﷺ جس طرح اس امت مسلمہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حافظ ابن کثیرؒ نے جَعَلَنِیْ فَاتِحًاوَّ خَاتِمًا کا معنی بیان کیا تو فرمایا ابو جعفر رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خَاتِمٌ بِالنُّبُوَّۃِ فَاتِحٌ بِالشَّفَاعَۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۲۶۹) ''نبی کریم ﷺ خاتم ہیں نبوت کے ساتھ یعنی آپ آخری نبی ہیں اور فاتح ہیں شفاعت کے ساتھ قیامت کے دن یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے'' اور مولانا احمد رضا خان بریلوی نے آپ ﷺ کو فاتح بھی باب رسالت کا بتایا۔ اور حضرت نانوتویؒ بھی اس کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کو عالم ارواح میں سب سے پہلے نبوت عطا ہوئی اور آپ اس عالم میں سب سے آخر میں بھیجے گئے اور قیامت کے دِن سے پہلے شفاعت بھی آپ ہی فرمائیں گے (دیکھئے مناظرہ عجیبہ ص۹، ۱۰ نیز ص۱۵۰)

☆ فاضل بریلوی ہی لکھتے ہیں:

حضور پرنور ﷺ نے شب معراج اپنا امامُ الانبیاء ہونا خود بیان فرمایا اور جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام نے حضور کو امام کیا اور جمیع انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم نے اسے پسند رکھا (تجلی الیقین ص۷۰)

یاد رہے کہ معراج کا واقعہ ختم نبوت کی بڑی وزنی دلیل ہے کیونکہ وہاں تمام انبیاء موجود تھے مسیلمہ کذاب اور قادیانی وغیرہ نہ تھے پھر بیت المقدس میں نماز پڑھنا نبی ﷺ کی افضلیت کی بھی دلیل ہے اس لئے کہ اگر آپ ﷺ انبیاء کرام کو مسجد حرام میں نماز پڑھاتے تو کہا جاسکتا تھا کہ میزبان ہونے کی حیثیت سے نماز پڑھائی۔ آپ بیت المقدس میں دیگر انبیاء کے گویا مہمان تھے وہاں امام بننے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ باقی انبیاء سے افضل بھی ہیں اور ان کے حاکم بھی کیونکہ حاکم امامت کا میزبان سے زیادہ حقدار ہوتا ہے (شرح مسلم للنووی طبع ہند ج۱ ص۲۳۶، فقہ حنبلی کی کتاب الروض المربع ج۱ ص۲۷) مولانا محمد قاسمؒ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) نے کیا خوب ارشاد فرمایا

''غرض جیسے آپ ﷺ نبی الامۃ ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں'' (تحذیر الناس ص۴) (باقی آگے)

نبی اور امام ہیں اسی طرح انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم السلام کے بھی نبی اور امام ہیں معراج کی رات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)　　　　﴿فرمان مفتی نعیم الدین مرادآبادی﴾

مفتی نعیم الدین مرادآبادی صاحب ارشادِ باری تعالیٰ: وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا [سورۃ النساء آیت ۴۱] کے تحت لکھتے ہیں: کہ تم نبی الانبیاء ہو، اور سارا عالم تمہاری امت (خزائن العرفان ص ۱۲۴)

دیکھیں یہاں مفتی صاحب نے آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء لکھا اور سارے عالم کو آپ کی امت بتایا اور سارے عالم میں دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہیں۔

﴿عبارات مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی بدایونی﴾

☆　جناب مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

جِسْمًا تو حضرت آدم حضور علیہ السلام کے والد ہیں مگر حقیقتاً حضور علیہ السلام والدِ آدم ہیں ......سب سے پہلے نبوت آپ کو عطا ہوئی خود فرماتے ہیں کُنْتُ نَبِيًّا وَاٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ ہم اس وقت نبی تھے جبکہ حضرت آدم اپنی آب وگل میں جلوہ گر تھے۔ میثاق کے دن اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں سب سے پہلے بَلٰی فرمانے والے حضور ہی ہیں بروزِ قیامت سب سے پہلے آپ کی قبر کھولی جاوے گی بروز قیامت اول حضور کو سجدہ کا حکم ملے گا سب سے پہلے حضور شفاعت فرمائیں گے اور <u>شفاعت کا دروازہ حضور ہی کے دست اقدس پر کھلے گا</u> اول حضور ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے اول حضور ہی جنت میں تشریف فرما ہوں گے بعد میں تمام انبیاء۔ اول حضور ہی کی امت جنت میں جاوے گی بعد میں باقی امتیں غرضکہ ہر جگہ اولیت کا سہرا ان ہی کے سر پر ہے اول دن یعنی جمعہ حضور ہی کو دیا گیا اس قدر اولیت کے باوجود پھر سرکار ﷺ آخر بھی ہیں سب سے آخر حضور کا ظہور ہوا خاتم النبیین آپ ہی کا لقب ہوا سب سے آخر حضور ہی کو کتاب ملی سب سے آخر حضور ہی کا دین آیا سب سے آخر دن یعنی قیامت تک حضور ہی کا دین باقی رکھا گیا (شان حبیب الرحمٰن ص ۱۰،۱۱)

''شفاعت کا دروازہ حضور ہی کے دست اقدس پر کھلے گا'' کیونکہ نبوت پہلے (باقی آگے)

سب انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آپ ﷺ کو ملی آپ ﷺ کی نبوت اصل ہے اور یہی حضرت نانوتویؒ کا موقف ہے چنانچہ آپ مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں:

مولانا! حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیتِ زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں علی الاطلاق کہئے یا بالاضافۃ ......الیٰ ان قال......اب سنئے کہ روحِ پرفتوح محمدی ﷺ جو اصل موصوفِ نبوت ہے ارواح انبیاءِ باقیہ علیہم السلام کیلئے موقوف علیہ ہے اور اس وجہ سے آپ کو تقدم بالخلق لازم ہوا مگر مخلوقیتِ روحانی کو تولدِ جسمانی لازم نہیں اور آپ کے نزدیک لازم ہو تو ثابت کیجئے اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیُ وغیرہ مضامین کی تغلیط کیجئے......پھر فرماتے ہیں......وجودِ روحانی میں تو حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقوف علیہ اور ارواح جملہ انبیاء باقیہ علیہم السلام موقوف اور وجود جسمانی میں حضرت آدم حضرت ادریس حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل علیہم السلام آباءِ کرامِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقوف علیہ اور جسمِ اطہر ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقوف (مناظرہ عجیبہ ص۹ تا۱۱) نیز فرماتے ہیں کہ اولیت شفاعت، اولیت مخلوقیت اور خاتمیت زمانی میرے ہاں آنحضرت ﷺ کی خاتمیت مرتبی کی وجہ سے ہے (دیکھئے مناظرہ عجیبہ ص۱۵۰)

فائدہ: ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیُ'' سے بشریت کی نفی پر استدلال باطل ہے کیونکہ آپ ﷺ کی بشریت قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے پھر حضرتؒ نے اس کو مضمون کے طور پر ذکر کیا، اور اگر یہ حدیث نبوی بھی ہو تو نُوْرِیُ سے مراد رُوْحِیُ ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ مشکوۃ باب الایمان بالقدر فصل ثانی کی حدیث: ان اول ما خلق اللّٰہ القلم کے تحت لکھتے ہیں:

وروی أن أول ما خلق اللّٰہ العقل وأن أول ما خلق اللّٰہ نوری وأن أول ما خلق اللّٰہ روحی وأن أول ما خلق اللّٰہ العرش والأولیة من الأمور الإضافیة فیؤول أن کل واحد مما ذکر خلق قبل ما ھو من جنسه فالقلم خلق قبل (باقی آگے)

کے بعد آپ ہی کی شریعت کو نافذ فرمائیں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جنس الأقلام ونوره قبل الأنوار وإلا فقد ثبت أن العرش قبل خلق السموات والأرض فتطلق الأولية على كل واحد بشرط التقييد فيقال أول المعانی کذا وأول الأنوار کذا ومنه قوله أول ما خلق الله نوری وفی رواية روحی ومعناهما واحد فإن الأرواح نورانية أی أول ما خلق الله من الأرواح روحی (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۱ص۱۶۷)

☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ایک جگہ یہ شعر نقل کرتے ہیں:

فَاِنَّکَ شَمۡسُ فَضۡلٍ ھُمۡ کَوَاکِبُھَا　　یُظۡھِرۡنَ اَنۡوَارَھَا فِی الظُّلَمِ

یعنی اے محبوب آپ عظمت کے سورج ہیں اور سارے پیغمبر آپ کے تارے کہ سب نے آپ ہی سے لے کر اندھیرے میں آپ ہی کا نور لوگوں پر ظاہر کیا

یہ انبیاء و مرسلیں تارے ہیں تم مہر مبین

سب جگمگائے رات بھر، چمکے جو تم کوئی نہیں　　(شان حبیب الرحمٰن ص۱۶)

یہی وہ افضلیت ہے جس کو حضرت نانوتویؒ خاتمیت رتبی کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں چنانچہ آپ تنویر النبراس ص　میں افرماتے ہیں: غرض اعتقادِ خاتمیت مرتبی خود خاتمیتِ زمانی کیلئے علی الاطلاق ہمارے ایمان کیلئے شاہدِ کامل ہے (یعنی ہمارا نبی کریم ﷺ کیلئے خاتمیت مرتبی کو ماننا اس کا شاہد کامل ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ علی الاطلاق خاتم زمانی ہیں) اور یہ وہ خاتمیت مرتبی ہے جس کی طرف صاحب قصیدہ بردہ اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں

فَاِنَّـهٗ شَمۡسُ فَضۡلٍ ھُمۡ کَوَاکِبُھَا　　یُظۡھِرۡنَ اَنۡوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

اور سوا ان کے اور اولیاءِ کبار مثل شیخ اکبر قدس اللہ سرہ اور حضرت مجدد الف ثانی وغیرھم قدس اللہ اسرارھم بتصریح لکھ گئے ہیں اور یہ وہ خاتمیت مرتبی ہے جس کے آپ (بدایونی صاحب) منکر ہیں اور اسی کے باعث صاحبِ تحذیر کو ملحد اور کافر فرماتے ہیں اَعَاذَہُ اللّٰہُ وَاِیَّانَا مِنۡہُ　(باقی آگے)

بہرحال آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء ماننے میں اتفاق کی وجہ سے حضرت نانوتویؒ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بہرحال اس عبارت میں آنحضرت ﷺ کو سورج سے اور دیگر انبیاء کو چاند تاروں سے تشبیہ دی اسی فرق کو حضرت نانوتویؒ نے تحذیر الناس میں بالذات اور بالعرض سے تعبیر کیا ہے، پھر حضرت نانوتویؒ تحذیر الناس ص۴ بھی سورج چاند کی تشبیہ سے اس مضمون کو سمجھاتے ہیں۔ غرض جو بات حضرت نانوتویؒ نے ارشاد فرمائی مفتی احمد یار خان نے اس کی تائید کر دی۔

☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

سارے کمالات جو اور پیغمبروں کو ایک ایک یا دو دو ملے حضور علیہ السلام کو وہ سب ہی ملے اور زیادہ بھی

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (شان حبیب الرحمٰن ص۲۶)

حضرت نانوتویؒ نے اس مضمون کو اپنے مشہور شعر میں یوں ادا کیا ہے۔

جہاں کے سارے کمالات تجھ ایک میں ہیں تیرے کمال نہیں کسی میں مگر دو چار

☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

حضور علیہ السلام نبیوں کے بھی نبی ہیں تمام پیغمبر حضور علیہ السلام کے امتی ہیں اور مقتدی (شان حبیب الرحمٰن ص۲۶)

اس میں بھی آپ ﷺ کے نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونے کا بیان ہے۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:

جو انبیاء ہیں وہ آگے تیری نبوت کے

کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار (قصائد قاسمی ص۶ شعر ۵۷)

☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

حضور علیہ السلام کی کتاب یعنی قرآن تمام کتابوں کی نسخ کرنیوالی ہے مگر اس کو کوئی بھی منسوخ نہیں کر سکتا قیامت میں شفاعت کبریٰ کا سہرا حضور علیہ السلام ہی کے سر پر باندھا جاوے گا آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے (شان حبیب الرحمٰن ۲۶) (باقی آگے)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی محمد شفیعؒ میں تعبیر کا جو اختلاف ہے اسے لفظی اختلاف تو کہا جا سکتا ہے معنوی طور پران سب میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور لفظی اختلاف ایسے ہے جیسے آدھے گلاس میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) [قرآن کو کوئی منسوخ نہیں کر سکتا کیونکہ نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں پھر یہ امت سب امتوں سے افضل ہے تو اس کے نبی ﷺ سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہوئے اس طرح مفتی صاحب نے اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کے افضل اور آخری ہونے کو اکٹھا بیان کیا ہے اور یہی حضرت نانوتویؒ کا موقف ہے۔ پھر شفاعت کبری کے اعزاز کا سبب بھی آپ کا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہونا ہے]

☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

پھر جب دروازۂ شفاعت حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاک پر کھل گیا تو علماء و مشائخ چھوٹے بچے کعبہ معظمہ قرآن کریم ماہ رمضان سب ہی شفاعت کریں گے...... مگر دروازہ اسی ہاتھ سے کھلے گا (شان حبیب الرحمٰن ص ۲۷)

شفاعت کا دروازہ آپ ہی کھولیں گے کیونکہ آپ نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہیں ﷺ۔

☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

سبحان اللہ وہ نماز بھی کس لطف کی نماز ہوئی ہوگی جس میں انبیاء مقتدی سید الانبیاء امام ملائکہ نقیب (شان حبیب الرحمٰن ص ۳۲)

☆ مفتی احمد یار خان صاحب کی ذیل کی عبارت نہایت توجہ سے پڑھیں، لکھتے ہیں:

یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے دین کیوں منسوخ کر دیئے گئے؟ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کر دیتی ہے رات بھر ستارے جگمگاتے ہیں مگر جہاں سورج چمکا سب چھپ گئے کیونکہ سب تاروں میں سورج ہی کا تو نور تھا تمام دریا سمندر کی طرف بھاگے جاتے ہیں کیونکہ ہر دریا سمندر سے بنا ہے سمندر سے بادل آیا پہاڑوں پر بارش بن کر یا برف بن کر گرا اس سے دریا بنا دریا اپنی اصل کی طرف بھاگا ایسا بھاگا کہ جس پُل نے، درخت (باقی آگے)

پانی ہوتو یوں کہنا بھی درست ہے کہ آدھا گلاس پانی سے بھرا ہے اور یوں بھی درست ہے کہ آدھا گلاس خالی ہے۔ظاہر ہے کہ دونوں جملوں کا مآل ایک ہے۔ان حضرات میں حقیقی اختلاف تب ہوتا اگر ان میں سے کوئی آنحضرت ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کا انکار کرتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کسی عمارت نے اس کو روکنا چاہا اس کو بھی گرادیا مگر جہاں سمندر کے قریب پہنچا شور بھی جاتا رہا، روانی میں کمی ہوگئی اور جب سمندر سے ملا تو اس طرح فنا اور گم ہوگیا کہ گویا تھا ہی نہیں اور زبان حال سے کہا کہ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی　　　تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اسی طرح تمام انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب حضور کو قرآن میں فرمایا گیا سِرَاجًا مُّنِيْرًا یا تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور علیہ السلام ان دریاؤں کے سمندر تمام نبوتیں ادھر ہی چلی آرہی ہیں فرعونی ہامانی نمرودی ہزارہا طاقتیں سامنے آئیں ان کو پاش پاش کردیا مگر سمندر نبوت کو پاکر سب نے اپنے آپ کو اس میں گم کردیا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

یہ انبیاء و مرسلین تارے ہیں تم مہر مبیں　　　سب جگمگائے رات بھر، چمکے جو تم کوئی نہیں

(شان حبیب الرحمٰن ص۳۲،۳۳)

غور سے دیکھیں تحذیر الناس کے مضمون کو ہی مفتی صاحب نے آسان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ کہ آپ ﷺ چونکہ سب سے اعلیٰ نبی ہیں اس لئے سب کے بعد آئے ہیں۔ہاں تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کو بالذات کہا یہاں اصل کے لفظ سے تعبیر کیا۔وہاں وصف نبوت سے بالذات موصوف ہونے کو آخر میں آنے کی وجہ بتایا یہاں اصلی ہونے کو۔مگر یہ الفاظ کا فرق ہے معنی کا نہیں اور

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا　　　غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گوہر سے

☆　جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ سارے پیغمبر علیہم السلام حضور علیہ السلام کے امتی ہیں اور حضور علیہ السلام نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء (شان حبیب الرحمٰن ص۳۳)　　　(باقی آگے)

﴾ آپ ﷺ علی الاطلاق تمام انبیاء علیہم السلام سے اعلیٰ ہیں ﴿

کچھ انبیاء کا ہمیں علم ہے کچھ انبیاء کا ہمیں علم نہیں مگر آنحضرت ﷺ ان سب سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

جو انسان بھی اللہ کا بندہ ہے وہ حضور علیہ السلام کا امتی حضرت آدم علیہ السلام کی ابوۃ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت سب کو عام ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام اور ان کی امتیں، تمام رسل و جنات و ملائکہ سب ہی حضور علیہ السلام کے امتی ہیں اور سرکار دو عالم علیہ السلام نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء ہیں (شان حبیب الرحمٰن ص ٦٦، ٦٧)

☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

اگر آپ کی تشریف آوری پہلے سے ہو جاتی تو دیگر انبیاء نبوت سے سرفراز نہ کئے جاتے نیز حضور کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں (شان حبیب الرحمٰن ص ۹۲) ☆

☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

تمام انبیاء ملائکہ مقتدی بن کر پیچھے صف بستہ کھڑے ہو گئے اور حضور علیہ السلام نے امامت فرمائی سبحان اللہ کیا نماز ہے کہ انبیاء مقتدی امام الانبیاء امام (شان حبیب الرحمٰن ص ۹۴)

☆ جناب مفتی احمد یار خان صاحب ہی لکھتے ہیں:

آج اول و آخر کے معنی کھلے کہ خاتم النبیین (آخری رسول) پہلے سلطانوں کی امامت فرما رہے ہیں (شان حبیب الرحمٰن ص ۹۴)

اول و آخر کے کیا معنی کھلے کہ جو نبی سب سے آخر میں ہے وہ مرتبہ میں سب سے اول اور اعلیٰ ہے اور یہی کچھ حضرت نانوتویؒ کہتے رہے۔

﴾ اہم نکتہ ﴿

کچھ لوگوں کا اصرار ہے کہ خاتم النبیین کا معنی ہے ''صرف آخری نبی'' اس میں افضلیت کا معنی لینا درست نہیں۔ مندرجہ بالا عبارت دیکھئے مفتی صاحب نے کسی طرح آخر اور اعلیٰ (باقی آگے)

اعلیٰ وافضل ہیں۔ کچھ ہستیاں ایسی ہیں جن کے نبی ہونے میں اختلاف ہے جیسے حضرت خضر، اگر وہ نبی ہیں تو بھی آنحضرت ﷺ ان سے اعلیٰ ہی ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نبی ہونے کو اکٹھا بیان کیا، اس کے بعد درج ذیل عبارت پڑھیں اس میں خاتمیت رتبی یعنی اعلیٰ نبی ہونے کے علاوہ کوئی معنی بن نہیں سکتا۔ دیکھتے ہیں فاضل بریلوی، مفتی احمد یار خان اور پیر جماعت علی صاحب کے رد میں حضرت تبسم شاہ صاحب کی کتاب کب شائع ہوتی ہے؟ بہر حال مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ جوہر اور انسان میں تو پانچ درجہ فرق ہے کہ انسان کے اوپر حیوان اس کے اوپر جسم نامی اس پر جسم مطلق اس پر جوہر مگر بشر اور حضور علیہ السلام میں ستائیس درجہ فرق ہے یعنی بشریت سے مصطفویت ۲۷ درجہ بلند وبالا ہے جس کے بعد صرف الوہیت ہی کا درجہ ہے یہاں عبدیت کے سارے درجے ختم ہو چکے ہیں یعنی بشر پر مؤمن اس پر صالح اس پر شہید اس پر متقی اس پر مجتہد اس پر اوتاد اس پر ابدال اس پر قطب اس پر قطب الاقطاب اس پر غوث اس پر غوث اعظم وغیرہ پھر اس پر تابعی پھر اس پر صحابی پھر اس پر انصاری پھر ان پر مہاجر پھر ان پر صدیق پھر ان پر نبی پھر ان پر رسول پھر ان پر اولوالعزم پھر ان پر خلیل پھر ان پر خاتم النبیین پھر اس وصف پر رحمۃ للعالمین پھر ان پر حبیب پھر اس پر درجہ مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام (شان حبیب الرحمٰن ص ۱۰۸، ۱۰۹)

مفتی صاحب موصوف کو پیر صاحب کی اس عبارت سے مکمل اتفاق ہے تب ہی تو اس کو پیش کیا۔ ہمیں اس عبارت سے کلی اتفاق نہیں ہمارے ہاں سب سے بلند رتبہ اور اعلیٰ مقام ختم نبوت ہے کیونکہ مصطفیٰ کا مرتبہ تو اوروں کیلئے بھی ثابت ہے۔ متعدد انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا: وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ۔ ص: ۴۷۔ پھر انسان سے اوپر جو مراتب بتائے ہر بعد والے مرتبہ کے افراد پہلے سے زیادہ ہیں جبکہ بشر کے افراد سب سے زیادہ ہیں (باقی آگے)

فاضل بریلوی سے سوال ہوا کہ ''کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو پیران پیر ہوتے''۔ جواب میں فاضل بریلوی کہتے ہیں کہ قول مذکور نبی ﷺ سے ثابت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور بعد والے مراتب کے افراد کم ہیں۔

بہر حال اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب کے نزدیک خاتم النبیین ایک مرتبہ ہے ایک عہدہ ہے ایک فضیلت ہے صرف آخری نبی ہی اس کا معنی نہیں۔ ورنہ تو لازم آئے گا کہ اس عبارت کے مطابق قطب غوث اور صحابی اور صدیق وغیرہ پہلے آئیں اور خاتم النبیین بعد میں۔ قارئین کرام حضرت نانوتویؒ اگر لفظ خاتم النبیین سے آخری نبی کا معنی لینے کے ساتھ ساتھ نَبِیُّ الْاَنْبِیَاء کا مفہوم اخذ کریں تو ان کو برا کس لئے کہا جائے؟

اشکال: حضرت نانوتویؒ کی عبارات کو مرزائی اجراء نبوت پر پیش کریں تو ہم کیا کریں؟

(جواب: تم لوگ کس مرض کی دوا ہو؟ تم نے کس لئے تعلیم پائی ہے تم کس لئے زندہ ہو۔ سیاق وسباق سے ان عبارات کا صحیح مطلب بیان کر کے ان کا منہ بند کرو۔ کس قدر بزدلی کی بات ہے کہ بجائے جواب دینے کے مسلمان عالم اور مایہ ناز مناظر کو کافر کہہ کر مرزائیوں کے ساتھ ملا دو۔

کیا مرزائی اجراء نبوت پر آیات پیش نہیں کرتے؟ کیا ان آیات کو تم قرآن سے نکال دیتے ہو؟ مرزائی کیا حضرت عائشہؓ کا قول پیش نہیں کرتے؟ کیا حضرت ملا علی قاریؒ اور شاہ ولی اللہؒ اور شیخ اکبرؒ کی عبارات پیش نہیں کرتے؟ مرزائی جس جس کی عبارت پیش کریں کیا تم اُن سب کو امتِ مسلمہ سے خارج کرتے جاتے ہو۔ تمہیں تحذیر سے فرصت ہو تو ردِ مرزائیت کی توفیق ملے۔

اگر دوسرے علماء کی عبارات کا صحیح معنی بیان کر کے جواب دیا جاتا ہے تو حضرت نانوتویؒ کے ساتھ ایسا کیوں معاملہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ جبکہ انہوں نے اس مسئلہ پر اتنا لکھا اور اتنا کام کیا کہ شاید ہی امت میں کسی عالم نے اس مسئلہ پر اس قسم کا کام کیا ہو۔ کیا ایسے مجاہد ختم نبوت کو منکر ختم نبوت کہنا عقیدہ ختم نبوت کی خدمت ہے؟ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ۔

☆ مفتی صاحب موصوف ایک جگہ کہتے ہیں۔ (باقی آگے)

نہیں لیکن اس کا مفہوم صحیح ہے، پھر اس کی کچھ مثالیں ذکر کیں کہ ایک حدیث میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے وارد ہے **لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب** میرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تمام کمالاتِ انبیاء حضور علیہ السلام میں جمع ہیں مع زیادتی کے قرآن فرماتا ہے **فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِه** اور مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(شان حبیب الرحمٰن ص ۱۲۷)

☆ مفتی صاحب موصوف ایک جگہ کہتے ہیں۔

اسی طرح جو خاتم النبیین کے معنی کرے بالذات نبی اور کسی نبی کا آنا ممکن جانے وہ مرتد ہے حضرت عیسی علیہ السلام بے شک تشریف لائیں گے مگر وہ پہلے کے نبی ہوں گے نہ کہ بعد کے اور اب امتی کی حیثیت سے تشریف فرما ہوں گے۔ آخری فرزند کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی فرزند پیدا نہ ہو نہ کہ پہلے والے بھی وفات پا گئے تو اگر چہ حضرت عیسی علیہ السلام حضرت خضر حضرت ادریس حضرت الیاس علیہم السلام حضور علیہ السلام کے زمانہ میں زندہ رہے اور اب بھی زندہ ہیں مگر ان کو نبوت پہلے مل چکی تھی اور حضور علیہ السلام کی آمد پر سب کے احکام منسوخ ہو گئے اب بعد میں نبوت نہ ملی جیسے کہ آفتاب کے نکلنے پر جو تارا جس جگہ بھی ہوتا ہے وہاں ہی چھپ جاتا ہے تو حضر والیاس تو زمین پر زندہ ہیں اور حضرت عیسی وادریس آسمانوں پر علیہم السلام مگر جہاں بھی جو تھے ان کے احکام وہاں ہی ختم ہو گئے۔

سب جگمگائے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں

اگر ایک مجسٹریٹ دوسرے مجسٹریٹ کی کچہری میں گواہی دینے جاوے تو اگر چہ وہ اپنے حلقہ کا جج ہے مگر یہاں گواہ کی حیثیت سے حاضر ہوا ہے اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام اپنے زمانہ کے نبی ہیں مگر اب جو آئیں گے سلطنت مصطفیٰ میں آئیں گے (شان حبیب الرحمٰن ص ۱۴۹، ۱۵۰)

﴿تنبیہ﴾ مفتی صاحب نے جو لکھا۔ ''سی طرح جو خاتم النبیین کے معنی کرے بالذات نبی اور کسی نبی کا آنا ممکن جانے وہ مرتد ہے'' اس عبارت کو تحذیر الناس کے خلاف نہ سمجھا جائے (باقی آگے)

بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا......دوسری حدیث میں حضرت ابراہیم صاحبزادہ حضور اقدس سید المرسلین ﷺ کیلئے وارد **ولو عاش ابراهيم لكان صديقا نبيا**۔اگر جیتے تو صدیق و پیغمبر ہوتے ......علماء نے امام ابومحمد جوینی کی نسبت کہا ہے کہ اب کوئی نبی ہوسکتا تو وہ ہوتے ......(عرفان شریعت ص۸۴،۸۵)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کیونکہ اس عبارت میں دو باتوں پر مرتد ہونے کا حکم لگایا گیا ہے ایک یہ کہ نبی ﷺ کو بالذات نبی جانے اور ساتھ ہی نئے نبی کے آنے کا قائل بھی ہو حضرت نانوتویؒ سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی کی آمد کے قائل نہیں۔

رہا بالذات نبوت کا قائل ہونا تو اس مضمون کو مفتی صاحب نے اصل نبوت کے عنوان سے یا سورج کے نور کے ساتھ تشبیہ دے کر بیان کیا اس لئے یہ عبارت ان لوگوں کے خلاف تو ہے جو ختم نبوت رتبی کا نام لے کر ختم نبوت زمانی کا انکار کریں مگر حضرت نانوتویؒ کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔اور اگر اس کو حضرت نانوتویؒ کے خلاف لیا جائے تو خود مفتی احمد یار خان بلکہ مولانا احمد رضا خان بھی اس فتوے میں آجائیں گے کیونکہ یہ حضرات بھی نبی ﷺ کی نبوت کو دوسرے انبیاء کی نبوت کی نسبت اصلی مانتے ہیں۔

☆ مفتی صاحب موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں:

آپ بھی آسمان ہدایت کے سورج ہیں کہ سورج سے سب روشن ہوتے ہیں وہ کسی سے روشن نہیں اسی طرح حضور علیہ السلام سے سے منور مگر حضور کسی سے مُسْتَنِیر نہیں ﷺ (شان حبیب الرحمٰن ص۱۵۶)

مفتی صاحب نے اس مقام پر حضرت نانوتویؒ کی موافقت کی ہے حضرت نانوتویؒ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی کا فیض نہیں (تحذیر الناس ص۴)

☆ مفتی صاحب موصوف ایک جگہ کہتے ہیں:

حضور علیہ السلام کی رسالت عامہ ہے جس سے کوئی بھی علیحدہ نہیں ہوسکتا۔(باقی آگے)

سوال کا جواب تو اتنا کافی تھا کہ یہ حدیث نہیں مگر فاضل بریلوی نے اس پر اکتفا نہ کیا، اس کے معنی کو درست کہہ کر اس مفہوم شرطی کو مان لیا ہے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضرت پیران پیر رحمہ اللہ تعالیٰ نبی ہوئے اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے مختلف درجات رکھے ہیں ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ (بنی اسرائیل:۵۵) اگر بالفرض حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نبی ہوتے تو کس درجہ کے نبی ہوتے وہ آپ ﷺ سے افضل ہوتے یا افضلیت آنحضرت ﷺ ہی کیلئے ہوتی۔ امت مسلمہ ''نبی الانبیاء'' صرف آنحضرت ﷺ کو مانتی ہے اس لئے اگر بالفرض وہ ہستیاں جن کا فاضل بریلوی نے عرفان شریعت میں ذکر کیا ہے ان میں سے کسی کو منصب نبوت مل جاتا وہ نبی ہو بھی جاتا تو بھی نبی الانبیاء تو آنحضرت ﷺ ہی ہوتے وہ آپ ﷺ کے درجہ کو نہ پاسکتا تھا۔ علاوہ ازیں یہ جملہ کہ ''آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں'' جملہ اسمیہ ہے جو دوام کا معنی دیتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (شان حبیب الرحمٰن ص ۱۶۶) اس میں بھی نبی ﷺ کا نَبِيُّ الْاَنْبِيَاء مانا ہے۔

☆ ایک جگہ لکھا ہے۔: حضور علیہ السلام کی موجودگی میں کسی کو امام ہونے کا اختیار نہیں اور اگر درمیان میں حضور علیہ السلام تشریف لے آویں تو پہلے امام کی امامت منسوخ ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بھی حضور سے آگے بڑھنے میں داخل ہے ہاں اگر حضور ہی اجازت دے دیں کہ تم امام بنے رہو تو اب حضور علیہ السلام کی اجازت سے امام رہنا جائز ہوا جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف پر گذرا (ایضاً ص ۱۹۲)

☆ مفتی صاحب اپنی ایک اور کتاب اسرار الاحکام میں لکھتے ہیں:

روح پاک مصطفیٰ ﷺ عالم ارواح میں سارے عالم کی فی الواقع نبی تھی اس وقت حضور کی روح مبارک ارواح انبیاء کی تربیت فرماتی رہی۔ سارے انبیاء حضور سے ہی فیض لے کر اس عالم اجسام میں نبی ہوئے بلکہ ان کے ظہور نبوت کے بعد بھی روح پاک مصطفیٰ ﷺ سے فیض آتا رہا جیسے تاروں میں آفتاب کا نور آتا ہے (اسرار الاحکام ص ۱۰۹) (باقی آگے)

فاضل بریلوی اور مفتی احمد یار صاحب بھی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کے لئے رسول ہیں (تجلی الیقین ص۱۵، شان حبیب الرحمٰن ص٦٦) اور ظاہر ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اگر بالفرض نبوت ملتی تو وہ حسبِ سابق انسان ہی رہتے۔ اور ان انبیاء میں ہی ہوتے جو ''نبی الانبیاء'' میں مضاف الیہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو بھی وہ مضاف الیہ میں داخل ہوں گے۔ جس طرح ''نبی الانبیاء'' کے لفظ سے یہ بات سمجھ آتی ہے۔
فاضل بریلوی کے الفاظ: اصل الاصول، افضلیتِ مطلقہ، سید الکل، مقصودِ اصلی، امیر الامراء، سردارِ اعظم، سلطان ہفت کشور، بادشاہ زمین و آسمان وغیرہ بھی یہی خبر دیتے ہیں۔ اور خاتمیت مرتبی میں بھی یہی افضلیت مطلقہ مراد ہے۔
امام غزالیؒ نے فقہ شافعی میں جو کتابیں لکھیں ان میں ایک کا نام ''الوجیز'' ہے اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مرزائیوں سے ہوشیار:
مرزائیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء لکھا ہے (دیکھئے ابو العطاء جالندھری کی کتاب القول الفصل ص۱۰۳، محمد صادق سماٹری مرزائی کی کتاب حقانیت احمدیت ص۲۱۰، ۲۷۹) مگر ان کا یہ کہنا کالعدم ہے اس لئے کہ یہ لوگ سب انبیاء کے نام قادیانی کو دیتے ہیں حتیٰ کہ قادیانی کہتا ہے کہ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اِس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی (ایک غلطی کا ازالہ ص۳ در روحانی خزائن ج۱۸ ص۲۰۷) نیز مرزائی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے بعد میں آنے والی نبی کی تصدیق اور اس کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا (دیکھئے مکمل تبلیغی پاکٹ بک ص۲٦۷، القول المبین ص۳۷) اور بعد میں یہ قادیانی ہی کو نبی مانتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزائیوں کے ہاں نبی الانبیاء بھی مرزا ہی ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح مرزائیوں کا آنحضرت ﷺ کو رسول اللہ کہنا کالعدم ہے ایسے ہی ان کا آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء لکھنا بھی کالعدم ہے۔

کے بارے میں مشہور غیر مقلد عالم محمد بن عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں: **وقد قیل لو کان الغزالی نبیا لکان معجزته الوجیز** (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۲۸۵)'' اور یہ کہا گیا ہے کہ اگر غزالی نبی ہوتے تو ان کا معجزہ کتاب الوجیز ہوتی'' ظاہر ہے کہ کتاب الوجیز قرآن کا مقابلہ تو نہ کرسکتی تو پھر وہ نبوت میں آنحضرت ﷺ کے مرتبہ کو نہیں پاسکتے تھے۔ اب بتائیں کہ آپ ﷺ کی خاتمیت مرتبی باقی رہتی یا نہ رہتی؟

سوال یہ ہے کہ ایسی عبارات لکھنے پر مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مولانا محمد بن عبدالرحمٰن مبارکپوری کے خلاف تمہارے قلم کیوں نہیں چلتے جنہوں نے یہ بھی نہ لکھا کہ اگر بالفرض یہ نبی ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے مرتبہ کو نہیں پاسکتے تھے۔ تم نے اپنی گرفت کیلئے اسی ہستی ہی کا انتخاب کرنا تھا جس نے بریلی کے قریب ہندوؤں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی ترجمانی کی اور نبی کریم ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کو منوایا اور اس کا اعلان کرکے آئے کہ اب نجات صرف آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی اتباع میں منحصر ہے۔

<u>افضلیتِ مطلقہ کی مثالوں سے وضاحت:</u>

بعض پہلوان اور فنکار اپنے فن میں کمال حاصل کرکے دوسروں سے بازی لینے کے بعد خود ہی ریٹائرڈ ہوکر آئندہ کیلئے مقابلوں میں حصہ لینا چھوڑ دیتے ہیں ان کو مقابلوں میں شرکت کی پیشکش ہوتی ہے مالی لالچ بھی دیا جاتا ہے مگر وہ کہتے ہیں اب ہم مقابلہ میں حصہ نہیں لیتے تاکہ ان کا اعزاز خراب نہ ہوجائے ہوسکتا ہے کہ آئندہ کسی سے ہار جائیں تو ہمیشہ کیلئے ان کی عزت جاتی رہے۔ اس فن میں ان کی جیت نہ مطلق ہے نہ ہر طرح کامل بلکہ وقتی ہے وہ اس کو باقی رکھنا چاہتے ہیں۔

کسی بھی امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہونے والے پوزیشنیں لیتے ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو اول آ گیا وہ واقعی سب سے زیادہ ذہین اور ذی علم تھا ہوسکتا ہے کہ اس سے زیادہ ذہین لوگ ہوں مگر ان کو اس امتحان میں شرکت کا موقع نہ ملا، یا موقع ملا مگر کسی وجہ سے ان

کے نمبر کم آ گئے اس طرح یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ کوئی اتنے نمبر نہ لے جاسکے گا ہوسکتا ہے آئندہ اس سے بھی ذہین طلبہ آ جائیں جو ان کے ریکارڈ کو بھی توڑ دیں۔

آنحضرت ﷺ سب انبیاء کے سردار ہیں سب سے اعلیٰ ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ماضی میں جن کو نبوت مل گئی ان کے علاوہ کسی اور کو ملتی تو شاید وہ زیادہ مرتبہ پالیتا یا یہ کہ اگر بالفرض بعد میں کسی کو نبوت مل جائے تو شاید وہ آنحضرت ﷺ سے بڑھ جاتا ایسا ہرگز نہیں۔ اول تو آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملی ہے نہ ملے گی اور اگر بالفرض مل ہی جائے تو وہ آپ سے افضل نہیں ہوسکتا افضلیت آپ ہی کیلئے ہے اگر بالفرض آپ کے بعد کسی کو نبوت ملے تو وہ آپ کیلئے امتی ہی ہوگا ''نبی الانبیاء'' آپ ﷺ ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کمالات اور خوبیاں آپ ﷺ کو دی ہیں کسی اور کیلئے اس سے زیادتی تو کجا برابری کا بھی سوچا نہیں جاسکتا۔

ان مثالوں سے آپ کو یہ بات سمجھ آ جانی چاہئے کہ جو ایسا عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ کہتا ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبوت ملتی تو وہ آپ ﷺ سے افضل ہوتے تو ایسا شخص آنحضرت ﷺ کیلئے افضلیتِ دائمہ مطلقہ کاملہ نہیں بلکہ افضلیتِ وقتیہ مقیدہ ناقصہ کا قائل ہے۔

افضلیت کے منکر ''وہابیہ'' کا مصداق کون ہیں؟

سمجھ نہیں آتی تھی کہ کتاب ''تجلی الیقین'' میں مذکور ''وہابیہ'' سے کون لوگ مراد ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کا انکار کر کے ایک نیا شگوفہ چھوڑا؟ جب کتاب ''ختم نبوت اور تحذیر الناس'' سامنے آئی تو پتہ چلا کہ ''وہابیہ'' کے ایک مصداق سید بادشاہ تبسم بخاری اور اس کے مصدق و مادحین ہیں جن کا پورا زور اس پر ہے کہ آنحضرت ﷺ کیلئے خاتمیت رتبی یعنی افضلیتِ مطلقہ کاملہ دائمہ ثابت نہیں چنانچہ اس نے ایک جگہ لکھا ہے:

خاتمیت مرتبی مراد لینا قطعی طور پر غلط اور باطل ہے

(ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۳۱۸ سطر ۱۲)

دوسری جگہ لکھا ہے:

حضورﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہیں رہتی (ایضاً ص۲۹۴ سطر ۹،۸)

اس عبارت کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا لیا جائے کہ اگر بالفرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی بنتے یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ یا امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کو نبوت ملتی تو تبسم بخاری کے ہاں آنحضرتﷺ ''نبی الانبیاء'' نہ رہتے۔ آپﷺ کے رتبے میں معاذ اللہ کمی آجاتی۔ بعد میں جس کو نبوت ملتی سید بادشاہ کے نزدیک وہ معاذ اللہ تعالیٰ آپﷺ سے اعلیٰ وافضل ہوتا۔ بتایئے پھر فاضل بریلوی نے آپﷺ کیلئے اصل الاصول، سید الکل، مقصود اصلی، امیر الامراء، سردار اعظم، سلطان ہفت کشور، بادشاہ زمین وآسمان وغیرہ کلمات کا جو ذکر کیا ہے وہ درست ہوسکے گا؟ آپﷺ کیلئے افضلیت مطلقہ کاملہ نہیں بلکہ افضلیت مقیدہ ناقصہ ماننی ہوگی۔

<u>ترجمان وہابیہ کی دلیل:</u>

تبسم شاہ نے اس موضوع پر پانچ سو سے زائد صفحات سیاہ کرڈالے مگر قرآن وحدیث سے یا امت مسلمہ کے علماء سے اس موضوع پر ایک بھی حوالہ نہ پیش کرسکا۔ بلکہ کتاب وسنت اور امت کے اکابر علماء کی تحقیق اس کے بالکل خلاف ہے۔ جیسا کہ عنقریب آئے۔ چونکہ اسے اس موضوع پر کوئی واضح صریح مضبوط دلیل نہ مل سکی اس لئے بہت سوچ بچار کے بعد نحو کی ابتدائی کتاب سے ایک قاعدے کو کلیہ قرار دے کر اس مضمون کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اگر بالفرض شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نبی بن جاتے تو آنحضرتﷺ نبی الانبیاء نہ رہتے۔ چنانچہ سید بادشاہ تبسم لکھتا ہے:

> جیسے تھوڑی دیر کیلئے متعدد خداؤں کا ہونا (جو کہ محال ہے) تسلیم کرلیا جائے یعنی لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ تو نظام کائنات برباد ہوجائے (یعنی فساد لازم آیا) اسی طرح جب حضورﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا (جو کہ محال ہے) تسلیم کرلیا جائے تو اس میں آپ کی شان میں فرق آتا ہے (یعنی فساد لازم آیا) یہ کہنا کہ خاتمیتِ مرتبی میں فرق نہیں آتا قطعاً

باطل ہے اس طرح تو فرض کرنے سے کوئی محال لازم نہ آئے تو وہ محال نہیں یعنی نبی کا آنا پھر محال نہ رہا اور یہ عقیدہ بجائے خود کفر ہے (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۷۱)

نیز لکھتا ہے:

لَوْ حرفِ شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا جیسے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ یعنی نہ اور خدا تھے نہ زمین و آسمان برباد ہوئے۔ اب نانوتوی صاحب کا جملہ دیکھئے

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہیں آئے گا''۔

یہ دو جملے اوپر بتائے گئے قاعدے کلیے کے مطابق درست نہیں ان جملوں میں جملہ اول نفی کا جملہ بنتا ہی نہیں اگر بالفرض (یعنی لَوْ) بہ بسبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانی پر دلالت نہیں کرتا یا نفی ثانی کی بنا پر نفی اول نہیں۔ دیکھئے اگر یوں لکھیں

''نہ کوئی نبی آیا، نہ خاتمیتِ مرتبی میں فرق پڑا''

اس طرح نفی جملہ اول نے نفی جملہ ثانی پر دلالت کی مگر پرستانِ تحذیر الناس کہتے ہیں کہ ''نبی آ بھی جائے تب بھی خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں پڑتا'' اس طرح نفیِ جملہ اول کا نفیِ جملہ ثانی پر دلالت کا کلیہ فٹ نہیں بیٹھتا لہٰذا معلوم ہوا کہ جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے اور طعنے ہمیں دیئے جا رہے ہیں (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۷۲)

﴿جوابات﴾

کسی کو کافر کہنا آسان نہیں کسی کے کلام میں سو احتمال کفر کے ہوں ایک اسلام کا ہو تو اسے کافر نہ کہا جائے اور جس کے کلام میں ایک احتمال بھی کفر کا نہیں وہ نبی ﷺ کی شان بیان کر رہا ہے تو اسے کافر کہے جا رہا ہے۔ اب اس کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

جواب نمبرا :

خاتمیتِ زمانی کا تو حضرت نانوتویؒ نے انکار ہی نہیں کیا مولانا احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں

ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کیلئے تاخرِ زمانی کو تسلیم نہیں کیا یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کی تکذیب وتکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا (مقالات کاظمی ج۲ص۲۵۱)(۱) اور خاتمیتِ مرتبی یعنی افضلیتِ مطلقہ کو بھی

---

۱) اشکال: کاظمی صاحب نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی تو لکھ دیا ہے: ''مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ بنائے خاتمیت تاخر زمانی کے علاوہ اور بات پر رکھنا اصولی طور پر ختم نبوت کی بنیاد کو اکھاڑ دیتا ہے خواہ لاکھ دفعہ حضور کے بعد مدعی نبوت کی تکفیر کی جائے (مقالات کاظمی ج۲ص۲۵۱)

جواب: حضرت نانوتویؒ کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا میرے ہاں بھی وہی معنی ہے جو عام مسلمان کرتے ہیں یعنی خاتمیت زمانی مگر میں نے اس کی علت ساتھ بیان کر دی ہے اور وہ ہے افضلیت مطلقہ جسے حضرت خاتمیت رتبی یا موصوف بالذات ہونے سے تعبیر کرتے ہیں (دیکھئے مناظرہ عجیبہ ص۱۳۲)

یہ آپ بتائیں کہ علت بیان کرنے سے بات پکی ہوا کرتی ہے یا اس کی بنیاد اکھڑا کرتی ہے (باقی آگے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اس علت کے بیان کرنے میں حضرت متفرد نہیں، بریلوی مکتب فکر کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان بھی یہی علت بیان کرتے ہیں صرف تعبیر کا فرق ہے مفتی صاحب نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کو اصل سے تعبیر کیا اور حضرت نانوتویؒ نے اس کو بالذات کے عنوان سے بیان کیا۔

قارئین کرام! مفتی صاحب کی درج ذیل عبارت کو پڑھیں اور بتائیں کہ اس عبارت سے ختم نبوت کا مضمون پختہ ہوتا ہے یا ختم نبوت کی بنیاد اکھڑتی ہے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں۔

یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے دین کیوں منسوح کر دیئے گئے دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کر دیتی ہے رات بھر ستارے جگمگاتے ہیں مگر جہاں سورج چمکا سب چھپ گئے کیونکہ (باقی آگے)

سب مانتے ہیں تو اکیلا کہتا ہے کہ اگر بالفرض کسی اور کو نبوت مل جاتی تو آپ ﷺ کی خاتمیت مرتبی یعنی افضلیتِ مطلقہ باقی نہیں رہ سکتی تھی (۱) تیرے کہنے کے مطابق اگر بالفرض حضرت عمرؓ کو نبوت ملتی تو نبی کریم ﷺ کے مرتبہ میں کمی آجاتی آپ ﷺ کیلئے افضلیتِ مطلقہ نہ رہتی، یعنی آپ ﷺ معاذ اللہ ''نبی الانبیاء'' نہ رہتے۔ جبکہ امت کہتی ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ رہتے اور ان کو نبوت عطا ہوتی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبوت ملتی تو آپ کے پیروکار ہی ہوتے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: **لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ** (موضوعات کبیر مجتبائی ص۵۸) ''اگر آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے اور نبی ہوجاتے اسی طرح اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے تو وہ دونوں آپ کے پیروکاروں سے ہوتے''۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سب تاروں میں سورج ہی کا نور تھا......اسی طرح تمام انبیاءِ کرام تارے ہیں ،حضور آفتاب۔ حضور کو قرآن میں فرمایا گیا سِرَاجًا مُّنِيْرًا یا تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور علیہ السلام ان دریاؤں کے سمندر، تمام نبوتیں ادھر ہی چلی آرہی ہیں فرعونی ہامانی نمرودی ہزار ہا طاقتیں سامنے آئیں ان کو پاش پاش کر دیا مگر سمندر نبوت کو پا کر سب نے اپنے آپ کو اس میں گم کر دیا **صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم**

یہ انبیاء ومرسلین تارے ہو تم مہر مبیں　　　سب جگمگائے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں

(شان حبیب الرحمٰن ص۳۲،۳۳)

۱)　تبسم شاہ کے الفاظ یوں ہیں:

''اتنے انبیاء اگر آپ ﷺ کے بعد آتے تو خاتمیت زمانی کا باقی نہ رہنا مسلم، رہی خاتمیتِ مرتبی تو آپ ﷺ کے بعد صرف ایک نبی آئے تو خاتمیتِ مرتبی باقی نہ رہے'' (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص۲۷۹ سطر۶،۷)

ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی بن جانے سے خاتمیتِ زمانی تو باقی نہ رہتی مگر خاتمیتِ رتبی یعنی افضلیت مطلقہ تو باقی رہتی اسی لئے تو ملا علی قاریؒ نے ان کو آپ کے پیروکار بتایا اگر تجھے ملا علی قاریؒ کے اس مضمون سے اتفاق نہیں تو اس کی نقیض پیش کر۔ اور سلف صالحین سے اس کی تصریح دکھا کہ اگر بالفرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کو نبوت مل جاتی تو افضلیت مطلقہ حضرت عمرؓ کو ہوتی پھر نبی الانبیاء حضرت عمرؓ ہوتے آنحضرت ﷺ نہ ہوتے۔ لیکن تیرے اس کہنے سے بھی بات نہ بنے گی جب تک کہ تو ملا علی قاریؒ کے خلاف اسی طرح ضخیم کتاب لکھ کر ان کا رد نہ کرے۔

<u>جواب نمبر۲:</u>

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ "**التعظیم والمنۃ فی لتؤمن به ولتنصرنه**" لکھا، اور اس میں آیت مذکور سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کے امتی۔ حضور کی نبوت ورسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوۃ والسلام سے روزِ قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے۔ اور حضور کا ارشاد **وکنت نبیا وآدم بین الروح والجسد** اپنے معنی حقیقی پر ہے <u>اگر ہمارے حضور حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے، اُن پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے</u> اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شبِ اسراء تمام انبیاء ومرسلین نے حضور کی اقتدا کی اور اس کا پورا ظہور روزِ نشور ہوگا جب حضور کے زیر لواء آدم ومن سواہ کافہ رُسل وانبیاء ہوں گے **صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین**۔

یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل ہے جسے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف منیعہ میں نقل کیا ہے اور اسے نعمت عظمیٰ اور موہب کبریٰ سمجھا۔ **من شاء التفصیل فلیرجع الی کلماتھم رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیھم اجمعین**۔ بالجملہ مسلمان بہ نگاہِ ایمان اس آیت کریمہ کے مفادات پر غور کرے صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصل الاصول ہیں۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء رسل کو اس سید الکل سے ہے امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصودِ اصلی ایک وہی ہے باقی تم سب تابع و طفیلی (تجلی الیقین ص ۸،۹)

ظاہر ہے کہ اگر بالفرض آپ ﷺ پہلے انبیاء کے زمانے میں تشریف لاتے تو آپ ﷺ خاتم زمانی تو نہ ہوتے لیکن خاتمیتِ رتبی یعنی سب انبیاء و مرسلین سے اعلیٰ و افضل ہونے کی شان پھر بھی آپ ﷺ کو حاصل ہوتی اسی بات کو تو اس مضمون میں سمجھایا گیا ہے۔ اب بھی تبسم شاہ کو یہ بات نہ سمجھ آئے تو اسے خدا سمجھے۔

امام سبکیؒ کی کچھ عبارات:

اب امام سبکیؒ کی چند عبارات ملاحظہ ہوں فرماتے ہیں:

وھی کالایمان البیعة التی تؤخذ للخلفاء ولعل ایمان الخلفاء اخذت من ھنا فانظر ھذا التعظیم العظیم للنبی ﷺ من ربه سبحانه وتعالیٰ فاذا عرفت ذلک فالنبی ﷺ ھو نبی الانبیاء ولھذا ظھر ذلک فی الآخرة جمیع الانبیاء تحت لوائه وفی الدنیا کذلک لیلة الاسراء صلی بھم ولو اتفق مجیئه فی زمن آدم ونوح وابراھیم وموسی عیسی وجب علیھم وعلی اممھم الایمان به

ونصرتة وبذلک اخذ الله الميثاق(الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۵)''اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عالم ارواح میں آنحضرت ﷺ کی اتباع کا جو عہد لیا تھا وہ بیعت کی قسموں کی طرح ہے جو خلفاء سے لی جاتی ہیں اور شاید خلفاء کی اسی سے لی گئی ہیں تو دیکھ اس تعظیم عظیم کو جو نبی ﷺ کیلئے ہے اس کے رب سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے جب تو نے اس کو جان لیا تو نبی کریم ﷺ نبی الانبیاء ہیں اس لئے آخرت میں اس کا ظہور ہوگا سب انبیاء آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے، اس طرح دنیا میں معراج کی رات اس کا ظہور ہوا آپ ﷺ نے سب انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور اگر حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آپ تشریف لاتے تو ان پر اور ان کی امتوں پر واجب ہوتا کہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کا عہد لیا تھا''(جس کا سورۃ آل عمران:۸۱ میں ذکر ہے)

نیز فرماتے ہیں:

فلو وجد فی عصرهم لزمهم اتباعه بلا شک ولهٰذا يأتی عيسیٰ فی آخر الزمان علی شريعته وهو نبی كريم علی حاله لا كما يظن بعض الناس انه يأتی واحدا من هذه الامة .نعم هو واحد من هذه الامة ، لما قلنا من اتباعه للنبی ﷺ وانما يحكم بشريعة نبينا محمد ﷺ بالقرآن والسنة وكل ما فيهما من امر ونهی فهو متعلق به كما يتعلق بسائر الامة وهو نبی كريم علی حاله لم ينقص منه شیء وكذلک لو بعث النبی ﷺ فی زمانه اوفی زمان موسی وابراهيم ونوح وآدم كانوا مستمرين علی نبوتهم ورسالتهم الی اممهم والنبی ﷺ نبی عليهم ورسول الی جميعهم فنبوته ورسالته اعم واشمل واعظم (ایضاً ج ا ص ۵،۶)''اگر آنحضرت ﷺ ان کے زمانے میں ہوتے تو بلاشک ان کو آپ کی اتباع لازم ہوتی اسی لئے عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آپ ﷺ کی شریعت پر آئیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام

اس وقت بدستور معزز نبی ہوں گے ایسے نہیں جیسے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ محض اس امت کا ایک فرد بن کر آئیں گے۔ہاں وہ اس امت کے ایک فرد ہوں گے کیونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی اتباع کریں گے۔اور کتاب وسنت کے ساتھ ہمارے نبی ﷺ کی شریعت ہی کے ساتھ فیصلہ دیں گے اور قرآن وحدیث میں جو امر ونہی ہیں ان کا حضرت عیسی علیہ السلام سے بھی اسی طرح تعلق ہے جس طرح ساری امت مسلمہ سے ہے اور وہ معزز نبی ہیں اپنے حال پر یعنی پہلے کی طرح ان کے مرتبہ سے کچھ کمی نہ ہوئی۔ اسی طرح اگر آپ ﷺ حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں بھیجے جاتے یا حضرت موسی حضرت ابراہیم حضرت نوح حضرت آدم علیہم السلام کے زمانے میں بھیجے جاتے تو وہ حضرات بدستور اپنی امتوں کے نبی اور رسول رہتے اور آنحضرت ﷺ ان کے اوپر نبی ہوتے اور ان سب کی طرف رسول ،تو آپ ﷺ کی نبوت ورسالت زیادہ عام، زیادہ شامل اور زیادہ عظیم ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ ﷺ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ كَافَّةً كُنَّا نَظُنُّ اَنَّهٗ مِنْ زَمَانِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَبَانَ اَنَّهٗ جَمِیْعُ النَّاسِ اَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ (الخصائص الکبری ج ا ص ٦) یعنی آپ کا فرمان کہ مجھے سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہم سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ کے زمانے کے لوگوں سے قیامت تک کے انسانوں کیلئے ہے پھر یہ بات واضح ہوئی کہ یہ ارشاد اولین وآخرین سب کیلئے ہے کہ آپ ﷺ سب انسانوں کے نبی ہیں اس لئے انبیاء سابقین آپ کی امت میں داخل ہیں۔

امام سبکی ،علامہ جلال الدین سیوطی امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ اور فاضل بریلوی کی ان تصریحات کے خلاف ترجمان وہابیہ تبسم شاہ صاحب کا کلام بھی ملاحظہ فرمائیے کہتا ہے:

محض ایک نانوتوی صاحب کے دِفاع کے لئے قرآن وسنت اور پوری امت کی تشریحات کو کس بے دردی سے ٹھکرا دیا جاتا ہے اس کا مظاہرہ ان لوگوں کی کتابوں میں اس طرح کے بیانات میں دیکھا جا سکتا ہے جب خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے کوئی

دوسرا معنی ہو ہی نہیں سکتا تو پھر یہ کہنا کہ حضورﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تشریف لاتے یا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان میں کہیں تشریف لاتے پھر بھی مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین رہتے۔ تو صاف پتہ چلا کہ یہ لوگ تحذیر الناس کی پیروی کرتے ہوتے خاتم النبیین کا معنی ''آخری نبی'' کی بجائے ''بالذات نبی'' لیتے ہیں۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۷۸ سطر ۴ تا ۱۰)

''بالذات نبی'' ہونے کا مطلب ہی ''نبی الانبیاء'' ہونا ہے علاوہ ازیں جس معنی کو حضرت نانوتویؒ نے بالذات سے تعبیر کیا فاضل بریلوی نے اصل الاصول اور مقصود اصلی کے لفظوں سے اس کو بیان کر دیا۔ مفتی احمد یار خان صاحب نے آپ کے آخری نبی ہونے کی وجہ اسی کو بنایا کہ آپ کی نبوت اصل ہے۔

امام سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ تو اپنی جگہ تبسم شاہ اتنا ہی بتا دے کیا واقعی فاضل بریلوی نے محض ایک نانوتوی صاحب کے دِفاع کے لئے قرآن وسنت اور پوری امت کی تشریحات کو بے دردی سے ٹھکرا کر تجلی الیقین میں یہ مضامین لکھ دیئے؟ کیا مفتی احمد یار خان صاحب نے محض ایک نانوتوی کے دِفاع کیلئے قرآن وسنت اور پوری امت کی تشریحات کو بے دردی سے ٹھکرا کر شان حبیب الرحمٰن میں ختم نبوت زمانی کی علت ''آپﷺ کی نبوت کو اصل'' کہہ کر ختم نبوت مرتبی کو بتایا، یا تبسم شاہ نے حضرت نانوتویؒ کی ضد میں قرآن وسنت اور پوری امت کی تشریحات کو بے دردی سے ٹھکرا دیا ہے؟

<u>فاضل بریلوی تحذیر الناس کے حامیوں سے:</u>

تبسم شاہ نے ختم نبوت اور تحذیر الناس کے ص ۲۱ میں پیر کرم شاہ صاحب کو تو تحذیر الناس کا حامی بتایا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ تبسم شاہ صاحب کتاب کے نئے ایڈیشن میں کس جگہ پیر کرم شاہ کے ساتھ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اور مفتی احمد یار خان صاحب کو تحذیر الناس کے حامیوں میں ذکر کرتے ہیں؟

تبسم شاہ سے سوال:

تبسم شاہ صاحب! بتایئے آپ کو تجلی الیقین کے مذکورہ بالا مضامین پسند ہیں یا نہیں؟ آپ دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کو آنحضرت ﷺ کے امتی مانتے ہیں یا نہیں؟ آپ آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر آپ تجلی الیقین کے مذکورہ بالا مضامین کو پسند کرتے ہیں، اگر آپ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو آنحضرت کے امتی مانتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء تسلیم کرتے ہیں اور تجلی الیقین کے مذکورہ بالا مضامین کو پسند کرتے ہیں تو پھر تو آپ نے اس خاتمیت رتبی کو مان لیا جس کو رد کرنے کیلئے آپ نے اتنی بڑی کتاب لکھی۔

اور اگر آپ آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء نہیں مانتے اور تجلی الیقین کے مذکورہ بالا مضامین کو پسند نہیں کرتے مفتی احمد یار خان صاحب نے ختم نبوت زمانی کی جو علت بیان کی اس سے آپ کو کراہت ہے تو بتائیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے خلاف ''ختم نبوت اور تجلی الیقین'' کے نام سے اور مفتی احمد یار خان صاحب کے خلاف ''ختم نبوت اور شان حبیب الرحمٰن'' کے نام سے آپ کی کتابیں کب شائع ہو رہی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ تحذیر الناس کی تو چند سطریں تیرے ہاں قابل اعتراض ہیں لیکن تجلی الیقین اور شان حبیب الرحمٰن میں تو صفحات کے صفحات ایسے مضامین سے بھرے ہوئے ہیں۔

سید بادشاہ تبسم کو انتباہ:

نام کے بادشاہ! اگر تو کام کا بندہ بننا چاہتا ہے تو ایسی باتیں چھوڑ دے آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ کا انکار نہ کر ورنہ تیری بادشاہی شطرنج کے بادشاہ کی بادشاہی کی طرح ہوگی۔

جواب نمبر۳:

علماءِ منطق کہتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ کبھی اس وقت بھی صادق ہو جاتا ہے جب مقدم کاذب ہو، تالی صادق۔ اس کی مثال یوں دیتے ہیں: اِنْ کَانَ زَیْدٌ حِمَارًا کَانَ حَیَوَانًا (قطبی ص ۱۱۳) ''اگر زید انسان ہو تو حیوان ہوگا'' زید ایک انسان ہے اس کا حمار ہونا جھوٹ ہے

لیکن بصورت حمار ہونے کے اس کا جاندار ہونا لازم ہے اگر چہ جاندار وہ پہلے سے ہے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آجائے یہ جھوٹ ہے آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے کوئی نیا نبی آجائے تو آپ ﷺ کی خاتمیتِ زمانی باقی نہ رہے گی لیکن ''بالفرض آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو آپ ﷺ کی خاتمیت رتبی باقی رہے گی'' اور خاتمیت رتبی آپ ﷺ کو پہلے سے حاصل ہے غرض جیسے قطبی میں ذکر کردہ قضیہ میں مقدم کاذب ،تالی صادق ہے اور قضیہ سچا ہے، حضرت ملا علی قاریؒ کے اس جملے میں: ''لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ'' (موضوعات کبیر مجتبائی ص ۵۸) اور ہمارے اس جملے میں ''بالفرض آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو آپ ﷺ کی خاتمیت رتبی باقی رہے گی'' مقدم کاذب ہے کیونکہ مقدم ہو نہیں سکتا اور تالی صادق ہے کیونکہ وہ موجود ہے اور قضیہ شرطیہ سچا ہے۔

تبسم شاہ کے نزدیک تو خیر سے ان جملوں کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے۔ مگر قطبی کے جملے کو آج تک کسی نے غلط نہیں کہا، اور شاید تبسم شاہ بھی اس کو غلط نہ کہے کیونکہ قطبی کے جملے میں آنحضرت ﷺ کی خاتمیتِ مرتبی یعنی افضلیت مطلقہ کا ذکر نہیں اور تبسم شاہ کو آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ پر مشتمل جملے ہی تو اچھے نہیں لگتے۔ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ. آمین

<u>جواب نمبر۴:</u>

اصول الشاشی میں ایک مقام پر ہے: لِاَنَّهٗ لَوْ ثَبَتَ الْحِلُّ بِتَرْكِهَا عَامِدًا لَثَبَتَ الْحِلُّ بِتَرْكِهَا نَاسِيًا. ترجمہ: اگر [ذبح کے وقت] جان بوجھ کر بسم اللہ ترک کرنے سے [جانور کے گوشت کی] حلت ثابت ہو تو بھول کر بسم اللہ چھوڑنے سے یقیناً حلت ثابت ہوگی [دلالت النص کے طور پر] اس کے عربی حاشیہ میں ہے: قَوْلُهٗ: لِاَنَّهٗ الخ فَاِنْ قِيْلَ كَلِمَةُ لَوْ

لِانْتِفَاءِ الشَّرْطِ وَالْجَزَاءِ فَيَلْزَمُ انْتِفَاءُ الْحِلِّ بِتَرْكِهَا عَامِدًا وَّنَاسِيًا جَمِيْعًا وَلَيْسَ كَذٰلِکَ بَلِ الْحِلُّ بِتَرْكِهَا نَاسِيًا ثَابِتٌ بِالاتِّفَاقِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الشَّافِعِيِّ قِيْلَ اِنَّ كَلِمَةَ لَوْ هٰهُنَا لَيْسَ لِانْتِفَاءِ الشَّرْطِ وَالْجَزَاءِ جَمِيْعًا بَلْ لِثُبُوْتِ الْجَزَاءِ عَلٰى كُلِّ تَقْدِيْرٍ عَلٰى نَحْوِ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهٖ وَبِتَقْدِيْرِ خَوْفِ اللّٰهِ لَمْ يَعْصِهٖ اَيْضًا وَقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ اَبْنَاءُ فَارِسَ (اصول الشاشی ص۸ حاشیہ۹) ترجمہ: ''تو اگر کہا جائے کہ کلمہ لَوْ شرط اور جزاء کے نہ ہونے کیلئے ہوتا ہے تو لازم آئے گا حلال نہ ہونا جان بوجھ کر اور بھول کر دونوں طرح تسمیہ چھوڑنے سے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بھول کر تسمیہ چھوڑنے سے حلال ہونا ہمارے اور امام شافعیؒ کے درمیان بالاتفاق ثابت ہے (جواب میں) کہا جائے گا کہ کلمہ لَــــوْ یہاں شرط و جزاء دونوں کے انتفاء کیلئے نہیں بلکہ ہر صورت میں جزا کے ثبوت کیلئے ہے جیسے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا قول کتنا اچھا بندہ ہے صہیب اگر اللہ سے نہ ڈرتا تو بھی اس کی نافرمانی نہ کرتا اور اللہ سے ڈرنے کی صورت میں بھی تو نافرمانی نہ کرتے۔ اور آپ علیہ السلام کا فرمان اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو اس کو ابناء فارس پالیتے''۔ مطلب یہ ہے کہ جب ایمان ثریا سے معلق نہ ہو پھر تو بدرجہ اولیٰ پالیں۔

اصول فقہ شافعی پر امام ابن السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک متن لکھا ''جمع الجوامع'' اس کی شرح کی جلال الدین محلی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے، اس پر حواشی ہیں شیخ حسن عطار رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ عبدالرحمٰن شربینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے۔ اس میں لَــــوْ کی بحث میں یہ دو مثالیں بھی ہیں ایک حضرت عمرؓ کا قول حضرت صہیبؓ کے بارے میں لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهٖ اور وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث نبوی نہیں ہے۔ دوسرے لَــــوْلَمْ تَكُنْ رَبِيْبَتِيْ فِيْ حِجْرِيْ مَا حَلَّتْ لِيْ اِنَّهَا لَابْنَةُ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ

حضرت ام سلمہ کی بیٹی کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی (جمع الجوامع مع الحواشی ج۱ ص۴۵۵) کہ اگر وہ میری پرورش میں نہ ہوتی یعنی میری منکوحہ کی بیٹی نہ

ہوتی تو بھی میرے لئے حلال نہیں وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ میری ربیبہ ہے اس لئے میرے لئے حلال ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر یہ سبب نہ ہوتو دوسرا سبب پہلے سے موجود ہے اس کی وجہ سے بھی وہ میرے لئے محرم ہے۔

اسی طرح تحذیر الناس کے متنازعہ جملوں کو سمجھ لیں کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو افضل واعلیٰ آپ ﷺ ہی رہیں گے۔اور جب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں پھر تو آپ ﷺ افضل واعلیٰ ہیں ہی۔مگر یہ بات تب سمجھ آئے جب دِل میں آنحضرت ﷺ کی افضلیت مطلقہ کی قدر ہو۔اللہ تعالیٰ ہمارے دِلوں کو آپ ﷺ کی سچی محبت سے بھر دے آمین۔

<u>تبسم شاہ کی حالت قابل رحم:</u>

الغرض تبسم شاہ نے جس قاعدے کو ص۲۷۲ سطر۵ میں کلیہ کہا اس کو نہ محقق نحوی کلیہ مانتے ہیں، نہ علماءِ اصول نہ علماءِ تفسیر نہ علماءِ حدیث، نہ قرآن کی آیات سے اس کا کلیہ ہونا ثابت، نہ احادیث نبویہ سے اس کی تائید۔لگتا ہے کہ اس شخص کو کسی علم سے کچھ مناسبت نہیں، پھر اِس کی جرأت دیکھو کہ ساری امت مسلمہ کے عقیدہ کے برخلاف یہ شخص نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو کافر کہنے پر مصر ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ کاملہ کو باطل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

<u>جواب نمبر۵:</u>

اور اگر تمہارا لَـــوْ شرطیہ کے ایک ہی معنی پر اصرار ہے تو اُس معنی کے اعتبار سے بھی حضرتؒ کی عبارت غلط نہیں حضرتؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ

اگر بالفرض آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آجاتا اور آپ ﷺ خاتم زمانی نہ رہتے تو بھی آپ خاتم مرتبی رہتے مگر خاتم زمانی کے بغیر۔اور چونکہ خاتم مرتبی ہونا بغیر خاتمیتِ زمانی کے ہونہیں سکتا اس لئے آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔اور آپ خاتمیتِ زمانی کے بغیر خاتم مرتبی نہیں ہوسکتے بلکہ بیک وقت آپ خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم رتبی بھی۔ بتا کیا یہ معنی درست

ہے یا نہیں اور کیا یہ معنی حضرت نانوتویؒ کی اپنی تصریحات کے مطابق ہے یا نہیں؟

مثال سے وضاحت:

مشرکین مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ☆ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ** (النجم: ۲۱،۲۲) ترجمہ فاضل بریلوی: ''کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی، جب یہ تو سخت بھونڈی تقسیم ہے''۔

نیز فرمایا: **فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ☆ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَٰئِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ☆ أَلَآ إِنَّهُم مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ☆ وَلَدَ اللَّهُ لا وَإِنَّهُمْ لَكَٰذِبُونَ ☆ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ☆ مَا لَكُمْ قف كَيْفَ تَحْكُمُونَ** (الصافات: ۱۴۹ تا ۱۵۴)

ترجمہ فاضل بریلوی: تو ان سے پوچھو کیا تمہارے رب کیلئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر تھے سنتے ہو بے شک وہ اپنے بہتان سے کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں کیا اس نے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر تمہیں کیا ہے کیسا حکم لگاتے ہو؟

ان آیات کو پڑھ کر'' **لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ** '' جیسی آیات سے قطع نظر کرتے ہوئے کوئی ملحد کہے کہ قرآن کی رو سے خدا تعالیٰ کیلئے بیٹے ہیں بیٹیاں نہیں وہ بھی تبسم شاہ جیسا ہوگا جو خاتمیتِ زمانی کی صریح عبارات کو دیکھ کر اس پر مصر ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کیلئے افضلیتِ مطلقہ کا عقیدہ رکھے ختم زمانی کے انکار کی وجہ سے کافر ہے)۔ تف ہے ایسے ایمان پر۔ کاش ایسا شخص پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

دوسری مثال:

ملا علی قاریؒ: ''**لو عاش ابراهيم وصار نبيا وكذا لو صار عمر نبيا لكانا من اتباعه عليه السلام** '' کے بعد لکھتے ہیں: **كعيسى والخضر والياس عليهم السلام فلا يناقض قوله تعالىٰ خاتم النبيين <u>اذ المعنى انه لا يأتى بعده نبى ينسخ ملته ولم</u>**

یکن من امتہ ویقوی حدیث لو کان موسی علیہ السلام حیا لما وسعہ الا اتباعی (الموضوعات الکبیر ص ۵۸، ۵۹) ملا علی قاریؒ کی اس عبارت کو مرزائی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبی ہو سکتے ہیں جیسے مرزا قادیانی معاذ اللہ تعالیٰ (دیکھئے مرزائیوں کی کتاب مکمل تبلیغی پاکٹ بک ص ۲۷۵) ملا علی قاریؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر یہ بات لکھی۔ آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کو وہ بھی کافر کہتے ہیں مرزا قادیانی اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والے ملا علی قاریؒ کے نزدیک بھی پکے کافر ہیں۔

ملا علی قاریؒ کی عبارت میں کچھ اشتباہ ہے (۱) مگر تبسم شاہ صاحب وہاں خاموش ہیں اور حضرت نانوتویؒ نے تو کوئی ایسی مشتبہ بات بھی نہ کہی (۲) مگر تو ان کو خاتمیتِ زمانی کا منکر ہی کہے جا رہا ہے۔ بلکہ انہوں نے تو نہایت عجیب دلائل کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی بھی

---

۱) الحمد للہ ہم ملا علی قاریؒ کا دفاع کرتے ہیں، عبارت کا صحیح معنی بیان کر کے مرزائیوں کا منہ بند کرتے ہیں یقین نہ آئے تو دیکھ لے دافع الوسواس کا مقدمہ ص ۲۷ نیز ص ۴۷ تا ۵۱

۲) البتہ مرزائی ایسا بہتان باندھتے ہیں چنانچہ محمد صادق ساٹری مرزائی تحذیر الناس ص ۲۸ کے حوالے سے لکھتا ہے: مولانا محمد قاسم نانوتوی اہل سنت کے عقیدہ کا خلاصہ یوں بتاتے ہیں:

علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہمعصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا (حقانیت احمدیت ص ۲۰۹)

﴿الجواب﴾ یہ حضرت نانوتویؒ پر بہتان ہے پوری تحذیر الناس پڑھ لیں کہیں بھی حضرت نانوتویؒ نے ایسی بات نہیں لکھی۔ ہاں تحذیر الناس کے آخر میں ملحق مولانا لکھنویؒ کے کلام کا حصہ ہے پورا کلام نہیں۔ دافع الوسواس کے مقدمہ ص ۱۲ میں ہم نے اس کا صحیح معنی بیان کر کے ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو منصبِ نبوت ملنے کے مولانا لکھنویؒ ہرگز قائل نہیں ہیں۔

قسم کی نبوت کا نہ ہونا ثابت کیا ہے اور نہ سہی اپنی اس کتاب کے صفحہ ۴۸۶، ۴۸۷ میں لگائے گئے تحذیرالناس کے صفحات ہی دیکھ لے(۱) مگر تو بھی کیا کرے : فَـإِنَّهَـا لَا تَـعْـمَـى الْأَبْصَـارُ وَلٰـكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (الحج:۴۶)

﴿جواب نمبر ۶﴾

تو نے جس قاعدہ کو کلیہ کہا وہ کلیہ نہیں۔ اپنے مطالعہ کو وسعت دیتا تو پتہ چلتا کہ علماءِ نحو اور علماءِ بلاغہ نے اس کے کلیہ ہونے پر کڑی تنقید کی ہے اور قرآن وحدیث کے جملوں سے اس کے کلیہ نہ ہونے کو ثابت کیا ہے(دیکھئے علم بلاغہ پر علامہ سیوطیؒ کی مشہور کتاب عقود الجمان مع الشرح ص ۱۳۱، ۱۳۲ للعلامۃ عبدالرحمٰن بن عیسی بن مرشد العمریؒ۔ اوضح المسالک لابن ہشام ص ۲۵۰، ۲۵۱، حاشیۃ الخضری علی شرح ابن عقیل ج ۲ ص ۱۲۷، ۱۲۸۔ شرح جامی مع الحواشی ص ۳۹۶، ۳۹۷، تکملۃ عبدالحکیم علی حاشیۃ عبدالغفور ص ۵۵۲)

ملا جامیؒ حرف لَـــوْ کا ایک استعمال یہ بتاتے ہیں کہ اس سے چیز کے استمرار ودوام کو بیان کرنے کا قصد ہوتا ہے جیسے لَوْ اَهَـانَـنِيْ لَاَكْرَمْتُهٗ ”اگر وہ میری توہین کرتا تو میں اس کی

---

(۱) حضرت نانوتویؒ نے تحذیرالناس سے ان صفحات میں یہ ثابت کیا ہے کہ جو نبی سب سے اعلیٰ ہو عقلی طور پر بھی اس کو سب انبیاء کے بعد ہی آنا چاہئے۔ اور سب سے اعلیٰ نبی آنحضرت ﷺ ہیں اس لئے وہ سب سے آخری نبی ہیں۔ اور حضرت کی یہ دلیل محض عقل نہیں بلکہ آپ دیکھیں گے کہ قرآن پاک کی نصوص قطعیہ سے ماخوذ ہے۔

آپ کی ذکر کردہ دلیل کا آسان لفظوں میں خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننے کی صورت میں اس کے دین کو اعلیٰ ماننا بھی باطل ہے اور برابر یا ادنیٰ ماننا بھی۔ اس لئے آپ ﷺ کے بعد کسی نئے آدمی کا نبی ہونا ہی باطل ہے پہلا احتمال اس لئے باطل ہے کہ جب نبی ﷺ کو ہم نے اعلیٰ مانا تو آپ ﷺ کا دین بھی اعلیٰ ہوا آپ ﷺ کے علوم بھی اعلیٰ ہوئے اس لئے آپ کے بعد (باقی آگے)

عزت کرتا'' جب دوسرے کی طرف سے توہین کے باوجود اِدھر سے عزت ہوتی ہو تو اُدھر سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آنے والا نبی نہ آپ ﷺ سے اعلیٰ ہوسکتا ہے اور نہ برابر۔ بعد میں آنے والے کا ادنیٰ ہونا اس لئے باطل ہے کہ بعد میں آنے کی وجہ سے اس نبی کا دین آپ ﷺ کے دین کا ناسخ ہوگا جبکہ شریعت کا قاعدہ ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ کے لئے ناسخ نہیں ہوسکتا اللہ کا ارشاد ہے ﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا﴾، اور اگر یہ کہا جائے تو بعد میں آنے والے کا دین اسلام کے مخالف نہ ہو تو اب بعد میں آنے والے کو وہی علوم محمدی دیئے جائیں گے یا کوئی اور۔ اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں اس لئے کہ جب اللہ کے وعدے کے مطابق اسلام کے علوم محفوظ ہیں تو انہی کو دوبارہ نازل کرنے کی کیا ضرورت ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ دیگر علوم اس لئے نہیں کہ قرآن میں ہر چیز کی وضاحت کردی گئی۔ ﴿وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ﴾ (تحذیر الناس طبع جدید ص۵۲ تا ۵۳ سطر۳) تبسم سے ہوسکے تو اس دلیل کو توڑ کر دکھائے۔ اور اگر چاہے تو اس مقصد کیلئے اپنے ساتھ لاہوری اور قادیانی مرزائیوں بھی ملالے۔ اب حضرت کے استدلال کو جدول میں ملاحظہ فرمائیں۔

دین متاخر			
مخالف دین محمدی		غیر مخالف دین محمدی	
اعلیٰ علوم	ادنی علوم	وہی علوم محمدی	ان کے علاوہ اور علوم
ادنیٰ کے علوم کا اعلیٰ ہونا ناممکن [تو آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں]	یہ پہلے دین کو منسوخ نہ کریں مذکورہ بالا آیت کریمہ کی وجہ سے [تو آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں]	ان کی وحی کی ضرورت نہیں وعدہ حفاظت کی وجہ سے [تو آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں]	ان کی بھی ضرورت نہیں قرآن کے تبیانا لکل شیء ہونے کی وجہ سے [تو آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں]

عزت ہوتو پھر عزت کیوں نہ ہوگی؟ (شرح جامی ص ۳۹۷) ایسے ہی تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب سمجھ لیں کے اگر بالفرض خاتمیت زمانی نہ ہوتی تب بھی خاتمیت رتبی پائی جاتی۔ اور جب آپ کیلئے خاتمیت زمانی ثابت ہے تو **دلالۃ النص** کے ساتھ بدرجہ اولیٰ آپ کیلئے خاتمیت رتبی ثابت ہوئی۔

امام ابن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ نے **مغنی اللبیب عن کتبِ الاعاریب** ص ۲۵۷ تا ص ۲۶۴ میں ''لَوْ'' کے معانی پر بڑی تفصیلی بحث کی فرماتے ہیں نحویوں کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے کہ لَوْ شرط اور جواب دونوں کے امتناع کیلئے ہوتا ہے مگر بہت سے مقامات میں یہ قاعدہ باطل ٹھہرتا ہے پھر انہوں نے اس کی بہت سی مثالیں ذکر کی ہیں۔ راقم چند مثالوں کی آسان الفاظ میں وضاحت کرتا ہے۔ آیات کے ترجمے فاضل بریلوی کے ہیں اور ضروری تفسیر مفتی نعیم الدین مراد آبادی صاحب کی ہے۔

[۱] ارشاد فرمایا: وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ (الانعام :۱۱۱) ترجمہ: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھالاتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ ہوتے مگر یہ کہ خدا چاہتا ولیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں (کنز الایمان ص ۲۰۵)

(شان نزول) ابن جریر کا قول ہے کہ یہ آیت استہزا کرنے والے قریش کی شان میں نازل ہوئی انہوں نے سید عالم ﷺ سے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) آپ ہمارے مردوں کو اٹھا لایئے ہم ان سے دریافت کرلیں کہ آپ جو فرماتے ہیں یہ حق ہے یا نہیں اور ہمیں فرشتے دکھایئے جو آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں یا اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لایئے اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خزائن العرفان ص ۲۰۵)

اس میں پہلی خط کشیدہ عبارت شرط ہے دوسری خط کشیدہ عبارت جزا ہے۔ آیت کریمہ

کا معنی تو یہی ہے کہ اگر ان کفار کے مطلوبہ معجزات دکھا بھی دیئے جاتے تو یہ تب بھی ایمان نہ لاتے إِلَّآ أَنْ يَشَـآءَ اللّٰـهُ ۔اور جب انہوں نے مطلوبہ معجزات نہ دیکھے تو دلالۃ النص کے طور پر بدرجہ اولیٰ ایمان سے محروم رہے۔مگر آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ سے بغض رکھنے والے تبسم شاہ کے قاعدہ کے مطابق معنی یہ بنتا ہے کہ استہزاء کرنے والے ان کفار کے سامنے یہ معجزات ظاہر نہ ہوئے اور وہ ایمان لے آئے۔اور یا اس کے ہاں تو جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے(ص۲۷۲)معاذ اللہ تعالیٰ۔

[۲] ارشادفرمایا: وَلَوْ أَنَّـمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ (لقمان:۲۷) ترجمہ:اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہوجائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو،اس کے پیچھے سات سمندر اور[ساری خلق اللہ تعالیٰ کے کلمات کو لکھے اور وہ تمام قلم اور ان تمام سمندروں کی سیاہی ختم ہوجائے]تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی[کیونکہ معلوماتِ الٰہیہ غیر متناہی ہیں](کنزالایمان مع خزائن العرفان ص۵۹۹)

آیت کریمہ میں پہلی خط کشیدہ عبارت شرط دوسری خط کشیدہ عبارت جزا ہے۔آیت کا معنی تو واضح ہے کہ اگر سات سمندروں کی سیاہی اور دنیا بھر کے درختوں سے بنے ہوئے قلموں سے اللہ کے کلمات لکھے جائیں تو ختم نہ ہوں اور جب اتنی سیاہی اور اتنے قلم نہیں تو دلالۃ النص کے ساتھ بدرجہ اولیٰ اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوئیں۔مگر شان رسالت کے ذکر سے جلنے والے تبسم شاہ کے کہنے کے مطابق آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے سب درخت قلم نہ بنے سب سمندر سیاہی نہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی باتیں معاذ اللہ ختم ہوگئیں۔تبسم شاہ بخاری! کیا اس قرآنی جملہ کے بارے میں بھی تو یہ کہے گا کہ جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے؟

[۳] ارشادفرمایا:ذٰلِكُـمُ اللّٰـهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّـذِيْـنَ تَـدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَـمْـلِكُـوْنَ مِـنْ قِـطْـمِيْـرٍ ☆ إِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ ج وَلَوْ سَـمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ (الفاطر:۱۳،۱۴)ترجمہ: یہ ہے اللہ تمہارا رب،اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے

سوا جنہیں تم پوجتے ہو [یعنی بت] دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں [کیونکہ جماد بے جان ہیں] اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روا نہ کر سکیں [کیونکہ اصلاً قدرت واختیار نہیں رکھتے] (کنز الایمان مع خزائن العرفان ص ۶۳۲) یعنی جب سن کر حاجت روائی نہ کر سکیں تو جب سنتے ہی نہیں تو دلالۃ النص سے بدرجہ اولیٰ حاجت روئی نہ کر سکیں۔

آیت ۱۴ میں خط کشیدہ جملے کا معنی مندرجہ بالا تفسیر کی رو سے آنحضرت ﷺ کی افضلیت مطلقہ سے حسد کرنے والے تبسم شاہ کے کہنے کے مطابق یوں بنتا ہے کہ ان بتوں نے سنا نہیں اور پکارنے والوں کی حاجت روائی کر دی۔ تبسم شاہ کی مایہ ناز تحقیق کے مطابق تو بتوں کے پجاریوں کو یہ حق ہے کہ وہ کہیں کہ جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے اور طعنے ہمیں دیئے جا رہے ہیں۔

[۴] ارشاد فرمایا: وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ط وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (الانفال: ۲۳) اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی [یعنی صدق ورغبت] جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر [بحالتِ موجودہ یہ جانتے ہوئے کہ ان میں صدق رغبت نہیں ہے] سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کار پلٹ جاتے [اپنے عناد اور حق سے دشمنی کے باعث] (کنز الایمان مع خزائن العرفان ص ۲۶۰)

علامہ ابن ہشامؒ نے ایک موقع پر بہت قیمتی بات ارشاد فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ان کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ موصوف لکھتے ہیں: **فهذا وامثاله يعرف ثبوته بعلة اخرى مستمرة على التقديرين والمقصودُ من هذا القسم تحقيق ثبوت الثاني واما الامتناع في الاول فانه وان كان حاصلا لكنه غير مقصود** (مغنی اللبیب ج ۱ ص ۲۵۹ سطر ۱۴ تا ۱۶) ترجمہ: ''اس قسم کے جملوں میں اس کا ثبوت کسی اور علت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے جو دونوں صورتوں میں باقی رہتی ہے اس قسم کا مقصد دوسرے کو ثابت کرنا ہوتا ہے

اور پہلے کا نہ ہونا اگرچہ وہ حاصل ہوتا ہے مگر مقصود نہیں ہوتا''۔ اسی طرح تحذیر الناس کے ان جملوں میں اصل مقصد خاتمیتِ رتبی اور افضلیتِ مطلقہ کا بیان کرنا ہے رہی خاتمیتِ زمانی اس کو تو حضرت خود اسی کتاب میں اس سے پہلے مبرہن کر چکے ہیں۔ جس کو ہم نے چند صفحات پہلے حاشیہ میں ذکر کر چکے ہیں۔

بہرحال سورۃ الانفال کی اس آیت کا مطلب تو یہی ہے کہ اگر اس حال میں جبکہ ان کفار میں سچی رغبت نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کفار کو سنا دیتا تو بھی یہ منہ پھیر لیتے مگر شانِ رسالت کو برداشت نہ کرنے والے تبسم شاہ کے کہنے کے مطابق خط کشیدہ جملہ شرطیہ کا معنی یوں بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضد کرنے والے کافروں کو سنایا نہیں اور ان لوگوں نے منہ نہیں پھیرا بلکہ وہ ایمان لے آئے۔ یا پھر تبسم شاہ کے نزدیک جملے کی ساخت ہی درست نہیں۔

[۵] حضرت عمرؓ کی طرف ایک قول منسوب ہے کہ انہوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی مدح میں فرمایا: نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهٖ ''صہیب کتنا اچھا بندہ ہے اگر وہ اللہ سے نہ ڈرتا تو بھی اس کی نافرمانی نہ کرتا'' علماء نے اس کا یہ معنی کیا کہ وہ اللہ سے محبت اور ادب کی وجہ سے اس کی نافرمانی نہیں کرتے تھے۔ (شرح عقود الجمان للسیوطی ج ا ص ۱۳۲، حاشیۃ الخضری علی شرح ابن عقیل ج ۲ ص ۱۲۸، مغنی اللبیب ج ۲ ص ۲۶۰) تبسم شاہ کے کہنے کے مطابق اس کا معنی یہ بنتا ہے کہ صہیب اللہ سے ڈرتا ہے اس لئے اس کی نافرمانی کرتا ہے۔

[۶] امام ابوبکر جصاص رازی حنفیؒ فرماتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَقَدْ تَحَدَّى اللّٰهُ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ بِالْعَجْزِ عَنِ الْإِتْيَانِ بِمِثْلِ الْقُرْآنِ بِقَوْلِهٖ: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا [بنی اسرائیل:۸۸] فَلَمَّا ظَهَرَ عَجْزُهُمْ قَالَ : أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [ہود:۱۳] فَلَمَّا عَجَزُوْا قَالَ :

فَلْيَأْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ إِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ [الطّور:۳۴]فَتَحَدَّاهُمْ بِالْإِتْيَانِ بِمِثْلِ اَقْصَرِ سُوْرَةٍ مِنْهُ فَلَمَّا ظَهَرَ عَجْزُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَامَتْ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ وَاَعْرَضُوْا عَنْ طَرِيْقِ الْمُحَاجَّةِ وَصَمَّمُوْا عَلَى الْقِتَالِ وَالْمُغَالَبَةِ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ بِقِتَالِهِمْ وَقِيْلَ فِيْ قَوْلِهٖ : وَادْعُوْا شُهَدَاءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[البقرة:۲۳] اِنَّهٗ اَرَادَ بِهٖ اَصْنَامَهُمْ وَمَاكَانُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَزْعُمُوْنَ اَنَّهَا تَشْفَعُ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَقِيْلَ اِنَّهٗ اَرَادَ جَمِيْعَ مَنْ يُصَدِّقُكُمْ وَيُوَافِقُكُمْ عَلٰى قَوْلِكُمْ وَاَفَادَ بِذٰلِكَ عَجْزَ الْجَمِيْعِ عَنْهُ فِيْ حَالِ الْاجْتِمَاعِ وَالْانْفِرَادِ كَقَوْلِهٖ: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا[بنی اسرائیل: ۸۸] (احکام القرآن للجصاص ج۱ص۲۹)

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ نے اپنے قول:قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا[بنی اسرائیل :۸۸] سے سب جن وانس کو یہ چیلنج سنا دیا کہ وہ قرآن جیسی کتاب لانے سے عاجز ہیں پھر جب ان کا عجز ظاہر ہو گیا تو فرمایا: أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ط قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ

---

۱) مولانا احمد رضا خان بریلوی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:''تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو''۔مفتی نعیم الدین مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں:مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنالیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی تکذیب کی کہ خالق کے کلام کی مثل مخلوق کا کلام ہو ہی نہیں سکتا اگر وہ سب باہم مل کر کوشش کریں جب بھی ممکن نہیں کہ اس کلام کے مثل لا سکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا تمام کفار عاجز ہوئے اور انہیں رسوائی اٹھانی پڑی اور ایک سطر بھی قرآن کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کر سکے (کنز الایمان مع خزائن العرفان ص۴۲۱،۴۲۲)

وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [ہود:۱۳]، اور جب وہ عاجز آ گئے تو فرمایا: فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ إِنْ كَانُوْا صَادِقِيْنَ [الطّور:۳۴] پھر ان کو قرآن کریم کی مختصر ترین سورت کی مثل لانے کا جب ان کا اس سے عجز ظاہر ہوا، ان پر حجت قائم ہوگئی اور انہوں نے بحث کے راستے سے رخ موڑ کر لڑائی اور مقابلے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ان سے لڑنے کا حکم دیا۔ کہا گیا کہ اللہ کے قول: وادعوا شهداء كم من دون الله [البقرۃ: ۲۳] میں ان کے بتوں کا اور اللہ کے سوا معبودوں کا ارادہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ان کے معبود اللہ کے ہاں ان کیلئے سفارش کریں گے اور کہا گیا کہ وہ تمام مراد ہیں جو بات کی تصدیق وموافقت کریں اس سے معلوم ہوا کہ سب عاجز ہوگئے اکٹھے ہونے کی حالت میں یا تنہا ہونے کی حالت میں جیسے اس کا قول: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا'' [بنی اسرائیل:۸۸]۔

یہاں بھی محال کو فرض کیا گیا ہے۔ معنی یہ ہے کہ ایک دو تو کیا سارے انسان وجن اولین وآخرین اکٹھے ہو جائیں اور سارے مل کر بھی قرآن کی مثل لانا چاہیں تو لا نہیں سکتے۔

یاد رہے کہ جتنی آیات امام جصاصؒ نے پیش کی ہیں ان سب میں تحدی کے موقع پر جمع کے صیغے لائے گئے ہیں کسی میں واحد کا صیغہ نہیں مگر امام جصاصؒ کہتے ہیں کہ وہ الگ الگ رہیں یا اکٹھے ہوں ہر حال میں اس کی مثل لانے سے عاجز ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب سب مل کر اس کی مثل لانے سے عاجز رہے تو ایک ایک شخص کا انفرادی حالت میں اس کی مثل لانے سے عاجز ہونا دلالۃ النص سے بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔

جبکہ ترجمان وہابیہ تبسم شاہ بخاری کے نزدیک اس جملے کی ساخت ہی درست نہیں کیونکہ اس کا یہ مطلب بنتا ہے: کہ سارے جن وانس قرآن کے مقابلے کیلئے اکٹھے نہیں ہوئے اور قرآن کی مثل لے بھی آئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ

ایک اور انداز سے:

تبسم شاہ کا کوئی مداح اس کی اس کتاب ''ختم نبوت اور تحذیر الناس'' کے بارے میں کہے کہ سارے دیوبندی بھی مل جائیں تو اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ تبسم شاہ! یہ تو بتا کہ تو اس جملے پر خوش ہوگا یا اس جملے کی ساخت کو غلط کہہ کر اپنے مداح کو منکرِ خاتمیتِ زمانی کا خطاب دے کر کافر کہے گا اور کہے گا تیرے جملے کی تو ساخت ہی غلط ہے تیرے کہنے کے مطابق معنی یہ بنتا ہے کہ سارے دیوبندی اکٹھے نہ ہوئے اور کتاب کا رد آ بھی گیا۔ یا جملے کی ساخت کے غلط ہونے کا خطاب تو نے صرف آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ بیان کرنے والے جملوں کے ساتھ خاص کر رکھا ہے؟

﴿حدیث نبوی سے مثالیں﴾

[۱] مسلم باب تحریم الظلم میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مشہور حدیثِ قدسی ہے جس میں درج ذیل خط کشیدہ تین جملے شرطیہ بھی ہیں: [۱] يَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَازَادَ ذٰلِكَ فِیْ مُلْكِیْ شَيْئًا [۲] يَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِیْ شَيْئًا [۳] يَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُوْنِیْ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ

(مسلم بتحقیق محمد فؤاد عبد الباقی ج۴ص۱۹۹۴،۱۹۹۵حدیث۲۵۷۷)

پہلے جملہ شرطیہ میں بتایا گیا کہ اگر سارے جن وانس خدا کی نافرمانی چھوڑ کر انتہائی متقی پرہیز گار بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا کیونکہ اضافہ وہاں ہوتا ہے جہاں کمی ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں تو اضافہ کیسے؟ دوسرے جملہ شرطیہ میں یہ بتایا گیا کہ اگر سب جن وانس انتہائی نافرمان گناہ گار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ تیسرے جملہ شرطیہ میں یہ بتایا کہ اگر سب جن وانس ایک وقت میں اللہ سے دعائیں کرنے

لگیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کی مرادیں پوری کرتا رہے تو بھی اس کے خزانوں میں کچھ کمی نہ آئے گی۔ دلالۃ النص سے یہ بات بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے کہ جب یہ سب کام نہ ہوئے تو اس کی بادشاہت میں یقیناً کچھ فرق نہ آیا اور اس کے خزانوں میں کچھ کمی نہ ہوئی؟

سید تبسم شاہ کے نزدیک تو معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئی حدیثِ قدسی کے ان جملوں کی ساخت ہی درست نہیں کیونکہ پہلے جملہ شرطیہ کا معنی وہ یہ بناتا ہے کہ سب جن وانس انتہائی نیک دِل نہ ہوئے اس لئے اللہ کی بادشاہت میں اضافہ ہوگیا دوسرے جملہ شرطیہ کا یہ معنی لیتا ہے کہ سب جن وانس انتہائی نافرمان گناہ گار نہ ہوئے اس لئے اللہ کی بادشاہت میں کمی آ گئی۔ تیسرے خط کشیدہ کا معنی یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ سب جن وانس نے ایک میدان میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہ کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حاجت روائی نہ کی اس لئے اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کمی آ گئی۔ معاذ اللہ تعالیٰ

[۲] آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی کے بارے میں فرمایا: ''<u>اِنَّـهَا لَوْ لَـمْ تَـكُـنْ رَبِـيْـبَتِـيْ فِيْ حِجْرِيْ مَا حَلَّتْ لِيْ اِنَّـهَا لَابْنَةُ اَخِيْ مِنَ</u> الـرَّضَـاعَةِ'' (بخاری ج۲ص۶۴ ۷ واللفظ لہ مسلم ج۲ص۴۶۸) ''اگر وہ میری پرورش میں نہ ہوتی تو میرے لئے حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے''۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کیلئے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے حلال نہ ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ آپ ﷺ کی پرورش میں ہے یعنی ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی بیٹی ہے دوسرے یہ کہ وہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے آپ علیہ السلام کی رضاعی بھتیجی ہے'' تو اگر وہ صرف آپ ﷺ کی ربیبہ ہوتی تو بھی حلال نہ تھی اور اب جبکہ وہ رضاعی بھتیجی بھی ہے تو دلالۃ النص سے بدرجہ اولیٰ حلال نہ ہوگی (از مغنی اللبیب ج۱ص۲۶۰)

مگر تبسم شاہ صاحب کے ہاں معنی یہ بنتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ربیبہ ہے اس لئے آپ کیلئے حلال ہے اس لئے کہ وہ آپ کے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

تبسم شاہ اوراس کی کتاب کی تعریف کرنے والے کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس جملے کی تو ساخت ہی درست نہیں پھر تو تبسم شاہ اور اس کے مادحین کے کہنے کے مطابق معاذ اللہ ثم معاذ اللہ آنحضرت ﷺ کو عربی کلام بھی نہ آتا تھا۔

اگر یہ سب جملے درست ہیں اور یقیناً درست ہیں تو بتایا جائے کہ تحذیر الناس کے جملوں کی ساخت کو کیوں غلط کہا گیا؟ کیا اس وجہ سے کہ ان میں آنحضرت ﷺ کی افضلیت مطلقہ کا بیان ہے تو کیا جس جملے میں آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ کا بیان ہو تمہارے نزدیک اس کی ساخت درست نہیں۔ یا اس وجہ سے درست نہیں کہ لکھنے والا محمد قاسم نانوتویؒ ہے اور تمہیں اس سے اختلاف ہے۔ تو بتا جس سے تجھے اختلاف ہو اس کی زبان سے آنحضرت ﷺ کی شان میں نکلے ہوئے جملوں کی ساخت غلط ہو جائے گی۔ اگر تیرے دِل میں آنحضرت ﷺ کی سچی محبت ہوتی تو ان جملوں کی وجہ سے تو ان کے قائل سے محبت کا اظہار کرتا مگر تو نے اپنے ذاتی رجحان کو دیکھا اور نبی کریم ﷺ کی افضلیت مطلقہ کے بارے میں نکلے ہوئے جملوں کو ناپسند کر گیا۔

﴿حضرت نانوتویؒ پر ایک اور اعتراض اور اس کا جواب﴾

حضرت نانوتویؒ نے کہا جیسے فرائض اور وتروں کی رکعات کا منکر کافر ہے ایسے ہی ختم نبوتِ زمانی کا منکر کافر ہے (تحذیر الناس طبع قدیم ص۱۰) تبسم شاہ کا اس پر اعتراض یہ ہے کہ وتروں کی تعداد میں روایات مختلف ہے ان کے منکر کو کافر کس طرح کہا جا سکتا ہے؟ (ص ۳۰۷)

﴿الجواب﴾

[۱] وتروں کے بارے میں اس پر اتفاق ہے کہ ان کی تعداد طاق ہے اور یہی حضرتؒ کی مراد ہے اور ان کی تعداد کے طاق ہونے کا منکر یقیناً کافر ہے۔ تجھے اس سے اتفاق نہیں تو اس کی نقیض ثابت کر

[۲] فرائض کی رکعات کے منکر کو تو تو نے بھی اسی صفحے میں کافر مانا ہے اچھا بتا چوبیس گھنٹوں میں کتنی رکعات فرض ہیں؟ پھر اس کے بعد بتا کہ جمعہ پڑھنے والے پر چوبیس گھنٹے میں کتنی

رکعات فرض ہیں؟ اور مسافر پر حالتِ سفر میں چوبیس گھنٹوں میں کتنی رکعات فرض ہیں؟ اگر جواب مختلف ہے تو بتا کہ فرائض کی تعداد کے منکر کو کس معنی میں تو کافر کہہ رہا ہے؟

[۳] زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ سے منکر ختم نبوت کے کفر پر استدلال کرنے میں خطا ہوگئی وتروں کی رکعات کا ذکر ان کو نہ کرنا چاہئے تھا صرف فرائض کی رکعات پر اکتفا کرنا چاہئے تھا، لیکن کیا اس کی سزا یہی ہے کہ اُن کو کافر ہی کہا جائے ختم نبوتِ زمانی کا منکر ہی کہا جائے۔ ارے وتروں کی تعداد کے منکر کو کافر کہنے سے ختم نبوت زمانی کے منکر کس طرح بن گئے؟ بہر حال تیرا جو اصل دعوی ہے وہ تو بلا دلیل ہی رہا۔

﴿تبسم شاہ کا ایک اور حربہ﴾

حضرت نانوتویؒ اور ان کے عقیدت مندوں کے بارے میں تبسم شاہ کہتا ہے:

''یہ لوگ بعد زمانہ نبوی ﷺ کسی نبی کا آنا مانتے ہیں'' (ص۴۶۹ سطر۲،۳)

اقول: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے تو بیشک حضرت نانوتویؒ بھی قائل ہیں اور ان کے عقیدت مند بھی مگر ان کے علاوہ کسی اور نبی کے آنے کا اعتقاد، تو یہ تبسم شاہ کا نرا بہتان ہے وہ پوری کتاب میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب سے ایک بھی جملہ ایسا نہ لا سکا جس میں یہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آئیگا سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ جب ایک آدمی زبان سے کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور دِل سے بھی وہ اس کو مانتا ہے تو تیرے اس الزام سے وہ اللہ کے ہاں مرزائی تو شمار نہیں ہوگا۔ ہاں تیرا ایمان خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

لے دے کے تبسم شاہ حضرت نانوتویؒ کا ایسا جملہ لایا جس میں ہے کہ ''خدائے قدیر کو ایسے صاحبِ کمال کا ثانی (یعنی آپ ﷺ کی مثل۔ راقم) بنا دینا کچھ دشوار نہیں'' (ص۴۶۸ سطر۳،۴) پھر لکھتا ہے: اس عبارت میں وعدۂ الٰہیہ یہ بتایا کہ وہ آپ ﷺ کا ثانی نہیں بنائے گا پھر لکھ دیا کہ وہ ثانی بنائے تو اسے کچھ دشوار نہیں اُسے تھکاوٹ نہیں کرتی <u>گویا وعدہ کے خلاف کرے تو کوئی حرج نہیں</u>'' (ص۴۶۸ سطر۶ تا۸)

﴿الجواب﴾

خط کشیدہ عبارت نہ حضرت نانوتویؒ نے کہی نہ ان کی عبارت کا یہ مفہوم ہے۔ اس عبارت کی وجہ سے کافر ہوگا تو تبسم شاہ ہوگا کیونکہ اس عبارت کا کہنے والا وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ کفریہ جملہ بنائے کوئی، اور کافر کوئی اور ہو جائے۔ بلکہ کفریہ جملہ بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنے والا دہرا مجرم ہے ایک اپنے کفر کا مجرم، دوسرے بے گناہ پر بہتان باندھنے کا مجرم۔ ارشادِ باری ہے: وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِيْنًا (النساء:١١٢) شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اس کے تحت لکھتے ہیں: ''یعنی جس نے چھوٹا یا بڑا گناہ کر کے کسی بے گناہ کے ذمہ لگایا تو اس پر دو گناہ لازم ہو گئے ایک جھوٹی تہمت دوسرا وہ اصلی گناہ''۔

تبسم شاہ یہ ہوشیاری نہیں، اس کو مناظرانہ چال مت سمجھ، یہ تیرے گلے کا پھندا ہے۔ جلد توبہ کر، اور توبہ بھی کھلم کھلا جس طرح تو نے الزام کھلم کھلا لگایا ورنہ برے انجام کیلئے تیار رہ۔

باقی رہی حضرتؒ کی عبارت تو وہ بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہ دے گا مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ آپ کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے، تبسم شاہ کے ڈر سے خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کر کے کوئی کہاں جائے گا؟ قدرتِ خداوندی کا انکار کرنے سے کوئی مرزائی تو مسلمان ہونے سے رہا ہماری اپنی آخرت تباہ ہو جائے گی اگر اللہ نے پوچھ لیا کہ میرا وعدہ تھا کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور میں نے اس وعدہ کو اپنے اختیار سے پورا کیا۔ اے انسان تو کسی چیز کا وعدہ کر کے اس کے خلاف کرنے سے بے بس نہیں ہو جاتا تھا تو مجھے اس وعدے کے بعد آنحضرت ﷺ کی مثل پیدا کرنے سے تو نے عاجز کیوں مان لیا؟ تبسم شاہ بتا تو سہی تو اس وقت تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے گا؟ اللہ کو عاجز بھی کہتا ہے اور فخر بھی کرتا ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (الشعراء:٢٢٧)

رہا یہ کہ اس طرح تجھ جیسا ہمیں ختم نبوت زمانی کا منکر سمجھے گا تو تیرے سمجھنے سے کیا ہوتا

ہے؟ ہم نے تیرے لئے تو کلمہ نہیں پڑھا۔ قیامت کے دِن عدل کا ترازو تیرے ہاتھ میں تو نہ ہوگا قیامت کے دِن کا مالک تو تو نہیں ہے۔ قیامت کے دِن مالک تو اللہ جل شانہ ہے۔ اور ہم اس دِلوں کے بھید جاننے والی ہستی سے ایمان پر استقامت اور رحمت کے امیدوار ہیں۔

پھر تجھے کیا پتہ کہ عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کیا ہے؟ اس کے دلائل کیا کیا ہیں؟ یہ شرف تو حضرت نانوتویؒ کے عقیدت مندوں کو حاصل ہے کہ سیرۃ النبی ﷺ سے ختم نبوت کے دلائل جمع کردیئے، ارکان اسلام سے ختم نبوت کا ربط ثابت کردیا۔ قبر وحشر میں اس کی ضرورت دکھادی۔ قرآن کریم کی ہر ہر سورت سے ختم نبوت کے دلائل اور عجیب وغریب نکات لکھ ڈالے۔ حضرت نانوتویؒ کے منکروں سے ''آیات ختم نبوت'' یا ''دروس ختم نبوت'' جیسی کتاب لا کر تو دکھا۔ پھر ''تحذیر الناس'' کے موضوع پر بات بھی کرلینا۔ مذکورہ بالا دو کتابیں تو بڑی کتابیں ہیں ارے تم تو ''گلدستہ ختم نبوت'' جیسا رسالہ بھی ''تحذیر الناس'' کے منکروں کا لکھا ہوا ان شاء اللہ تعالیٰ نہ دکھا سکو گے۔

﴿تبسم صاحب کی کچھ اور عنایات﴾

پہلی عنایت:

اوپر علامہ سبکیؒ امام سیوطیؒ اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کے حوالہ سے یہ بات گذری کہ اگر ہمارے حضور ﷺ حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ **صلی اللہ تعالی علیھم وسلم** کے زمانہ میں ظہور فرماتے تو ان پر فرض ہوتا کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان لاتے اور حضور ﷺ کے مددگار رہوتے (تجلی الیقین ص۸)

اور مفتی احمد یار خان کے حوالہ یہ بات گزری کہ آنحضرت ﷺ کو سب انبیاء کے بعد اس لئے بھیجا کہ آپ کی نبوت اصل ہے، تمام انبیاء علیہم السلام تارے ہیں حضور ﷺ آفتاب (شان حبیب الرحمٰن ص۳۲) اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو زمانے کی وجہ سے شرف نہیں بلکہ آپ ﷺ کی وجہ سے زمانے کو شرف ملا۔ اگر آپ پہلے زمانے میں ہوتے تو وہ زمانہ اعلیٰ

ہوتا اور اس میں کوئی شک نہیں۔

اسی مضمون کو حضرت نانوتویؒ نے ایک مقام پر یوں لکھا کہ

تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں (تحذیر ص ۳)

حضرت کا منشا یہ ہے کہ صرف بعد میں آنا کسی کے افضل ہونے کا سبب نہیں ہاں اعلیٰ ہونے کی وجہ سے بعد میں آنا یقیناً افضلیت کا باعث ہے۔ اور آنحضرت ﷺ چونکہ اعلیٰ بھی ہیں اس لئے آپ کا آخر میں آنا یقیناً فضیلت سے خالی نہیں۔

مثال سے وضاحت:

اگر محض تاخرِ زمانی میں فضیلت ہو تو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے افضل ہوتے اور تبسم شاہ صاحب مولانا احمد رضا خان صاحب سے افضل و اعلیٰ بنتے ہیں اور تبسم شاہ صاحب کے شاگرد اس سے بھی افضل و اعلیٰ بنیں گے۔ اور امید ہے کہ اپنے شاگردوں کے اپنے سے اعلیٰ ہونے کا تو شاید تبسم شاہ بھی قائل نہ ہو۔

اصول فقہ سے تائید:

اصولِ فقہ کی کتابوں میں ہے کہ جہاد حَسَن لِذَاتِہٖ نہیں بلکہ حَسَن لِغَیْرِہٖ ہے (اصول الشاشی مع حاشیہ اردو ص ۴۸) تو اگر کوئی کہے جہاد اچھا کام نہیں تو یہ اس کی جہالت ہے ہاں جہاد لذاتہ اچھا نہیں، اعلاء کلمۃ اللہ کی وجہ سے اچھا ہے۔ بہرحال حضرت نانوتویؒ کی عبارت نہ صرف یہ کہ بے غبار ہے بلکہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مفتی احمد یار خان کے کلام سے مؤید۔

تبسم شاہ کی کاروائی:

سید تبسم بخاری نے اس کو قابلِ اعتراض بنانے کیلئے دو کام کئے ایک یہ کہ ایک تو ''بالذات'' کے لفظ کو مہمل بتا کر نکال دیا دوسرے اس میں اصلاً کا اضافہ کر دیا۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: ''بالذات'' کا لفظ یہاں مہمل ہے اس لئے اس کا ذکر کرنا بے سود ہے''

(ص ۱۶۰ سطر ۱۲ نیز دیکھئے ۱۶۲ تک)

نیز لکھتے ہیں:

...... یہ کہنا کہ "تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں "تقدم یا تاخر زمانی میں اصلاً کچھ فضیلت نہیں" اور...... یہ کہنا درست ٹھہرا کہ مَعَ اَنَّہٗ لَا فَضْلَ فِیْہِ اَصْلاً (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص۲۲۴ حاشیہ)

اگر تبسم شاہ عبارت کا معنیٰ یوں بتاتا: "تقدم یا تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں" تو بھی تحریف ہے مگر اس نے اس پر اکتفا نہ کر کے "اَصْلاً" کا اضافہ اور غلط عربی ترجمہ سے مزید تحریفات کر ڈالیں۔

<u>مثال سے وضاحت:</u>

کوئی شخص ان شاءاللہ کے ساتھ بیوی کو یوں کہے "اَنْتِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ طَالِقٌ" تو طلاق واقع نہیں ہوتی (۱) اگر تبسم شاہ جیسا کوئی مفتی ہو وہ تو شاید کہے کہ تیرا اِنْ شَاءَ اللّٰہ کہنا مہمل ہے۔ تیرا کلام دراصل یوں ہے اَنْتِ طَالِقٌ ۔ کیونکہ اگر تو نے طلاق نہ دینی ہوتی تو اس لفظ طلاق کو منہ سے نکالنے کی ضرورت ہی کیا تھی بلکہ تیری مراد یہ ہے: اَنْتِ طَالِقٌ ثَلاثًا الْبَتَّۃَ۔ اس لئے تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی، وہ تیرے لئے حلال نہیں حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ۔

تبسم شاہ! بتا تو سہی کہ اگر بغیر تیری تبدیلیوں کے حضرتؒ کی عبارت کفریہ ہوتی تو تجھے ان دو تبدیلیوں کی کیا ضرورت تھی؟ حضرت نانوتویؒ کے جو الفاظ ہیں اور مفتی احمد یار خان بلکہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے کلام سے مؤید ہیں اگر تیرے اندر جرأت ہے تو ان الفاظ کی وجہ سے حضرتؒ پر اور ان کے اِن مؤیدین پر کفر کا فتویٰ لگا۔

---

۱) امام ابوالحسین احمد بن محمد بغدادیؒ المعروف بالقدوری فرماتے ہیں:

واذا قال لامرأته انت طالق ان شاء الله تعالیٰ متصلا لم یقع الطلاق علیها

(مختصر القدوری ص۱۷۶، ۱۷۷)

تنبیہ:

جب ایک آدمی نے کفر بولا ہی نہیں، کوئی خود ہی بنا کر اُس کے ذمہ لگائے تو کیا بعید ہے کہ ایسے مفتری کی موت اسلام پر نہ ہو، قیامت کے دن اس کا حشر امت مرزائیہ کے ساتھ ہو۔

تبسم شاہ صاحب کی ایک اور عنایت:

تمہید کے طور پر پہلے یہ بات جانئے کہ قاضی نذیر مرزائی نے کہا: مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نبی ﷺ کے بعد نئے نبی کے آنے کا جائز مانتے تھے مولانا نے تحذیر الناس ص ۲۸ میں لکھا ہے "بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا" (احمدیت پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۰)

الجواب:

حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آتا تو آپ ﷺ کے مرتبہ کو نہیں پا سکتا تھا کیونکہ یہاں خاتمیت سے افضلیت ہی مراد ہے (دیکھئے آیاتِ ختمِ نبوت ص ۵۳۳) ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا مطلب اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ "اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو بھی آپ کی اس معنی (مرتبی) کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آتا"۔

مولانا احمد رضا خان کی تائید:

مولانا احمد رضا خان صاحب علامہ سبکیؒ اور علامہ سیوطیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اگر ہمارے حضور ﷺ حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلی اللہ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے تو ان پر فرض ہوتا کہ وہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے (تجلی الیقین ص ۸) تو جیسے آنحضرت ﷺ اگر پہلے انبیاء کے زمانے میں آتے تو سب سے اعلیٰ ہوتے اسی طرح اگر بالفرض آپ ﷺ کے بعد کسی کو منصبِ نبوت ملتا تو بھی آپ ﷺ اعلیٰ رہتے۔

مگر کسی کے نبی ہونے کا پتہ بھی چلتا تو آنحضرت ﷺ کے کہنے سے نہ قادیانی جیسے کے

دعووں سے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: **لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب** (ترمذی ج۲ص۲۰۹ عن عقبۃ بن عامر) ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے''۔اور جب آپ ﷺ نے کہہ دیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تو اب ہم کسی مدعیٔ نبوت کی تصدیق کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ پھر قادیانی کا نبوت سے کیا تعلق؟ وہ تو اگر دعوائے نبوت نہ کرتا تب بھی اس کے کفریات بے شمار ہیں۔

آمدم برسر مطلب:

تبسم شاہ بجائے اس کے کہ مرزائیوں کا رد کرتا، اور فاضل بریلوی کی عبارت سے تائید پیش کرتا الٹا مرزائیوں کو تقویت دیتے ہوئے کہتا ہے کہ'' یہاں بالفرض کا لفظ تو قطعی طور پر مہمل ہے'' (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۲۵) جب بالفرض کا لفظ مہمل ہے تو ''اگر'' کا لفظ بھی مہمل ہوگا تو تبسم شاہ کے نزدیک حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آئے گا مگر وہ آنحضرت ﷺ کے مرتبہ کو نہیں پا سکے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات صریح کفر ہے۔ اس کا کیا حق بنتا ہے کہ قضیہ شرطیہ کو قضیہ حملیہ بنا دے۔

پھر ایسا ہی جملہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تجلی الیقین ص ۸ میں آیا وہاں یہ نہیں کہتا کہ ان حضرات کی عبارت میں ''اگر'' کا لفظ مہمل ہے ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ انبیاء سابقین کے زمانے میں ہو چکے اور اس میں ختم نبوت کا انکار پایا جاتا ہے اور عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کفر ہے لہٰذا مولانا احمد رضا خان کافر ہیں۔

بہرحال گذشتہ عبارت میں ''بالذات'' اور اِس عبارت میں ''بالفرض'' کے الفاظ کو مہمل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ''بالذات'' اور ''بالفرض'' کے الفاظ کے ساتھ یہ عبارات کفریہ نہیں تھیں۔ مگر اس شاہ کا عزم تھا کہ لامحالہ حضرتؒ کو کافر کہنا ہے اس لئے اس نے حضرتؒ کی عبارات تبدیل کر ڈالیں۔ تو یہ شخص ختم نبوت کے انکار پر مشتمل عبارات خود بنا رہا ہے اور فتوے دوسروں پر لگا رہا ہے۔ کر لے جو کرنا ہے اللہ دیکھ رہا ہے اصل فیصلے اسی کے دربار میں ہوں گے۔

تبسم شاہ کے حال کے مطابق ایک واقعہ:

حضرت نانوتویؒ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک ہرن اور ایک گرگ کہیں ایک کشتی میں سوار تھے ہرن کو تازہ توانا دیکھ کر گرگ کا جی للچایا، الزامِ قصور کی ضرورت دیکھ کر یہ فرمایا کیوں خاک اڑاتے ہو؟ ہرن نے عرض کی، جناب عالی! کھانا منظور ہے تو میں بے کس موجود ہوں، پر یہ تو فرمایئے کہ دریا میں خاک کا کیا حساب ہے جو یہ عتاب ہے؟ (مناظرہ عجیبہ ص ۱۰۷)

سید بادشاہ صاحب! جب آپ نے خود کو بادشاہ سمجھ ہی لیا تو ہمیں اپنی رعایا سمجھ کر جو چاہتے کہہ لیتے ہم مظلوم معاملے کو اللہ کے حوالے کر کے صبر کر لیتے مگر ''تحذیر الناس'' کی مشہور تین عبارات میں رد وبدل کر کے اپنی حماقت، بددیانتی اور بہتان بازی اور تکفیر کے شوق پر دوسروں کو گواہ تو نہ بنالیتے۔ کسی کی کامل ایمانی عبارات کی بنا پر اُسے کافر کہنا تو گناہِ کبیرہ ہے ہی مگر کفریہ عبارات بنا کر کسی بے گناہ کی طرف نسبت کرنا دوہرا جرم ہے ایک کفر کرنے کا دوسرا بہتان باندھنے کا۔ اور جس بے گناہ پر تو تہمت لگا رہا ہے وہ ہے بھی ایسی ہستی کہ اس سے زیادہ ختم نبوت کا خادم کم از کم پاک و ہند میں تو کوئی عالم نہیں۔ کما سیأتی عن قریب ان شاء اللہ تعالیٰ۔

﴿ قادیانیت کو تحذیر الناس سے جوڑنے کی مذموم کوشش ﴾

سید بادشاہ تبسم تحذیر الناس کے بارے میں لکھتا ہے:

> عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس کتاب نے قادیانیت کی بنیاد رکھنے میں مرکزی کردار ادا کیا یہ کتاب ۱۸۷۲ء میں لکھی گئی جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعوی ۱۹۰۱ء میں کیا (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۴)

جی ہاں جن لوگوں کے دِلوں میں تبسم شاہ کی طرح آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ سے بغض بھرا ہوا ہے وہ تو اپنی کم فہمی سے ایسا سمجھتے ہوں گے مگر جن لوگوں نے حضرت نانوتویؒ کی تحریریں اور ان کے مباحثوں کی روئیداد پڑھی ہوں وہ تو یہ کہیں گے کہ کاش ختم نبوت پر کام کرنے والے حضرت نانوتویؒ کی کتابوں سے صحیح استفادہ کرتے تو اس موضوع پر کام کرنا ان کے لئے اور

آسان ہوجاتا۔ بہرحال اس الزام کی تحقیق کیلئے چند باتوں پر غور کرنا ضروری ہے

پہلی بات:

قادیانی کے دعوے سے پہلے تحذیر الناس لکھی گئی تو کیا ہوا؟ کیا قادیانی کے دعوے سے پہلے اور کچھ نہ ہوا۔ قادیانی کے دعوے سے پہلے جو کچھ ہوا، اگر وہ اس کے باطل دعوؤں کا باعث ہے تو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اور ان کے اساتذہ کے بارے میں بتایا جائے کہ وہ قادیانی کی دعوے سے پہلے پیدا ہو چکے تھے یا نہیں؟ قرآن کریم قادیانی کے دعوے سے نازل ہوا یا بعد میں؟ حدیث شریف کی کتابیں قادیانی کے دعوے سے پہلے لکھی جا چکی تھیں یا نہیں؟ اگر صرف اس وجہ سے قادیانی کا ربط تحذیر الناس سے ہے کہ تحذیر الناس پہلے لکھی گئی تو کوئی بد بخت قرآن کریم اور کتب حدیث کو اس کے دعوؤں سے جوڑے تو تم کیا کہو گے؟ چلو قرآن کریم اور حدیث شریف تو عربی میں ہیں مولانا احمد رضا خان اور ان کے اساتذہ تو ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ اگر صرف زمانے کے قرب کی وجہ سے دعوؤں کو جوڑنا ہے تو مولانا احمد رضا خان کو ساتھ رکھنے میں کونسی چیز مانع ہے؟

دوسری بات:

تبسم شاہ! تجھے قادیانی کے دعویٰ نبوت ہی سے دلچسپی کیوں ہے کیا اُس نے اور کوئی دعوی نہیں کیا؟ اس نے حضرت مریم اور ان کی والدہ پر تہمت لگائی اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ ہونے کا انکار کیا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ ان کا استہزاء بھی خوب کیا۔ اس نے خود کو بہت سے انبیاء علیہم السلام سے بہتر کہا۔ اور اس کے یہ بیشتر کفریات ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں میں ہیں[دیکھئے دروس ختم نبوت، مقدمہ وتکملہ دافع الوسواس] کیا یہ سب کفریات تحذیر الناس سے ماخوذ ہیں؟ اگر ان میں سے کوئی بات تجھے تحذیر الناس میں سمجھ آتی تو تو یقیناً اس کا ذکر کرتا، آخر اتنی بڑی کتاب تو نے کس مقصد کیلئے لکھی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ امتِ مسلمہ سے بال برابر اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ اور جس

طرح قادیانی کے اِن کفریات سے تحذیر الناس بری ہے ختم نبوت کا انکار بھی تحذیر الناس میں ہر گز نہیں ہے تیری سمجھ کا قصور ہے۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

یہ بات تو طے ہوگئی کہ قادیانی کے کفریات سے تحذیر الناس بری ہے اب یہ بتا کہ دعوائے نبوت کے علاوہ باقی کفریات میں قادیانی کا استاد کون ہے جبکہ وہ کفریات گناہ میں یقیناً دعوائے نبوت سے کم نہیں۔ تبسم شاہ بتا تو سہی کہ یہ کفریات قادیانی نے کس کے کہنے سے کئے؟ مولانا احمد رضا کے کہنے سے یا قادیانی کے زمانے میں موجود "تبسم شاہ" کے کسی پردادے یا پرنانے کی ہدایات سے؟ ذرا اس کی نشاندہی تو کر۔ تحذیر الناس سے ضد کی وجہ سے اس کا دعوائے نبوت تو تو نے ذکر کر دیا، باقی کفریات پر پردہ کیوں ڈالتا ہے؟

<u>لاہوری مرزائیوں کا ذکر کیوں نہ کیا؟</u>

لاہوری مرزائی زبان سے کہتے ہیں کہ قادیانی نبی نہیں تھا وہ چودھویں صدی کا مجدد تھا تو لاہوری مرزائیوں کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ ہمارے ہاں تو لاہوری مرزائی بھی کفریات میں قادیانی مرزائیوں سے کم نہیں ہیں۔ تبسم شاہ! قادیانی کے دعوائے نبوت کو تو تو نے حضرت نانوتویؒ سے جوڑا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو بتادے کہ قادیانی کا دعوائے مجددیت مولانا احمد رضا کی تعلیمات کا اثر تو نہ تھا جو تو نے قادیانی کے دعوائے مجددیت کا ذکر نہ کیا؟

قادیانی کی اپنی کتابوں میں حضرت نانوتویؒ کا یا تحذیر الناس کا ذکر مجھے اب تک نہیں ملا اور تم لوگ مرزے کی دعوائے نبوت کو تحذیر الناس سے جوڑتے ہو دوسری طرف مرزائی نہ صرف قرآن کریم کی آیات اپنے حق میں لاتے ہیں بلکہ قرآن کے مختلف زبانوں میں ترجمے اور تفسیریں کرتے ہیں۔ جن میں حیات عیسیٰؑ معجزات عیسیٰؑ ،نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بن باپ ہونے کے خلاف خاص طور پر بہت کچھ لکھا ہوتا ہے۔ یقین نہ ہو تو سورۂ آل عمران میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام کے بارے میں جو آیات ہیں لاہوری مرزائیوں کے سربراہ نے بیان القرآن کے نام سے جو کتاب لکھی اس میں ان آیات کی تفسیر پڑھ کر دیکھ لے۔ اب بتا کہ

مرزائیوں کی طرف سے قرآن کی ان آیات کو پیش کرنے کے باعث کسی کیلئے گنجائش ہے کہ وہ مرزائیوں کو سچا کہے یا قرآن کا قصور نکالے کہ قرآن کی وجہ سے معاذ اللہ ان لوگوں نے اتنے کفریات کئے؟ ہرگز نہیں بلکہ امت مسلمہ سے کٹنے کی وجہ سے یہ لوگ گمراہ ہوئے ہیں۔ کیونکہ قادیانی مجدد نہیں تھا ایک نئے مذہب کا موجد تھا۔

تیسری بات:

کیا تحذیر الناس کو لکھنا مولانا نانوتویؒ کا آخری عمل ہے کیا وہ اس کے بعد فوراً فوت ہو گئے؟ اگر وہ اس کے بعد زندہ رہے تو انہوں نے کیا کچھ کیا؟

تو یاد رہے کہ حضرت نانوتویؒ تحذیر الناس لکھنے کے فوراً بعد فوت نہیں ہوئے بلکہ اس کے بعد بھی وہ کافی سال زندہ رہے حضرت کی وفات ۴؍جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ (۱۵؍اپریل ۱۸۸۰ء) کو ہوئی اس زمانے میں انہوں نے ختم نبوت کے لئے بے مثال خدمات انجام دیں اُن کی چند خدمات حسبِ ذیل ہیں:

عقیدۂ ختم نبوت میں حضرت نانوتویؒ کے کچھ امتیازات:

☆ ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مباحثوں کے دوران آپ نے ختم نبوت کو ایسا ثابت کیا کہ اُن کافروں کو رد کرنے کی ہمت نہ ہوئی ☆ پنڈت دیانند سرسوتی کے جواب میں ''قبلہ نما'' اور ''انتصار الاسلام'' کتابوں میں حضرت نے بارہا آنحضرت ﷺ کے آخری اور اعلیٰ نبی ہونے کو ثابت کیا، اور بعد والوں کیلئے یہ ایمانی ذخیرہ چھوڑ گئے ☆ استقبال قبلہ پر ہندوؤں کا اعتراض تھا، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ''حق پرکاش'' میں، مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے ''فتاوی صدر الافاضل'' میں اور حضرت نانوتویؒ نے کتاب ''قبلہ نما'' میں اس کا جواب دیا حضرت نانوتویؒ نے اپنی کتاب میں ایک تو آنحضرت ﷺ کی نبوت کو ثابت کیا دوسرے ستقبالِ کعبہ سے ختم نبوت کو ثابت کیا۔ استقبال کعبہ کا حکم تو سبھی بتاتے ہیں مگر اس سے ختم نبوت پر استدلال خاص حضرت نانوتویؒ کا حصہ ہے۔ مولانا امرتسری اور مفتی نعیم الدین صاحب نے یہ

دونوں کام نہ کئے۔ نہ اثبات نبوت کیا اور نہ اثبات ختم نبوت ☆ عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ نیند سے وضو کیوں ٹوٹتا ہے؟ حضرت اس کے جواب کے ضمن میں آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اور آخری نبی ہونے کو بھی بیان کرتے گئے نیند سے وضو کا ٹوٹنا تو سب فقہاء لکھتے ہیں مگر اس سے ختم نبوت کو ثابت کرنا خاص حضرت نانوتویؒ کا کمال ہے ☆ تحذیر الناس کیا ہے دراصل ایک سوال کا جواب ہے، اثرِ ابن عباس کی بابت سوال ہوا حضرت نے جواب کے ضمن میں نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اور آخری ہونے کو بیان کیا اور ساتھ ہی ایسے شخص کو کافر کہا جس آنحضرت ﷺ کو اللہ کا آخری نبی نہیں مانتا ☆ اس فتویٰ کفر میں بھی آپ دوسروں سے ممتاز ہیں ایک امتیاز تو یہ کہ سائل نے منکر ختم نبوت کا حکم دریافت نہیں کیا تھا مگر آپ نے خود ہی یہ حکم ذکر کیا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ دیگر علماء منکرِ ختم نبوت پر فتویٰ لگانے میں پہلوں کے حوالے دیتے ہیں مگر حضرت نے مقلدانہ طریقہ اختیار کرنے کے بجائے مجتہدانہ انداز سے پہلے اس عقیدے کی قطعیت ثابت کی پھر اس کے منکر پر فتویٰ کفر لگایا۔ (حوالہ جات کیلئے دیکھئے اس عاجز کی کتاب ''حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت)

<u>تحذیر الناس کی مخالفت کرنے والے علماء ہم پر حجت نہیں:</u>

جن علماء نے تحذیر الناس کی مخالفت کی تھی، ہوسکتا ہے کہ ان کی علمی خدمات ہوں مگر موضوع ہے ''اثباتِ نبوت اور عقیدۂ ختم نبوت''۔ ان حوالوں سے تو اُن کا کردار پیش کر۔ بتا کہ شاہجہانپور کے مباحثوں میں تحذیر الناس کے مخالفین میں سے کوئی شریک ہوا؟ کیا مخالفین تحذیر میں کسی نے تھوڑی دیر میں آنحضرت ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کا اثبات کرکے، اور اس کو ثابت کرکے کہ نجات اب صرف آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی اتباع میں ہی ہے ہندوؤں اور عیسائیوں کے نامی گرامی مناظرین کو لا جواب کیا؟۔ جن علماء نے تحذیر الناس کے خلاف کچھ کہا وہ اُن پر حجت ہوگا جنہوں نے تحذیر الناس کو یا حضرتؒ کی دوسری کتابوں کو پڑھا نہیں۔ ہم نے الحمد للہ تحذیر الناس بھی پڑھی ہے حضرت کی دوسری کتابیں بھی دیکھی ہیں شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ حضرتؒ کی تحریریں پڑھ کر ہم ایک تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تحذیر الناس کی مخالفت کرنے والوں

سے جلد بازی ہوئی ہے انہوں نے غور سے اس کتاب کو پڑھا نہیں تبسم شاہ کو دیکھئے باوجود شدید مخالفت کے کبھی ''بالذات'' کو مہمل کہہ کر رعب ڈالتا ہے تو کہیں ''بالفرض'' سے جان چھڑاتا ہے۔

دوسری یہ بات سمجھ آئی کہ ختم نبوت کے بارے میں اگر حضرتؒ پر کوئی اعتراض ہوتا ہے تو وہ اعتراض مفتی احمد یار خان اور مولانا احمد رضا صاحب بریلوی پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ ہم حضرتؒ کے مضمون کی ان دونوں حضرات سے موافقات دکھا چکے ہیں۔

غیر مسلموں کو عقیدۂ ختم نبوت کا قائل کرنا آسان کام نہیں:

دو چار کتابوں کے حوالوں سے کسی مسلمان کو عقیدۂ ختم نبوت کا قائل کرنا آسان ہے مگر جو لوگ نہ قرآن کو مانے نہ حدیث کو بلکہ وہ آنحضرتﷺ کی نبوت و رسالت کا قائل ہی نہیں پھر وہ عام منکر نہیں بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں کے بین الاقوامی مناظر تھے ان کے سامنے حضرت نے آپﷺ کی رسالت اور ختم نبوت پر ایسے دلائل دیئے کہ وہ لاجواب ہو کر رہ گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے علماء تو بہت دیکھے ہیں مگر ایسی تقریریں کبھی نہ سنی تھی یقیناً جو کام حضرت نانوتویؒ نے کیا وہ انہی کا حصہ ہے۔اور یہ کام حضرت نے اس زمانے میں کیا جب قادیانی کا فتنہ تھا ہی نہیں اگر اس زمانے میں یہ فتنہ ہوتا تو خدا جانے آپ کیا کچھ کر گزرتے۔

چوتھی بات:

تبسم بخاری ٹھیک ہے کتاب پر تیرا نام ''سید بادشاہ'' لکھا ہوا ہے تو ''نام کا بادشاہ'' ہوگا یا ''اپنے گھر میں بادشاہ'' ہوگا، مگر تو بتا حضرت نانوتویؒ کے آگے تیری حیثیت کیا ہے؟ عقیدۂ ختم نبوت اور رد مرزائیت میں تیری کیا خدمات ہیں؟ عیسائیوں ہندوؤں کے ساتھ اجتماعی مناظروں میں تو نے ختم نبوت کو کب ثابت کیا ہے؟ اس موضوع پر تیری کونسی کتاب ہے؟ حضرت نانوتویؒ کے مقابلہ میں تیری حیثیت وہ ہے جو پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والے، نوبل انعام یافتہ پروفیسر کے سامنے پرائمری فیل کی ہو۔تحذیر الناس پر بات کرنے سے پہلے اپنی حیثیت واضح کر۔ پرائمری فیل ہو کر پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والے نوبل انعام یافتہ پر زبان درازی کر رہا ہے۔

تمہیں کیا پتہ ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کو غیر مسلموں کے سامنے کس طرح ثابت کرنا ہوتا ہے تم نے اس میدان میں قدم رکھا ہی نہیں تم اس کے نشیب وفراز کیا جانو؟۔ تمہیں مسلمانوں کے اس نامی گرامی مناظر کو کافر کہنے سے فرصت ہو تو یہ باتیں سمجھ آئیں۔ ان شاء اللہ عنقریب یہ بات آنے والی ہے کہ غیر مسلموں کو عقیدۂ ختم نبوت سمجھانے کیلئے حضرت نانوتویؒ کی ترتیب ضروری ہے۔

پانچویں بات:

حضرت نانوتویؒ کی کیا یہی ایک تحریر ہے یا اس کے علاوہ اور کتابیں بھی ہیں اگر اور کتابیں ہیں تو ان میں کیا ہے؟ تو یاد رہے کہ حضرت نانوتویؒ کی اول وآخر صرف یہی ایک تحریر نہیں ان کی اور چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں ہیں۔ کچھ تحذیر الناس سے پہلے کی ہیں کچھ بعد کی۔ حضرتؒ نے ان میں بھی صراحت سے یہ بات کہی کہ میں نے ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں کیا، میں نے تو اس کو ثابت کیا ہے ختم نبوت زمانی ہمارا دین وایمان ہے مگر تم صرف تحذیر الناس کی بات کرتے ہو۔ حتیٰ کہ تو نے اپنی کتاب کا نام رکھا ''ختم نبوت اور تحذیر الناس''۔ کسی نے حضرت کی تحریروں کو پڑھنا ہو تو ان دو کتابوں کو دیکھے [۱] ''حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت'' [۲] حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی کتاب دافع الوسواس کے ساتھ لکھا ہوا تکملہ۔ (لاہوری مرزائیوں کے رد میں)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی کچھ بات ہو ہی جائے سو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت نانوتویؒ کو اللہ تعالیٰ نے جس زمانے میں پیدا کیا اس میں ہندوؤں، عیسائیوں اور ملحدین کے فتنوں کا زور تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو گویا ان فتنوں کے رد کیلئے پیدا کیا اس لئے آپ نے ایسا انداز اپنا جس سے ان تمام فتنوں کا پورا رد بھی ہوتا تھا اور اسلام کی پوری ترجمانی بھی۔ اور اسلام کی ترجمانی اس وقت تک ہو نہیں سکتی جب تک آنحضرت ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت کا ثابت نہ کیا جائے۔

غیر مسلموں میں ختم نبوت کو منوانے کا طریق:

حضرت نانوتویؒ کا طریق یہ تھا کہ وہ دلائل کے ساتھ انبیاء سابقین پر [اسی طرح

ضرورت پڑنے پر دیگر مذاہب کے پیشواؤں پر] آنحضرت ﷺ کی فوقیت ثابت کرتے عقل وفہم میں، عمدہ اخلاق میں، معجزات میں پیشگوئیوں میں۔ پھر یہ بتاتے کہ جوان سب کمالات میں بے مثل ہے اسے سب سے آخر میں آنا چاہئے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ اب نجات آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی فرمانبرداری میں منحصر ہے۔

تبسم شاہ کا آنحضرت ﷺ کی افضلیت مطلقہ سے بغض کا اظہار:

اور ہمارے نام کے بادشاہ کو خیر سے نبی ﷺ کی خاتمیت ِرتبی یعنی افضلیتِ مطلقہ سے ہی بغض ہے یہ غیر مسلموں کے سامنے آنحضرت کی رسالت اور ختم نبوت کو کسی طرح ثابت کرے گا؟ یہ لکھتا ہے:

چودہ پندرہ سوسالہ دینی اسلامی لٹریچر موجود ہے کسی ایک کتاب سے صرف ایک حوالہ نکال کر دکھا دیں کہ فلاں صاحب نے ختم مرتبی اور ختم زمانی دونوں معنی لئے ہیں اور دونوں کا ماننا ضروری ہے (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۳۵ سطر ۱۴ تا ۱۷)

یعنی جو شخص کہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی بھی ہیں اور اعلیٰ نبی تھی تو وہ موصوف کے چودہ پندرہ سوسال کے مسلمانوں کا مخالف ہے۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ ختم مرتبی افضلیتِ مطلقہ اور نبی الانبیاء ہونے کا ہی دوسرا نام ہے۔ اب موصوف بتائے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مفتی احمد یار خان صاحب کے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟ وہ ان چودہ پندرہ سوسال میں ہی ہوئے ہیں یا ان کا زمانہ کوئی اور ہے؟ ان کی کتاب ''شان حبیب الرحمٰن'' کے متعلق آنجناب کیا فرماتے ہیں؟ اس کتاب ''شان حبیب الرحمٰن'' کے ص ۳۲ کا مضمون پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ نے آخر میں اس لئے بھیجا کہ آپ کی نبوت اصل تھی انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب۔

اس عبارت میں مفتی احمد یار خان صاحب نے واضح طور پر آنحضرت ﷺ کی ختم زمانی اور ختم مرتبی کو ایک ساتھ لیا ہے۔ البتہ تبسم شاہ صاحب یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ شان رسالت پر مشتمل یہ مضمون جس میں ختم زمانی کو ختم رتبی کے ساتھ ذکر کیا گیا یہ مضمون تحذیر الناس سے ماخوذ

ہے اس لئے یہ کتاب ہمارے دین اسلام کے مطابق نہیں ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بہر حال تبسم شاہ صاحب جب یہ عذر پیش کریں گے تو ہم کہیں گے واقعی وہ تحذیر الناس سے نفرت میں سچے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ کا ذکر چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے مگر تحذیر الناس کو اس شخص کا ہاتھ نہ لگنے پائے۔

تبسم شاہ صاحب ہی لکھتا ہے:

مولانا نانوتوی کا سارا زور افضلیت و بلند مرتبہ پر ہے، زمانے کے اول و آخر پر نہیں اور خاتمیتِ محمدی سے مراد خاتمیتِ زمانی ہی ہے البتہ خاتم کا معنی مرتبے کے اعتبار سے سب سے بلند لیا جائے تو اُن کے خیال (۱) میں بعد میں بھی کسی نبی کے آنے میں کوئی حرج نہیں (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۴۰ سطر ۹ تا ۱۲)

اس عبارت میں پھر اس نے وہی بہتان دہرایا کہ حضرت نانوتویؒ نبی ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کو مانتے ہیں حضرت نانوتویؒ تو ہرگز ہرگز ہرگز آنحضرت کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کے قائل نہیں ہاں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ رکھتے تھے۔ خط کشیدہ عبارت میں دیکھو کہ اس نام کے بادشاہ کا آنحضرت ﷺ کی افضلیت سے کس طرح بغض نمایاں ہو رہا ہے۔

بائبل سے خاتمیت زمانی کو ثابت کرنا حضرت نانوتویؒ کا امتیاز:

مولانا نانوتویؒ نے بائبل سے خاتمیتِ رتبی کے تلازم کے ساتھ خاتمیتِ زمانی کو ثابت کیا، ہندوؤں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں بھی اسی تلازم کے ساتھ خاتمیتِ زمانی کو ثابت کیا۔ تبسم شاہ صاحب! آپ حضرت نانوتویؒ کی ترتیب کے بغیر چاروں انجیلوں میں سے کسی ایک

---

۱) یہاں تبسم شاہ صاحب نے عقیدے کیلئے خیال کا لفظ استعمال کیا دوسری جگہ حضرتؒ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی ''آخری نبی'' کو عوام کا عقیدہ نہیں بلکہ ''خیال'' بتلایا ہے (دیکھئے ص ۱۵۸ سطر ۱۰) الحمد للہ تبسم شاہ کی بات کا رد اسی کے کلام سے ہو گیا۔

سے آنحضرت ﷺ کا آخری نبی ہونا ثابت کر کے دکھائیں یا جن لوگوں نے ماضی میں تحذیرالناس کے اس نکتے کی مخالفت کی ہو اُن میں کسی سے اس ترتیب کے بغیر آنحضرت ﷺ کی خاتمیت زمانی کو ثابت کر کے دکھادیں۔

اس عاجز نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کی اس قسم کی تقریروں اور تحریروں کا نمونہ اپنی کتاب ''حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت'' اور دافع الوسواس کے تکملہ میں دیا ہے انہی سے نقل کر کے یہاں لکھتا ہوں۔ حضرتؒ مباحثہ شاہجہانپور میں بیان کے دوران فرماتے ہیں:

خاتم مراتبِ نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے اس کے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہوں گے اوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے۔ اوراس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتمِ زمانی بھی ہو(۱) کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکامِ ماتحت کے بعد میں آتی ہے اوراس لئے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے پارلیمنٹ تک مرافعہ کی (یعنی مقدمہ لے جانے کی۔ راقم) نوبت سبھی کے بعد میں آتی ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعوی خاتمیت نہ کیا [یعنی کسی نبی نے یہ نہ کہ وہ آخری نبی ہے اس کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا] کیا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا چنانچہ قرآن وحدیث میں یہ مضمون بتصریح موجود ہے(۲) سوا آپ کے اور آپ سے پہلے اگر دعویٰ خاتمیت کرتے [آخری نبی ہونے کا دعوی کرتے] تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو درکنار انہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنے والا ہے(۳)۔

---

۱) حضرت کی یہ عبارت بھی خاتمیت زمانی کے بارے میں بالکل صریح ہے۔

۲) دیکھئے غیر مسلموں میں حضرت کس طرح خاتمیتِ زمانی کا اعلان کر رہے ہیں لیکن جس کی نیت ہی ہو کہ ماننا نہیں اس کا علاج تو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔

۳) دیکھئے انجیل یوحنا ۱۴: ۳۰

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے (مراد عیسیٰ علیہ السلام نے۔ راقم) اپنی خاتمیت کا انکار کیا بلکہ خاتم کے آنے کی بشارت دی کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہے اور در صورت مخالف رائے اس کے احکام آخری احکام ہوا کرتے ہیں چنانچہ مرافعہ کرنے والوں کو خود ہی معلوم ہے (۱)۔

معجزات میں افضلیت محمدی ﷺ:

جب یہ افضلیت محمدی اور خاتمیت محمدی (۲) دونوں معلوم ہو گئیں تو اب گذارش ہے کہ فقط افضلیت محمدی کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی افضلیت محمدی واجب الایمان ہے الخ (حضرت نانوتویؒ اور خدماتِ ختم نبوت ص ۱۸۷، ۱۸۸)

کتاب قبلہ نما سے اقتباس:

ہندو پنڈت نے اعتراض کیا کہ مسلمان خانہ کعبہ کی پوجا کرتے ہیں حضرت نانوتویؒ اس کا جواب دیتے ہوئے ہندوؤں کی کتاب ''وید'' پر تنقید کرتے ہیں قرآن کو اللہ کی کتاب ثابت کرتے ہیں پھر اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو تمام کمالات میں اعلیٰ ثابت کر کے آپ کی خاتمیت زمانی کو منواتے ہیں اب حضرت کا کلام ملاحظہ فرمائیں بین القوسین کی عبارت راقم کی بڑھائی ہوئی ہے۔ (ماخوذ از تکملہ کتاب دافع الوسواس ص ۱۴۱ تا ۱۴۸)

﴿ہندوؤں کی کتاب کے سچا نہ ہونے کی دلیل﴾

[حضرت نانوتویؒ اس کو ثابت کرتے ہوئے کہ ہندوؤں کی کتاب ہرگز قابل ماننے

---

۱) انجیل میں خاتمیتِ زمانی کا لفظ نہیں مگر حضرت نے افضلیت سے خاتمیت کو ایسا کھول کر ثابت کیا کہ وہ لوگ انکار نہ کر سکے الغرض انجیل میں خاتمیتِ زمانی کا ذکر نہیں مگر حضرت نے اس کو انجیل سے ثابت کر دیا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت قرآن میں ثابت شدہ خاتمیتِ زمانی کا انکار کر دیں۔

۲) اس عبارت میں بھی حضرتؒ نے خاتمیتِ زمانی اور افضلیت کو الگ الگ ذکر کیا ہے۔

کے نہیں فرماتے ہیں] پرستش غیر خدا ہرگز حکم خدا نہیں ہوسکتا اور اس وجہ سے یہ یقین ہے کہ [ہندوؤں کی کتاب] بید کلام خدا نہیں یا جعلسازوں کی شرارت سے اس میں تحریف ہوئی ورنہ بید کلام خدا ہو کر غیر محرف ہوتا تو اس میں تعلیمِ پرستش غیر نہ ہوتی اور اس لئے اب اس کی ضرورت نہیں کہ کلامِ خدا ہونے کے لئے اول برہما کا دعویٰ پیغمبری کا کرنا اور پھر اُن کا بید کو کلام خدا کہنا اس کے بعد مجموعہ بید کو قرناً بعد قرنٍ براویہ صحیحہ ثابت کرنا چاہئے (۱)۔

﴿قرآن کریم کے سچا ہونے کے دلائل﴾

ہاں بہ نسبت قرآن شاید کسی کو یہ خیال ہو اور اس وجہ سے اس کے احکام بالخصوص استقبال کعبہ [کو من جانب اللہ ماننے] میں تامل ہو اس لئے یہ گذارش ہے کہ ہمارے قرآن میں خود قرآن کا کلام خدا ہونا موجود، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت اور خاتمیت کا اظہار

---

۱) ستیارتھ پرکاش ص ۲۹۵،۲۹۶ میں ہے کہ ''ایک ارب ستانوے کروڑ انتیس لاکھ اور کئی ہزار سال دنیا کو پیدا ہوئے اور ویدوں کو نازل ہوئے گذر چکے ہیں'' اتنے لمبے عرصے کی سند کون لائے گا اور کہاں سے آئے گی؟

۲) حضرتؒ نے ہندوؤں کے اس دعوے کا رد کیا کہ ان کی کتاب بید کلام الٰہی ہے ساتھ ہی بائبل کا غیر مستند ہونا ثابت کیا کیونکہ عیسائیوں کے پاس اپنی کتاب کی کوئی سند نہیں بلکہ وہ صدیوں عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھی گئی ایک عیسائی پادری ماضی کے حالات بیان کرتا ہوا لکھتا ہے: بائبل کا پڑھنا ممنوع قرار دے دیا گیا اور صدیوں تک عوام کیلئے بائبل شجر ممنوعہ بنی رہی (تحقیق حق ناشر مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ لاہور ص ۱۷) نیز کہتا ہے: چار سو سال ہوئے بائبل مقدس دوبارہ منظر عام پر آئی (ایضاً ص ۴۷) پھر اس کے بعد حضرتؒ نے قرآن پاک کا کلام الٰہی ہونا مبرہن کیا اس کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور خاتمیت کا اعلان کیا۔

یاد رہے کہ خط کشیدہ عبارت میں خاتمیت سے خاتمیت زمانی ہی مراد ہے کیونکہ خاتمیت رتبی کا ذکر حضرت ''علاوہ بریں'' کہہ کر اس سے بالکل متصل اگلے صفحہ میں آنیوالی عبارت میں کرتے ہیں۔

موجود اور پھر روایت کا یہ حال کہ ہر قرن میں ہزاروں حافظ چلے آئے ہیں (قبلہ نما قدیم ص۰ اطبع جدید ص۴۲ تا ۴۴)

﴿نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کا اثبات﴾

[لیجئے اب حضرت نانوتویؒ حبیبِ خدا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کو ثابت کرنے لگے ہیں یہ بھی پتہ ہے کن کے آگے؟ اُن کے آگے جو اسلام کسی چیز کے قائل نہیں جس پر چاہیں اعتراض کر دیں، چاہیں قرآن پر، چاہیں حدیث پر، چاہیں سیرت پر، چاہیں فقہ پر۔ بہر حال ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا قائل کرنے کیلئے ان کو اسلام دعوت دیتے ہوئے حضرت اپنے مخصوص منفرد انداز میں فرماتے ہیں]

علاوہ بریں ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر اور مذہبوں کے پیشوا فرستادۂ خدا اور منجملہ خاصان خدا تھے تو ہمارے پیغمبر ﷺ بدرجہ اولیٰ فرستادۂ خدا اور راور مقبولِ خدا ہیں (۱) اگر اوروں میں فہم وفراست تھا تو یہاں کمال فہم وفراست تھا، اوروں میں اگر اخلاقِ حمیدہ تھے تو یہاں ہر خلق میں کمال تھا (۲) اگر اوروں میں معجزے وکرشمے تھے تو یہاں اُن سے بڑھ کر معجزے اور کرشمے

---

۱) یاد رہے کہ ہم دیگر انبیاء علیہم السلام کو جناب نبی کریم ﷺ کے کہنے سے مانتے ہیں۔ نہ تو ہم نے دیگر انبیاء کو نبی ﷺ کے کہے بغیر نبی مانا، اور نہ دیگر انبیاء کے کہنے سے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بلکہ ہمارا ایمان رسول اللہ ﷺ پر پہلے ہے دیگر انبیاء علیہم السلام پر بعد میں، اس لئے اگر کوئی شخص خدا نخواستہ اسلام سے پھر جائے تو دیگر انبیاء علیہم السلام پر بھی اس کا ایمان ختم ہو جائے گا۔

۲) عقل وفہم اور اخلاق پر کلام کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنائے اس کو عقل وفہم اور اخلاق میں اعلیٰ ہونا ضروری ہے حضرتؒ نے حجۃ الاسلام اور مباحثہ شاہجہانپور وغیرہ میں اس پر خاصی بحث فرمائی ہے۔ مگر یاد رہے کہ حضرت کی گفتگو ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اسلام سے پہلا دین رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے اعلانِ ختم نبوت کے بعد ہمیں کسی کے دعوائے نبوت (باقی اگلے صفحہ پر)

تھے۔ فہم وفراست اور اخلاق حمیدہ کے ثبوت پر موافق ومخالف دونوں گواہ ہیں موافقوں کی گواہی کے ثبوت کی تو حاجت ہی نہیں ہاں مخالفوں کی گواہی کا ثبوت چاہئے سو لیجئے آجکل اہل یورپ کو تاریخ دانی اور تنقیح وقائع میں زیادہ دعوی ہے اور ان کا دعوی بظاہر بجا ہے وہ سب باوجود مخالفت معلوم رسول اللہ ﷺ کی ترقی کو عقل اور اخلاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

﴿عقیدۂ ختم نبوت کا اعلان﴾

[لیجئے اب اپنے منفرد خداداد انداز سے حضرت نانوتویؒ غیر مسلموں کو عقیدۂ ختم نبوت سمجھانے لگے ہیں آپ فرماتے ہیں]

اب رہا کمال عقل وفہم اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر کلام اللہ شریف کلام خدا ہے اور بے شک بحکم عقل وانصاف کلام خدا ہے تب تو اس میں آپ کو خاتم النبیین کہہ کر جتلا دیا ہے کہ آپ سب انبیاء کے سردار ہیں کیونکہ جب آپ خاتم النبیین ہوئے (۱) تو معنی یہ ہوئے کہ آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا اسی حاکم کا حکم آخر رہتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے (قبلہ نما طبع قدیم ص ۱۰،۱۱ طبع جدید ص ۴۴،۴۵)

اور اگر بفرض محال حسب زعم معاندین یہ کلام رسول اللہ ﷺ کی تصنیف ہے تو چونکہ اس کے کسی مضمون پر آج تک کسی صاحب عقل سے اعتراض نہیں ہوسکا اور اس کے کسی عقیدہ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پر نہ غور جائز ہے نہ اس کے احوال کی تحقیق درست ہے۔ بلکہ ہم ایسے مدعی کی فوراً تکذیب کریں گے ورنہ اپنے کافر ہوجانے کا خطرہ ہے۔ والعیاذ باللہ۔

۱) ان عبارتوں میں بھی خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی ہے اس کیلئے حضرتؒ کی اس عبارت کو ذرا توجہ سے دیکھیں کیونکہ جب آپ خاتم النبیین ہوئے تو معنی یہ ہوئے کہ آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے۔

کسی حکم میں کسی عاقل کو جائے انگشت نہادن نہیں ملی۔اور کبھی کسی بات میں کسی کو کچھ تامل ہوا ہے تو حامیان دینِ احمدی [دین احمدی سے مراد دینِ محمدی یعنی اسلام ہی ہے اس لئے مرزائیوں کو احمدی ہرگز نہیں کہنا چاہئے۔اس سے ان کے مسلمان ہونے کا اشتباہ ہوتا ہے] نے جوابات ِدندان شکن سے حق و باطل کو واضح کر کے اس مضمون کو ثابت کر دیا ہے اور پھر باینہمہ کسی سے دو چار سطریں بھی عبارت ومضامین میں اِس کے مشابہ نہ بن سکیں چنانچہ آج تک اہل اسلام کا یہ دعوی اسی طرح زور وشور پر ہے جو روز اول تھا تو یوں کہو رسول اللہ ﷺ سر دفتر اہل فہم واہل عقل تھے جو باوجود امی ہونے کے ایسے ملک میں جہاں اس زمانہ میں علم کا نام نہ تھا ایسی حالت میں کہ لڑکپن میں یتیم، جوانی میں بے کس مفلس، اول سے آخر تک نہ کوئی مربی نصیب ہوا نہ کوئی رہبر میسر آیا ایسی کتاب لاجواب تصنیف کر گئے۔(قبلہ نما طبع قدیم ص ۱۱ طبع جدید ص ۴۵)

﴿قرآن کریم کے بے مثال ہونے سے ختم نبوت کا اثبات﴾

سو جب ثانی قرآن [یعنی قرآن کی مثل] پہلے کوئی کتاب نہ تھی اور بعد میں دعویٰ کر کے تمام عالم کو عاجز کر دیا تو بشرطِ فہم وانصاف یہی کہنا پڑے گا کہ نہ پہلے کوئی شخص کمال علمی میں آپ کا ہمسر تھا اور نہ بعد میں کوئی شخص آپ کا ہمتا ہوا [ہمتا کا معنی = برابر، مثل، مانند۔ فیروز اللغات جدید ص ۱۸۷] جب اتنے دنوں میں باوجود دعویٰ اعجاز قرآنی وکثرت حاسدین کسی سے کچھ نہ ہو سکا تو ہر کسی کو یقین ہو گیا کہ آئندہ کیا کوئی مقابلہ کرے گا؟ پھر یہ اعجاز علمی وہ بھی بمقابلہ اولین وآخرین اگر آپ کی خاتمیت اور یکتائی پر دلالت نہیں کرتا تو اور کیا ہے؟ ایسا شخص اگر خاتم النبیین نہیں تو اور کون ہوگا؟ اور ایسا شخص سردارِ اولین وآخرین نہیں تو اور کون ہوگا؟ اہل فہم و انصاف کیلئے تو یہی بس ہے اور نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ (قبلہ نما طبع قدیم ص ۱۳ سطر ۱۶ تا ۲۱، طبع جدید ص ۵۱) [خاتمیت سے مراد یہاں آخر میں آنا ہے کیونکہ افضلیت کیلئے یکتائی کا لفظ لائے ہیں اور خاتم النبیین سے آخری نبی ہی مراد ہے کیونکہ افضلیت کیلئے سردارِ اولین وآخرین کے الفاظ لائے ہیں۔خدا جانے ختم زمانی وختم رتبی پر مشتمل مضامین تبسم شاہ کو پسند کیوں نہیں؟]

چھٹی بات:

اصل میں تو تمہیں تحذیرالناس کی تین عبارات پر اعتراض ہے کیا تحذیرالناس صرف انہی تین عبارات کے مجموعہ کا نام ہے؟ کیا اس میں یہی تین عبارات ہیں یا اور اس میں کچھ اور بھی ہے۔ کھیں تحذیرالناس میں صرف یہی تین عبارتیں نہیں جن پر تم زور دیتے ہیں اسی کتاب میں اور بہت کچھ ہے اس میں دو جگہ آنحضرت ﷺ کو نبی الانبیاء کہا گیا ہے اس میں خاتمیتِ رتبی یعنی آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ کو متعدد طریقوں سے بیان کیا گیا ہے، اس میں خاتمیتِ زمانی کا ذکر تو ہے اس میں اس کی تصریح بھی موجود ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔

پھر وہ تین عبارات بھی ناقص ہیں نحوی ان کو جملہ نہیں کہتے منطقی ان کو قضیہ نہیں مانتے۔ (دیکھئے حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت ص۲۸۱ بحوالہ قطبی ص ۶۸، شرح ابن عقیل ج۱ ص۱۶، التصریح علی التوضیح ج۱ ص۲۶) علاوہ ازیں ان نامکمل عبارات میں بھی تجھے کچھ نہ ملا تو لفظ ''بالفرض'' اور لفظ ''بالذات'' کو تو نے مہمل بتایا حالانکہ یہ الفاظ مہمل ہرگز نہیں موضوع ہیں۔ اور اگر تو ان کو زائد کہے تو زائد بھی نہیں ہیں کیونکہ متکلم ان کے معنی لینے پر مصر ہے۔ بہر حال جب تو نے لفظ ''بالفرض'' اور لفظ ''بالذات'' کو نکال کر جملے ہی نئے بنا لئے تو ختم نبوت کے انکار کا فتویٰ حضرتؒ پر نہیں نئے جملے بنانے والے لگے گا خواہ وہ تبسم شاہ ہی کیوں نہ ہو؟

<u>وضاحت:</u> حضرت نانوتویؒ کے الفاظ ہیں ''تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں'' تبسم شاہ کہتا ہے اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں: ''تقدم یا تاخر زمانی میں اصلاً کچھ فضیلت نہیں'' (حاشیہ ص۲۲۴) اب اگر تبسم شاہ کہے کہ

> ''<u>مولانا نانوتوی نے کہا کہ ''تقدم یا تاخر زمانی میں اصلاً کچھ فضیلت نہیں''</u> اور <u>ہر وہ شخص جو کہے کہ ''تقدم یا تاخر زمانی میں اصلاً کچھ فضیلت نہیں''</u> وہ کافر ہے''۔

پھر خط کشیدہ حد اوسط کو حذف کر کے کہے کہ مولانا نانوتوی کافر ہیں تو ہمیں حق ہوگا کہ

ہم کہیں کہ خط کشیدہ الفاظ حضرت نانوتویؒ کے نہیں بلکہ تبسم شاہ کے ہیں اس لئے قیاس منطقی یوں بنتا ہے:

تبسم شاہ نے کہا کہ ''تقدم یا تاخر زمانی میں اصلاً کچھ فضیلت نہیں'' اور ہر وہ شخص جو کہے کہ ''تقدم یا تاخر زمانی میں اصلاً کچھ فضیلت نہیں'' وہ کافر ہے۔

تبسم شاہ سے کہو کہ اب خط کشیدہ حداوسط حذف کر کے نتیجہ تم خود نکالو۔

اسی طرح اکابر علماء کی جن عبارتوں کو مخالفین اپنے الفاظ میں پیش کر کے فتوے لگاتے ہیں ان کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہئے کہ پہلے اس طرح منطقی شکل بنوا کر لکھوا لو پھر کہو یہ عبارت انہوں نے نہیں کہی ہمارے سامنے تو تو نے کہی ہے لہٰذا اس قیاس میں تیرے نام کے ساتھ لکھ کر تجھ ہی سے نتیجہ نکلواتے ہیں۔

ساتویں بات:

تبسم شاہ کو غصہ کس چیز کا ہے حضرت نانوتویؒ نے خود کوئی ایسا دعویٰ نہ کیا، ختم نبوت پر ان کے معتقدین کی جماعتیں سب سے زیادہ کام کر رہی ہیں۔ اور سنئے الحمد للہ حضرتؒ کے عقیدت مندوں نے ''آیات ختم نبوت'' جیسی کتاب لکھی جس میں ارکان اسلام، اذان واقامت وغیرہ اسلامی اعمال پھر قرآن کریم کی ہر ہر سورت سے آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے کو ثابت کیا۔ اس کتاب کا انتساب حضرت کی طرف کیا، جا بجا حضرت کی کتابوں کے حوالے دیئے دلائل کی ابتدا حضرت کی دلیل سے، کتاب کی آخری دلیل حضرت کے کلام سے درمیان میں جا بجا حضرتؒ کے کلام کو بطور تائید کے پیش کیا۔ اور تحذیر الناس کی مشہور عبارات کا صحیح معنی بھی احسن طریقے سے بیان کر دیا۔

جن لوگوں نے تحذیر الناس کی وجہ سے حضرت نانوتویؒ پر فتوے لگائے تو ایسے کر کہ ''آیات ختم نبوت'' جیسی کتاب لکھ، اُس کے شروع میں، آخر میں اور درمیان میں جا بجا مخالفینِ تحذیر کے کلام سے اس طرح حوالے دے کر تو دکھا۔ پھر تحذیر الناس کے موضوع پر بات کر لینا۔

آٹھویں بات:

آنحضرت ﷺ کے بعد نبی فرض کرنا تیرے ہاں جائز نہیں اسی لئے تو ''بالفرض'' کے لفظ کو تو مہمل کہہ رہا ہے (ص ۲۲۵) لیکن تبسم بخاری! کیا تجھے کسی اور جگہ یا کسی اور زمانے میں فرض کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر جواب ہاں میں ہے تو بتا کہ شاہجہانپور کے مباحثوں میں جہاں مسلمان تو مسلمان، کافر بھی حضرت نانوتویؒ کو مسلمانوں ہی کا نمائندہ مانتے تھے ان مباحثوں میں توحید، شانِ رسالت اور ختم نبوت کے موضوع پر حضرت نانوتویؒ کے بیانات کے بعد جب ہر طرف اسلام زندہ باد کے نعرے لگے تو اگر اس وقت وہاں ہوتا تو کیا کرتا؟ تو نے زبیر علی زئی وغیرہ جن غیر مقلدین کے اپنی تائید میں حوالے دیئے (ص ۴۶۰ تا ۴۶۴) وہ بھی اس وقت تیرے ساتھ ہی وہاں ہوتے تو تم لوگ کیا کرتے؟ دیگر مسلمانوں کی طرح اسلام کے جیتنے پر خوشی کا اظہار کرتے، یا عیسائیوں کی طرح منہ چھپاتے پھرتے کہ یہ کیا ہوا قاسم نانوتویؒ نے آنحضرت ﷺ کو آخری نبی کیوں کہہ دیا؟ اتنے بڑے مجمع میں ہندوؤں اور عیسائیوں کی موجودگی میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم ﷺ کی نبوت ختم نبوت رتبی اور ختم نبوت زمانی کا اعلان کیوں ہوگیا؟ یا تو اور غیر مقلدین متحد ہو کے کھل کر حضرتؒ کی مخالفت کر کے کفر کا ساتھ دیتے اور کہتے کہ لوگو! یہاں مسلمان تو ہے کوئی نہیں مسلمان تو خیر آباد یا بریلی، یا بدایوں میں یا نذیر حسین کے پاس دہلی میں بیٹھے ہوئے ہیں، تم سب کافر ہو اور جس کی وجہ سے تم اسلام کی جیت سمجھتے ہو وہ تو تم سب سے بڑا کافر ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ تبسم شاہ صاحب اپنے ان غیر مقلدین دوستوں کو بھی ساتھ ملا لے اور باہمی مشورے سے جلد بتا کہ اس وقت تم دونوں گروہ کیا کرتے؟

بہرحال ہم تبسم صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر واقعی تم نے اللہ کیلئے یہ کتاب لکھی ہے تو ہمیں اسلام کی حقانیت پر اور ہندو مذہب اور عیسائیت کے رد میں کوئی کتاب لکھ کر دکھا تجھے اجازت ہے اپنے ساتھ ان غیر مقلدوں کو ملا لے جن کی تحریروں کو تو نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے، مگر خاص حضرت نانوتویؒ کی ذکر کردہ اس میں کوئی دلیل یا کوئی مضمون نہ ہو اور پھر وہ تمہارے

مسلمہ عقائد کے بھی مطابق ہو۔یعنی انبیاء واولیاء کیلئے مافوق الاسباب جواختیارات تم مانتے ہو تمہاری دلیلوں میں ان کو مانا گیا ہو جیسے حضرت نانوتویؒ نے اپنے عقیدے کے مطابق آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا ہر طرح محتاج مانا ہے (قبلہ نما ص ۷) اور غیر مقلدین جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی کی نہ مانی جائے۔ان کی دلیلوں میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہو کیونکہ حضرت نانوتویؒ نے اپنے عقیدے کے مطابق دلیلوں میں اہل اسلام پر اعتماد کا اظہار کیا ہے (قبلہ نما ص ۱۹) پھر بھی ایک مرتبہ اساس المنطق ج ۲ ص ۲۶۷ نیز ص ۳۴۹ کو بھی دیکھ لیں تاکہ بعد میں کوئی اعتراض واقع نہ ہو جائے۔تمہارے نظریات اگر دلیل میں نہ ہوں گے تو ہم اس کو تمہاری دلیل نہ مانیں گے۔

نویں بات:

تبسم شاہ نے مولانا عبدالحی لکھنویؒ کو بھی تحذیر الناس کے مخالفین میں شمار کیا ہے کہتا ہے: آخر کار مولانا عبدالحی بھی ہندوستان کے علمائے حق کے ساتھ ہو گئے (ص ۳۷۷ سطر ۲۱)

یہ میں بتا چکا ہوں کہ ہم نے خود تحذیر الناس اور حضرتؒ کی دوسری کتابوں کو پڑھا ہے اس لئے ہم ایسی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے۔لیکن تبسم شاہ کو پتہ ہونا چاہئے کہ مرزائی مولانا لکھنویؒ کی متعدد عبارات اجراء نبوت کے بارے میں پیش کرتے ہیں ہم نے الحمدللہ دافع الوسواس کے مقدمہ میں اس سب کی وضاحت کردی ہے۔سوال یہ ہے کہ تحذیر الناس کے خلاف اتنا کچھ لکھنے والے نے عقیدۂ ختم نبوت کیلئے مولانا لکھنویؒ کے دِفاع میں کیا ہے۔ذیل میں وہ عبارات ملاحظہ فرمائیں

مشہور مرزائی مبلغ قاضی نذیر اپنی کتاب ''الحق المبین'' ص ۱۰ میں لکھتا ہے۔

:علماءِ اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری شریعت لانے والے نبی ہیں نہ یہ کہ ان کے بعد مجرد کوئی نبی نہیں آئے گا چنانچہ مولوی عبدالحی لکھنویؒ ''**دافع الوسواس فی اثر ابن عباس**'' میں لکھتے ہیں:۔

[۱] ''بعد آنحضرت ﷺ کے یا زمانے میں آنحضرت ﷺ کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ نئی شریعت لانے والا البتہ ممتنع ہے'' (دافع الوسواس نیا ایڈیشن ص ۱۶)

[۲] نیز تحریر فرماتے ہیں:۔ ''علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہوسکتا، اور نبوت آپ کی تمام مکلفین کو شامل ہے جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ ہوگا'' (دافع الوسواس ص ۲۹ نیا ایڈیشن)

[اور کتابوں میں بھی مرزائیوں نے ان عبارات کو پیش کیا ہے: مثلاً قاضی نذیر کی کتاب ''تعلیمی پاکٹ بک'' ص ۱۳۸، قاضی نذیر کا رسالہ ''احمدیت پر اعتراضات کے جوابات'' ص ۱۱، عبدالرحمٰن خادم کی کتاب ''مکمل تبلیغی پاکٹ بک'' ص ۲۷۵، ابوالعطا اللہ دتہ جالندھری کی کتاب ''القول المبین'' ص ۱۰۱، ۱۰۲، محمد صادق سماٹری کی کتاب ''حقانیت احمدیت'' ص ۲۰۹]

ان عبارات سے قادیانیوں کا مقصد یہ ہے کہ مرزا قادیانی غیر تشریعی نبوت کا مدعی تھا اس لئے اس کا دعویٰ اہل سنت کے موقف کے خلاف نہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

[۳] مرزائی مناظر قاضی نذیر لکھتا ہے:

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے ایک فتویٰ پوچھا گیا استفتاء کا مضمون یہ ہے:

مـا قـولکم؟ حضرت علمائے حنفیہ سے صورت مسئلہ کی پوچھی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص مرد ہندی نا خواندہ قوم افغان دعویٰ نبوت اس پردے میں کرے کہ <u>میں وکیل پیغمبر آخرالزمان کا ہوں</u> اور <u>واسطے تردید نصاریٰ کے پیغمبر خدا کا بھیجا ہوا</u> آیا ہوں کہ ایک مطبع محمدی قائم کر کے کتب تردید نصاریٰ تصنیف کر کے چھپوا دوں تا دین نصاریٰ باطل اور رد ہو جاوے پس اس قول کو زبان مرد ہندی ناخواندہ سے باور کرنا اور اس پر اعتماد لانا کہ بے شبہ یہ وکیل مختار فرستادۂ نبی آخرالزمان کا ہے اس کی مدد خرچ کرنا بنام مطبع دینا روا ہے یا نہیں؟

هـو الـمـصـوب <u>اگر وہ شخص اپنی وکالت پر اس امر کو سند گردانتا ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے</u> پس بعد تحقیق و تفتیش اس کے خواب کے، تصدیق اس کی

ہوسکتی ہے ورنہ قول اس کا پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ واللہ اعلم۔ حررہ محمد عبدالحی عفا عنہ (مجموعہ فتاوی حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد عبدالحی لکھنوی مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو ۱۳۲۱ھ ص۱۰۶، ۱۰۷ جلد اول) [اس کے بعد قاضی نذیر لکھتا ہے]

یہ فتویٰ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب ہماری اس زمین پر آنحضرت ﷺ کے بعد حضور کے طفیل نبی ہوسکنے کو ممتنع نہیں جانتے تھے تبھی انہوں نے مندرجہ بالا فتویٰ دیا لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان کے وفات پا جانے کے بعد مجموعہ فتاوی کے کئی ایڈیشن شائع کئے گئے ان میں سے یہ فتویٰ نکال دیا گیا ہے غالباً احمدیت کی مخالفت میں ایسا کیا گیا ہے پس بعد والوں کا یہ فعل قابل شرم بات ہے۔ (الحق المبین ص ۲۴۱)

[۴] مشہور مرزائی مناظر ابوالعطا اللہ دتہ جالندھری مرزائی اپنی کتاب ''القول المبین'' ص۱۰۲ میں مولانا لکھنویؒ کے حوالے سے ایک اور عبارت یوں دیتا ہے:

''اسی جگہ امام تقی الدین السبکی (وفات ۷۵۶ ہجری) کا قول بحوالہ رسالہ الاعلام بایں الفاظ درج ہے: ''یَکُوْنُ نُبُوَّتُہٗ وَرِسَالَتُہٗ عَامَّۃً لِجَمِیْعِ الْخَلْقِ مِنْ زَمَنِ آدَمَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَیَکُوْنُ الْاَنْبِیَاءُ وَاُمَمُھُمْ مِنْ اُمَّتِہٖ فَالنَّبِیُّ ﷺ نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ'' ترجمہ: آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت ساری مخلوقات کیلئے ہے اور آدم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک ہے اور سب انبیاء اور ان کی امتیں آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہیں پس آنحضرت ﷺ نبیّ الانبیاء یعنی نبیوں کے نبی ہیں''۔ (رسالہ جواب دیگر از علماء لکھنؤ ملحقہ تحذیر الناس ص۴۳) قادیانی کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ قیامت تک آنے والے انبیاء کے نبی ہیں۔ قادیانی بھی ان انبیاء میں شامل ہے اس لئے اس کا دعوی غلط نہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

[۵] محمد صادق سماٹری مرزائی تحذیر الناس کے ساتھ ملحقہ فتوی سے لکھتا ہے

کہ علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہوسکتا اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہمعصر ہوگا وہ متبع

شریعت محمدیہ کا ہوگا (حقانیت احمدیت ص ۲۰۹)

تبسم شاہ بخاری نے بھی مولانا کی اس قسم کی عبارت ص ۳۷۹ سطر ۱، ۲ میں نقل کی ہے مگر اس کے بعد لکھتا ہے اس پر ہمارے تحفظات اپنی جگہ مگر یہ تحذیر الناس کی صریح کفریہ عبارات کی تائید ہرگز نہیں (ص ۳۷۹ سطر ۶، ۷) مگر مولانا لکھنویؒ کی پہلی عبارت میں تو بعد کے زمانے کا ذکر موجود ہے علاوہ ازیں تو یہ بتا کہ مرزائیوں نے اس کو پیش کیا یا نہیں؟ پھر اس کا جواب کیا ہے؟ یہ عبارات تو تحذیر الناس کی عبارات سے کہیں زیادہ مشتبہ ہیں ان میں نہ لفظ ''بالذات'' ہے نہ لفظ ''بالفرض'' ہے وہاں تو نے ان الفاظ کو مہمل کہہ کر فتوی کفر دے دیا۔ ہم مولانا لکھنوی پر فتوی نہیں چاہتے ہم خود ان کا دفاع کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ تحذیر الناس کے خلاف اتنی بڑی کتاب لکھنے والے نے مرزائیوں کے رد میں کیا کیا؟

دسویں بات:

مشکوۃ شریف اور الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ کے شارح ملاعلی قاریؒ کی عبارات بھی مرزائی پیش کرتے ہیں چنانچہ قاضی نذیر لکھتا ہے:

حضرت ملاعلی القاریؒ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے: ''لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ'' یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا اور نبی ہوجاتا اور اسی طرح اگر عمرؓ نبی ہوجاتے تو وہ دونوں آنحضرت ﷺ کے متبعین میں سے ہوتے...... پھر اس امر کو آگے خود ہی واضح کر دیا ہے۔ فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالٰى خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اِذِ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يَأْتِيْ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ ...... کہ ان دونوں کا نبی ہوجانا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو...... پس آیت خاتم النبیین امتی نبی کے آنے میں مانع نہیں (الحق المبین ص ۹۹، ۱۰۰) مرزائی کا مقصد یہی ہے کہ قادیانی تشریعی نبوت کا مدعی نہ تھا اس لئے اس کا دعوی نبوت خلاف شرع نہیں۔

ہم تو الحمدللہ اس کا جواب بھی دے چکے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ تحذیر الناس کے خلاف اتنا کچھ لکھنے والے نے اس عظیم محدث کے دفاع میں کیا کیا؟

گیارھویں بات:

مرزا قادیانی کا لڑکا مرزا بشیر احمد تبلیغ ہدایت ص۲۷۲،۲۷۳ میں لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر ضرور نبی ہوتے'' اس سے مراد صرف یہ ہے کہ اگر میرے بعد کوئی صاحب شریعت نبی ہوسکتا تو حضرت عمرؓ میں ضرور یہ مادہ موجود تھا کہ وہ صاحب شریعت نبی بن جاتے کیونکہ حضرت عمرؓ میں قانون سازی کا وصف نمایاں طور پر پایا جاتا تھا کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق کلام الٰہی نازل ہوا۔ تو اس سے تشریعی نبوت کی نفی ہوتی ہے نہ کہ مطلق نبوت کی اس لئے غیر تشریعی نبی آسکتے ہیں اور قادیانی کا دعوی غیر تشریعی نبوت ہی کا تھا (از تبلیغ ہدایت ص۲۷۲،۲۷۳)

تبسم شاہ صاحب! کیا آپ کو اس کا علم تھا یا ساری زندگی تحذیر الناس ہی کا رد کرتے گزر گئی۔ اگر اس کا علم تھا تو جناب نے اس کا کیا جواب دیا اور کس کتاب میں؟ اور اگر نہیں دیا تو ذرا اس کی وجہ بھی بیان ہو جائے؟ ہم الحمدللہ اس کا جواب بھی اسی کتاب میں دے چکے ہیں۔

بارھویں بات:

قاضی نذیر مرزائی نے ختم نبوت زمانی کے خلاف امام ابن حجر الہیثمی کے الفتاوی الحدیثیۃ میں مذکور ایک حدیث پیش کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِيْ طَالِبٍ "لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيْمُ أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلٰى أُمِّهِ مَارِيَةَ فَجَاءَ تْهُ وَغَسَلَتْهُ وَكَفَّنَتْهُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَرَجَ مَعَهُ النَّاسُ فَدَفَنَهُ، وَأَدْخَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فِيْ قَبْرِهِ فَقَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَنَبِيٌّ ابْنُ نَبِيٍّ [کنز العمال ج۶ ص۱۱۸] (الحق المبین ص۱۰۰)

دیکھیں اس میں کس قدر تصریح کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ کو نبی کہا گیا۔ دیکھیں یہ روایت کس قدر صریح ہے اس میں نہ ''بالذات'' کے لفظ ہیں نہ ''بالفرض''

کے۔آنجناب نے ابن حجر ہیتمی یا صاحب کنزالعمال پر کوئی فتوی کیوں نہ لگایا۔تم نے اپنی زندگی کیا تحذیرالناس کے رد کیلئے ہی وقف کر رکھی ہے؟ باقی جو چاہیں کرتے رہیں۔اور نہ سہی مرزائیت کے رد کیلئے ہی کچھ کر دیتے۔الحمدللہ اسی کتاب میں ہم اس کا جواب سے بھی دے چکے ہیں۔

تیرھویں بات:

قاضی محمد نذیر کہتا ہے۔ایک اعتراض (مرزائیوں پر) یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کی دو بعثتوں کے قائل ہیں اور اپنے تئیں رسول کریم ﷺ کی دوسری بعثت کا مصداق قرار دے کر ان کے ہم پلہ ہونے کے دعویدار ہیں (مرزائی اس کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے) الجواب: اس اعتراض کے جواب میں واضح ہو کہ سورۃ جمعہ میں آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں ضرور مذکور ہیں آیت هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ میں آنحضرت ﷺ کی پہلی بعثت کا ذکر ہے اور اس کے بعد آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ میں آپ کی دوسری بعثت کا ذکر کیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی یہ دو بعثتیں مجدد صدی دوازدہم حضرت شاہ ولی اللہ بھی مانتے ہیں اور ان دو بعثتوں کی وجہ سے ہی آنحضرت ﷺ اپنی شان میں تمام انبیاء سے افضل قرار پاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: وَاَعْظَمُ الْاَنْبِیَاءِ شَاْنًامَنْ لَهٗ نَوْعٌ اٰخَرُ مِنَ الْبَعْثِ اَیْضًا وَذٰلِکَ اَنْ یَکُوْنَ مُرَادُ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْهِ سَبَبًا لِخُرُوْجِ النَّاسِ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَاَنْ یَکُوْنَ قَوْمُهٗ خَیْرَاُمَّةٍ اُخْرِجَتْ فَیَکُوْنُ بعْثُهٗ یَتَنَاوَلُ بَعْثًا اٰخَرَ ترجمہ: شان میں سب سے بڑا نبی وہ ہے جس کی ایک دوسری قسم کی بعثت بھی ہو اور وہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دوسری بعثت سے یہ ارادہ وہ تمام لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لانے کا سبب ہو اور اس کی قوم خیر امت ہو جو تمام لوگوں کیلئے نکالی گئی ہو لہذا اس نبی کی بعثت ایک دوسری بعثت بھی رکھتی ہے۔(احمدیت پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۷،۱۸)

کیوں تبسم شاہ صاحب سمجھ آئی کچھ بات مرزائی کیا کہہ گیا وہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد وہ کہتا ہے کہ مرزا قادیانی کے روپ میں دوبارہ دنیا میں

آ چکے ہیں۔تو ان خبیثوں کا جواب کیوں نہیں دیتا تجھے مجددِ ختم نبوت سے اللہ واسطے کا بیر کیوں ہے۔ان مرزائیوں کو تو نے اپنا چہیتا کیوں بنایا ہے؟ان سے تجھے کیا مفاد ہے جو ان کا رد نہیں کرتا ۔اگر تو نے مرزائیوں کی اس بات کا جواب دیا ہے تو نشان دہی کر۔الحمد للہ تحذیر الناس کا دِفاع کرنے والے کئی سال پہلے کتاب'' آیات ختم نبوت''ص۴۹۷ تا ص۵۴۷ میں اس کا مفصل جواب دے کر اپنا فریضہ ادا کر چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرمائے آمین۔

چودھویں بات:

مولانا احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں: حدیث میں حضرت ابراہیم صاحبزادہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے وارد: **ولو عاش ابراهيم لكان صديقا نبيا**۔اگر جیتے تو صدیق وپیغمبر ہوتے (عرفان شریعت ص۸۵)

تبسم شاہ ذرا ہوش سے دیکھنا یہ عبارت مولانا نانوتویؒ کی نہیں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھ رہے ہیں۔اب ذرا اس روایت سے مرزائیوں کے استدلال سنئے قاضی محمد نذیر مرزائی کہتا ہے:

یہ حدیث اس بات کی روشن دلیل ہے کہ **خاتم النبیین** کی آیت آنحضرت ﷺ کی امت میں امتی نبی کے آنے کے منافی نہیں کیونکہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صاحبزادہ ابراہیم کے بالفعل نبی بنایا جانے میں آیت **خاتم النبیین** روک نہ تھی بلکہ ان کی وفات روک ہوئی ہے کیونکہ آیت **خاتم النبیین** ۵ھ میں نازل ہوئی تھی اور صاحبزادہ ابراہیم نے ۹ھ میں وفات پائی......اگر رسول کریم ﷺ آیت خاتم النبیین کو امتی نبی کے آنے میں بھی مانع سمجھتے تو پھر یہ نہ فرماتے کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو صدیق نبی یعنی امتی نبی ہوتا بلکہ اس کی بجائے فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو نبی نہ ہوتا کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں......(الحق المبین ص۹۷ تا ص۱۰۰)

مشہور مرزائی مناظر عبد الرحمٰن خادم اس روایت کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ کہنا کہ

لَوْ محال کیلئے آتا ہے صریحاً دھوکہ ہے کیونکہ لَـوْ جس جملہ میں آئے اس کی شرط تو محال ہوتی ہے مگر جزا ممکن ہوتی ہے جیسا کہ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا(الانبیاء:۲۳)اگر خدا کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو دونوں (زمین وآسمان) خراب ہوجاتے اب خدا کے سوا اور خدا کا ہونا تو ممکن نہیں مگر زمین میں فساد کا ہونا ممکن ہے اسی طرح لَـوْعَـاشَ اِبْـرَاهِيْمُ والی حدیث میں ابراہیم کا زندہ رہنا محال ہے مگر اس کا نبی بننا ممکن (مکمل تبلیغی پاکٹ بک ص۲۷۲)

جی تبسم شاہ صاحب! اب تو کچھ فرمایئے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی پیش کردہ روایت سے بھی مرزائیوں نے نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرلیا اب اگر کوئی عرفانِ شریعت کے بارے میں وہ کچھ کہے جو کچھ تو نے تحذیر الناس کے بارے میں کہا کہ اس کتاب [عرفان شریعت۔راقم] نے قادیانیت کی بنیاد رکھنے میں مرکزی کردار ادا کیا (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص۲۴) تو بتا تو اس کی تصدیق کرے گا یا اس کا شکریہ ادا کرے گا کہ تو نے مجھے حقیقت بتلا دی۔ چلو اس کو بھی جانے دیں یہ تو بتایئے کہ آپ نے مرزائیوں کے اس استدلال کا کہیں جواب دیا تو کیا دیا؟ الحمدللہ ہم دافع الوسواس کے مقدمہ میں اس کے جواب سے بھی فارغ ہو چکے ہیں۔

پندرھویں بات:

ابوالعطاء اللہ دتہ جالندھری مرزائی کہتا ہے:

عربی زبان میں اور اس کے محاورات میں جب کبھی خاتم النبیین کے طریق پر کوئی مرکب اضافی کسی کی مدح میں استعمال ہوا ہے (جس استعمال کی عربی زبان میں بہت سی مثالیں موجود ہیں) تو ایسے مرکب اضافی کے معنی ہمیشہ اس جماعتِ مضاف الیہ کے اعلیٰ، کامل اور انتہائی افضل فرد کے ہوتے ہیں اور وہ فرد اپنے کمال میں بے مثال اور عدیم النظیر ہوتا ہے چنانچہ ایسے استعمالات کی کم وبیش چالیس مثالیں جو ہم نے یہاں اپنے ملک میں اور بلادِ عربیہ میں بھی بار بار شائع کی ہیں حسبِ ذیل ہیں:...... [۱] ابوتمام شاعر کو خاتم الشعراء لکھا ہے...... [۳] ابوالطیب کو خاتم الشعراء لکھا ہے...... اس طرح اس مرزائی نے ۴۳ مثالیں دی ہیں (القول المبین ص۱۲۶ تا ۱۳۰)

ظاہر ہے کہ جن کو خاتم الشعراء کہا گیا ان کے بعد شعراء ختم تو نہ ہوگئے ۔ مرزائی کہتے ہیں اسی طرح قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا۔ اس سے انبیاء کرام ختم نہیں ہوگئے مطلب یہ کہ قادیانی کا دعوائے نبوت درست ہے آیت خاتم النبیین کے خلاف نہیں۔ تبسم شاہ صاحب امام سبکی، امام سیوطی، حضرت نانوتویؒ اور مفتی احمد یار خان کے مطابق تو جواب آسان ہے کہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو سب انبیاء سے اعلیٰ کہا گیا مگر جیسے بڑی عدالت میں مقدمہ بعد میں جاتا ہے اسی طرح اللہ نے سب سے بڑے رسول ﷺ کو سب سے بعد بھیجا۔ تو جب اصل رسول آ گئے پھر انہوں نے آخری ہونے کا دعوی بھی کیا، ان کی امت نے آپ کو ہمیشہ آخری نبی ہی مانا تو اب کسی اور کی ضرورت ہی نہیں ۔ جو دعوی نبوت کرے گا کذاب ہوگا۔ مگر تبسم شاہ صاحب! تم تو کہتے ہو کہ آیت کریمہ میں خاتمیت رتبی ہرگز مراد نہیں، خاتمیتِ محمدی سے مراد خاتمیتِ زمانی ہی ہے (ص ۲۳۵، ۲۴۰) تحذیر الناس کے رد پر زندگی خرچ کرنے والو! تم اس کا آسان اور مسکت جواب کیا دو گے؟

سولھویں بات:

پاکستان میں یا دنیا کے کسی ملک میں مسلمانوں اور مرزائیوں میں مناظرہ ہو جائے فرض کریں کہ وہاں تبسم بخاری بھی ہو، اور حضرت نانوتویؒ پر بہتان باندھنے والی علمی صلاحیتوں سے خالی تبسم شاہ کے غیر مقلد ساتھی بھی ہوں۔ مرزائی مناظر اپنی تائید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول پیش کرے: قُوْلُوْا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ (تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۶۱۸ بحوالہ ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۱۰) نیز ملا علی قاریؒ کا قول پیش کرے کہ غیر تشریعی نبوت جاری ہے عرفان شریعت کے حوالے سے کہے کہ اگر آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے اور جو مرزائیوں کا استدلال ہے وہ پیش کرے اسی طرح حضرت نانوتویؒ کی عبارتیں بھی پیش کرے۔

اس وقت مسلمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ یا حضرت

نانوتویؒ کی عبارات کو واضح کر کے نیز عرفان شریعت میں مذکور حدیث کا صحیح معنیٰ بیان کر کے مرزائی کا منہ بند کروانے لگیں تو تبسم شاہ صاحب آپ اور آپ کے غیر مقلد ساتھی کیا کریں گے؟ تم مسلمان کو یہ موقع دو گے کہ وہ مرزائی کا منہ بند کرے یا اس وقت مرزائیوں کے الزام کو تسلیم کر کے مولانا احمد رضا خان سمیت ان سب کو منکر ختم نبوت مان کر مرزائیت زندہ باد کے نعرے لگواؤ گے۔ تبسم بخاری صاحب! فرض کرو اگر ایسا ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ آخر تجھے کسی اور جگہ فرض کرنا تو ختم نبوت زمانی کے خلاف تو نہیں۔

سترھویں بات:

عقیدۂ ختم نبوت تو ہم مانتے ہیں اس پر تجھ سے بہتر دلائل جانتے ہیں وللہ الحمد علیٰ ذلک تو بھی مانتا ہے کہ ہم ختم نبوت کے منکر نہیں۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قادیانی جو کچھ کہتے ہیں کبھی تو نے اس کو پڑھا ہے تجھے اس کا کچھ فکر ہے۔ الحمد للہ ہم اس کے بارے میں فکر مند ہیں اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مرزائیوں کا جواب دے تاکہ سب میں تیری عزت بنے پھر تو تحذیر الناس کے خلاف لکھے تو شاید کوئی تیری سنے ورنہ تو یہی کہیں گے کہ مرزائیوں کا نمائندہ ہے۔

ذیل میں ہم ایک مرزائی کی اس بارے میں عبارت دیتے ہیں تاکہ اس موضوع کا تمہیں احساس ہو۔ قاضی محمد نذیر مرزائی (وفات مسیح کا ثبوت) کا عنوان باندھ کر لکھتا ہے:

چونکہ جماعت احمدیہ علی وجہ البصیرت آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی بنا پر یہ یقین رکھتی ہے کہ جس عیسیٰؑ بن مریم کی آمد ثانی کا مفتی محمد شفیع صاحب کا عقیدہ ہے وہ وفات پا چکے ہیں اس لئے مولوی محمد شفیع صاحب کو ختم نبوت پر بحث کرنے کے بجائے احمدیوں کو حیات مسیح کا مسئلہ سمجھانا چاہئے تھا کیونکہ وہ حیات مسیح مان کر ہی آپ کے پورے ہم عقیدہ ہو سکتے ہیں۔

جب قرآن مجید کی یہ آیت: كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ [المائدۃ:۱۱۷] نے صاف

فیصلہ دے دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور وہ اصالتاً دوبارہ نہیں آئیں گے تو نزولِ مسیح کی احادیث کی تطبیق اس آیت سے اس طرح ہو سکتی ہے کہ پیشگوئیوں میں مثیل مسیح کا نزول مراد ہو اور جیسے عیسی یا ابن مریم کا لفظ ان پیشگوئیوں میں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے حدیثِ نبوی مندرجہ صحیح بخاری کَیْفَ اَنْـتُـمْ اِذَا نَـزَلَ ابْـنُ مَـرْیَـمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (باب نزول عیسی) کے الفاظ وَاِمَـامُـکُمْ مِنْکُمْ بھی اس بات کیلئے قرینہ ہیں کہ عیسی بن مریم کا اصالتاً نزول مراد نہیں بلکہ تمثیلی صورت میں نزول مراد ہے کیونکہ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کا جملہ اس بات کا شاہد ناطق ہے کہ جس شخص کا نزول احادیث میں بیان ہو رہا ہے وہ امتِ محمدیہ میں سے امت کا امام ہونے والا ہے امت سے باہر کا کوئی آدمی یا اسرائیلی مسیح مراد نہیں۔

اس امر کی تائید صحیح مسلم کی حدیث کَیْفَ اَنْتُـمْ اِذَا نَـزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ سے بھی بخوبی ہو رہی ہے جس میں صاف لفظوں میں فَاَمَّکُمْ کا مرجع اِبْنِ مَرْیَم ہے اس اِبْـنِ مَرْیَم کو امت میں سے امت ہونے والا امام قرار دیا گیا ہے حضرت عیسی علیہ السلام کا ایک سو بیس سال عمر پانا حدیث نبوی اِنَّ عِیْسَـی بْنَ مَرْیَمَ عَاشَ مِائَۃً وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً اور حدیث نبویؐ عُـمِّرَ مِائَۃً وَّعِشْرِیْنَ سے منصوص ہے اور کوئی ایسی حدیث نبوی موجود نہیں کہ جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ وہ دو ہزار سال یا اس سے زیادہ عمر پائیں گے آیت فَـلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ اس بات پر نص صریح ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور وہ قیامت تک دوبارہ اپنی قوم میں نہیں آئیں گے مضمون اس آیت کا یوں ہے کہ:۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا ءَاَنْـتَ قُـلْـتَ لِـلنَّاسِ اتَّـخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ. کہ کیا تو نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو معبود مانو، تو حضرت عیسی علیہ السلام قیامت کے دن جواب میں کہیں گے اے اللہ تو پاک ہے یہ میری شان نہ تھی کہ میں وہ بات جس کو مجھے حق نہ تھا کہتا اگر میں نے ان کو ایسا کہا تھا تو تو جانتا ہے تو میرے نفس کی بات جانتا ہے اور میں تیرے نفس کی بات نہیں جانتا تو غیبوں کا خوب

جاننے والا ہے میں نے ان کو وہی کچھ کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں قوم کے ان لوگوں کا شاہد رہا جب تک میں ان میں موجود رہا پس جب تو نے مجھ کو وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔

یعنی وفات سے پہلے میں اپنی قوم میں موجود رہا اور میں نے انہیں ایسا حکم نہیں دیا کہ مجھے اور میں ماں کو معبود جانو سو جب تو نے مجھ کو وفات دے دی تو میری ذمہ داری اور نگرانی ختم ہوگئی اور پھر اس وقت سے اے خدا میری قوم تیری نگرانی میں چلی آ رہی ہے یعنی مجھے تو قوم میں دوبارہ جانے کا موقعہ ہی نہیں ملا کہ جا کر ان کی اصلاح کرتا۔

اب اگر کوئی شخص تَوَفَّيْتَنِيْ کے معروف معانی کو چھوڑ کر اس جگہ یہ معنی کرے کہ جب تو نے مجھ کو آسمان پر اٹھالیا تو پھر تو ہی نگران تھا تو یہ معنی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا فائدہ نہیں دیتے کیونکہ اس صورت میں آیت کا مفاد یہ بن جاتا ہے کہ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد قیامت کے دن تک ان کی قوم خدا کی نگرانی میں رہی ہے نہ ان نگرانی میں۔ پس یہ آیت مسیح کی دوبارہ آمد میں روک ہے خواہ ان کو وفات یافتہ قرار دیا جائے یا زندہ سمجھ لیا جائے لیکن زندہ سمجھنے میں یہ قباحت ہے کہ پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قیامت تک انہیں موت والی توفی نہیں ہوگی اور وہ قیامت کے دن مرنے کے بعد زندہ ہونے کے بغیر ہی خدا کے حضور پیش ہو جائیں گے حالانکہ خدا فرماتا ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران:۱۸۵) کہ ہر نفس کیلئے موت کا ذائقہ ضروری ہے۔

پھر توفی کا لفظ زندہ اٹھانے کے معنی میں کبھی عربی زبان میں استعمال نہیں ہوا تو مسیح کیلئے کیوں نئی لغت بنائی جائے اور جس لفظ کے معنی محاورۂ عرب میں وفات دینا ہیں اس کے معنی کیوں زندہ خاکی جسم کے ساتھ اٹھائے جانے کے کئے جائیں اگر یہ کہا جائے کہ ان کیلئے رفع الی اللّٰہ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں تو یہ رفع توفی کے بعد باعزت وفات کے ذریعہ بلند درجات عطا کرنے کیلئے آیا ہے اور یہی خدا کا وعدہ تھا جیسا کہ آل عمران کی آیت کریمہ میں اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ [آل عمران:۵۵] اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں پس مسیح کا جو رفع بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ [النساء:۱۵۸] میں مذکور ہے وہ وفات کے بعد ہوا ہے جیسا کہ تمام انبیاء کا رفع وفات کے بعد ہوا ہے اور وہ سب کے سب بعد از وفات اپنے اپنے درجہ میں مرفوع ہیں اور سب سے بلند مقام رفع کا آنحضرت ﷺ کو حاصل ہوا ہے حضرت انسؓ کی حدیث میں رَفَعَهُ اللّٰهُ کے الفاظ آنحضرت ﷺ کیلئے انہیں معنوں میں استعمال ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باعزت وفات دے کر آپ کے درجات کو بلند کیا۔ (علماء محققین کا مذہب)

علماء محققین میں سے حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا اِنَّهٗ مَاتَ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں (جلالین میں حاشیہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ)

علامہ ابن حزم کے متعلق لکھا ہے: تَمَسَّکَ ابْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْآیَةِ وَقَالَ بِمَوْتِهٖ کہ امام ابن حزم نے آیت کے ظاہری معنی لئے ہیں یعنی ان کی تاویل نہیں کی اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہوئے۔

زمانہ حال کے علماءِ مصر کے مفتی علامہ رشید رضا لکھتے ہیں: فَفِرَارُهٗ اِلَی الْهِنْدِ وَمَوْتُهٗ فِیْ ذٰلِکَ الْبَلَدِ لَیْسَ بِبَعِیْدٍ عَقْلًا وَنَقْلًا (المنار ج ۱۵ ص ۹۰۱)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہندوستان کی طرف ہجرت کر جانا اور وہاں کشمیر کے شہر میں وفات پا جانا عقل و نقل کے خلاف نہیں۔

مفتی مصر علامہ محمود شلتوت لکھتے ہیں:

اِنَّهٗ لَیْسَ فِی الْقُرْآنِ وَلَا فِی السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مُسْتَنَدٌ یَصْلَحُ لِتَکْوِیْنِ عَقِیْدَةٍ یَطْمَئِنُّ اِلَیْهَا الْقَلْبُ بِاَنَّ عِیْسٰی رُفِعَ بِجِسْمِهٖ اِلَی السَّمَاءِ وَاَنَّهُ الْآنَ فِیْهَا وَاَنَّهٗ سَیَنْزِلُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ اِلَی الْاَرْضِ (الفتاوی مطبوعہ قاہرہ مصر)

یعنی قرآن مجید اور سنت مطہر نبویہ میں کوئی سند موجود نہیں جس سے اس عقیدہ پر دِل مطمئن ہو سکے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک وہ آسمان پر زندہ ہیں اور یہ کہ وہی آخری زمانہ میں آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوں گے۔

پس جب مسیح کا زندہ آسمان پر جانا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں تو مسیح کا نزول جو حدیثوں میں مذکور ہے اس سے یہی مراد ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا کوئی مثیل حسب حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ امت محمدیہ میں سے پیدا ہو، اور امتی نبوت کا مقام حاصل کرے مگر مفتی صاحب چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصالتاً آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کے قائل ہیں لہٰذا وہ خاتم النبیین کے معنی آیت زیر بحث میں مطلق آخری نبی مراد نہیں لے سکتے کیونکہ یہ معنی مسیح موعود کے آنحضرت ﷺ کے بعد ظہور میں مانع ہیں۔ خواہ وہ مسیح موعود امت سے پیدا ہونے والا ہو یا بقول مفتی صاحب خود حضرت عیسی علیہ السلام اصالتاً مراد ہوں۔ الخ (الحق المبین ص ۱۱ تا ۱۷)

دیکھ لیا تبسم صاحب! یہ ہے وہ جس پر مل کر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پر محنت کریں تو مرزائیت کا جواب ہوگا ورنہ آپ تحذیر کے پیچھے لگے رہیں گے وہ لوگ اپنا کام کرتے رہیں گے۔

اٹھارھویں بات:

تبسم بخاری صاحب حضرت نانوتویؒ پر اس قسم کے الزامات تو دراصل مرزائیوں کے ہیں وہ اس سے دِلوں میں شبہات پیدا کرتے ہیں (دیکھئے مرزا قادیانی کے لڑکے مرزا بشیر احمد کی کتاب تبلیغ ہدایت ص ۲۷۹، عبدالرحمٰن خادم کی کتاب مکمل تبلیغی پاکٹ بک ص ۲۷۵، ۲۸۵ تا ۲۸۸، قاضی محمد نذیر مرزائی کی کتاب الحق المبین ص ۳۷، ص ۴۱، ابوالعطاء جالندھری کی کتاب القول المبین ص ۴۷، اس کی دوسری کتاب تحقیق عارفانہ ص ۱۵، اسی کا کتابچہ احمدیت پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۰، محمد صادق سماٹری کی کتاب حقانیت احمدیت ص ۲۰۸)

تبسم صاحب! آپ نے کب سے مرزائیت قبول کرلی؟ آپ لاہوری ہو یا قادیانی؟ تمہارے خلیفہ مرزا مسرور کا کیا حال ہے؟ اس نے تمہاری اس کتاب پر تمہیں کچھ انعام دیا یا

نہیں۔اگر دیا ہے تو تحدیثِ نعمت کے طور پر اس کا ذکر کرو، اور اگر نہیں ملا تو کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ تم نے مسلمانوں کے خلاف مرزائیوں کیلئے اتنی بڑی کتاب لکھ دی اور تمہیں انعام سے بھی نہ نوازا گیا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اگر آپ کو یہ بات بری لگی ہے تو آپ تحذیر الناس کا پیچھا چھوڑ کر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ مرزائیوں نے لکھا ہے اس کا جواب دیں تو ہم اپنے الفاظ واپس لیں گے۔ جب تم ہماری کتاب کو مرزائیت کی بنیاد کہتے ہو تو پھر کچھ سننے کیلئے بھی تیار رہنا چاہئے۔

دِل ہی تو ہے سنگ و خشت نہیں درد سے بھر آئے نہ کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

انیسویں بات:

اگر کسی مرزائی کو لاجواب کرنے کیلئے کہا جائے کہ اے مرزائی اگر تو صدق دل سے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبوت جاری ہے اور تو اپنے آپ کو اس بات میں سچا سمجھتا ہے تو لکھ دے اور اپنے خلیفہ سے لکھوا دے کہ اگر آج کوئی نبی آ جائے تو وہ اپنی خلافت چھوڑ دے گا۔ تیرا خلیفہ اپنے چینل سے بار بار یہ اعلان شائع کرے کہ آج نبوت کا کوئی دعویدار کھڑا ہو تو مرزا مسرور اپنی خلافت چھوڑ دے گا۔ اور کہنے والے مسلمان کی نیت محض مرزائیوں کو لاجواب کرنا ہو۔ تبسم بخاری صاحب بتایئے تو صحیح کہ مرزائیوں کو لاجواب کرنے کیلئے ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے؟ اور اگر یہ درست ہے تو پھر آپ ﷺ کو آخری نبی مانتے ہوئے آپ ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ کاملہ کو سمجھانے کیلئے کسی نبی کا فرض کرنا کفر کیونکر ہو گیا؟

لَوْ كَانَ كُفْرًا حُبُّ قَدْرِ مُحَمَّدٍ   فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّيْ كَافِرٌ

(تحذیر الناس ص ۳۶)

☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿تبسم شاہ اور اس کے غیر مقلد ساتھیوں کو انتباہ﴾

سید بادشاہ تبسم اور اس کے غیر مقلد ساتھیوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اپنے رویے کو تبدیل کریں۔ شانِ رسالت سے بغض کا اظہار بند کریں۔ علامہ سبکیؒ، امام جلال الدین سیوطیؒ علامہ قسطلانیؒ حضرت نانوتویؒ، مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مفتی احمد یار خان صاحب نے بالاتفاق آنحضرت ﷺ کی جس افضلیتِ مطلقہ کاملہ کا ذکر کیا ہے اس کے خلاف زبان اور قلم کو قابو میں رکھیں۔ اور جو کچھ لکھا ہے اس سے توبہ نامہ شائع کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں وہ خواب شائع کرنا پڑ جائے جو آنحضرت ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ کے منکروں کے بارے میں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے تجلی الیقین کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ پھر نہ کہنا کہ خبر نہ ہوئی۔

نہ چھیڑ و درد مندوں کو نہ جانے دِل سے کیا نکلے　　　بھلا نکلے برا نکلے نہ جانے بددعا نکلے

وَآخَرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

فقط

بندہ محمد سیف الرحمٰن قاسم

غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوْبَهٗ وَسَتَرَ عُيُوْبَهٗ

گوجرانوالہ

۹؍شوال ۱۴۳۵ھ کے بعد کی رات

گیارہ بج کر چالیس منٹ مطابق ۶؍جولائی ۲۰۱۴ء

نظر ثانی: ۷؍ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۳؍اگست

صبح پونے چار بجے قبل الفجر